جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصّہ ۲ دوم

بحار الانوار

ملّا محمّد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

علّامۂ عصر مفتی سیّد طیّب آغا الموسوی الحسینی الجزائری دام ظلہ

در حالات

امام حسین علیہ السّلام

محفوظ بُک ایجنسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

تاریخ اشاعت ______ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء
بار ______ اوّل
ناشر ______ محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵ فون ۴۲۴۲۸۹
مطبع ______ سندھ آفسٹ پرنٹرز
قیمت ______ قسم اوّل

تصدیق صحت آیات قرآنی

کتاب

بحار الانوار

میں نے کتاب ہذا میں آیات قرآنی کو حرفاً حرفاً پورے غور و خوض سے دیکھا اور پڑھا میں تصدیق کرتا ہوں کہ ان آیات میں کوئی کمی و بیشی اور کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حافظ محمد یٰسین
سند یافتہ
امام نائب جامع مسجد
ڈاکخانہ نمبر ۵ لیاقت آباد
کراچی

فہرست مطالب

باب ۱ ______
متضمن بر شہادت فرزندانِ مسلم بن عقیل ۵
باب ۲ ______
ان وقائع میں جو اہلبیتؑ پر بعد شہادت واقع ہوئے ۱۱
خطبۂ حضرتِ زینبؑ ۱۲
خطبہ حضرت فاطمہ صغریٰؑ ۱۳
خطبہ حضرت اُمّ کلثومؑ ۱۴
خطبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام ۱۶
جنابِ زینبؑ اور ابنِ زیاد کی گفتگو۔ ۱۹-۲۰ ۱۹
زید بن ارقم کا ابنِ زیاد کو جھڑکنا ۲۰-۲۱ ۲۰
امام زین العابدینؑ اور ابنِ زیاد کی گفتگو ۲۱
عبداللہ بن عفیف کی شہادت ۲۳
زین العابدینؑ اور مردِ پیر کی گفتگو ۳۱
دربارِ یزید میں حضرتِ زینبؑ کی تقریر ۳۵
مردِ شامی اور فاطمہ صغریٰؑ ۳۸
دربارِ یزید میں امام زین العابدینؑ کا خطبہ ۴۰
حضرتِ سکینہ کا خواب ۴۲ — ۷۵ ۴۲
قصّہ کلیسائے حافر ۴۳
دربارِ یزید میں ایک نصرانی کا ایمان لانا ۴۴
سرِ اقدس کے متعلق روایات۔ ۲۴-۲۷-۲۸ ۴۶
۴۶-۶۰-۹۸-۱۳۴-۱۳۵
اہلِ حرم کی واپسی ۴۷
اہلِ حرم کا مدینۂ منورہ میں ورود ۴۸
خطبۂ حضرت سجادؑ بیرونِ مدینہ ۴۹
سیّدِ سجادؑ کی گریہ وزاری ۵۰
سیّدِ سجادؑ اور ایک پیرِ مرد کی گفتگو ۵۲
دربارِ یزید و ابنِ زیاد ۵۲
لاشِ امامؑ پر شیر کا آنا ۵۴
مجلس میں تبرک کی ابتداء ۵۵
ثوابِ زیارتِ حسین علیہ السّلام ۵۶
دربارِ یزید میں سیّد سجادؑ کا خطبہ ۵۷
یزید اور امام زین العابدینؑ کی گفتگو ۵۹
شطرنج اور شراب کا حکم ۵۹
روضۂ حسینؑ کے متعلق حضرتِ زینبؑ کی پیش گوئی ۶۱
حالاتِ کربلا اور زبانِ پیغمبرؐ ۶۳
سفیرِ روم کا واقعہ ۷۰
خونِ حسینؑ سے دخترِ یہودی کا شفا پانا ۷۲
نعشِ حسینؑ پر جنوں کا نوحہ ۷۴-۱۰۵
ہند زوجۂ یزید کا خواب ۷۶
جنابِ اُمّ کلثومؑ کا نوحہ ۷۷
خیبری چادر اور اہلبیت ۸۰
حضرت سجاد علیہ السلام کی تسبیح اور یزید کا اعتراض ۸۱
باب ۳ ______
آسمان و زمین وغیرہ کا گریہ ۸۸
غمِ حسینؑ میں فاطمہ زہراؑ کی گریہ وزاری ۸۹ - ۹۸
باب ۴ ______

ماتمِ حسینؑ میں ملائکہ اور معصومینؑ کا گریہ	۹۵
جنابِ اُمِ سلمہؓ کی گریہ وزاری	۱۰۰
آسمان پر حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی تصویر	۱۰۱
باب ۵	
جنابِ اُمِ سلمہؓ کے خواب کے بیان میں	۱۰۳
باب ۶	
امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر جنوں کا نوحہ و ماتم	۱۰۵
باب ۷	
مرثیوں کے بیان میں	۱۱۳
دعبلِ خزاعی کا مرثیہ	۱۱۴
مرثیہ ابنِ حمّاد	۱۱۹
حسینؑ مظلوم پر زینبؑ کے مرثیے	۱۲۰
باب ۸	
اس امر کے بیان میں کہ خدا نے قاتلانِ حسینؑ کے عذاب میں کیوں تاخیر فرمائی	۱۲۵
باب ۹	
ان عقوبات کے بیان میں جن کے نازل کرنے میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تعجیل کی	۱۳۱
جمّال کا ظلم ۱۳۹ - ۱۴۵	۱۳۹
منکرِ اہلبیتؑ کی سزا	۱۴۰
قاتلانِ حسینؑ کا مسخ ہونا	۱۴۱
قاتلانِ حسینؑ جہنم میں	۱۴۲
حضرت آدمؑ کو واقعۂ کربلا کا منظر دکھلایا جانا	۱۴۳
باب ۱۰	
امام حسین علیہ السلام کے اقرباء و معاصرین اور آپ کے احتجاجات	۱۴۳
ابنِ عباسؓ اور یزید کی خط و کتابت	۱۵۳
عبداللہ بن عمرؓ اور یزید کی خط و کتابت	۱۵۵
باب ۱۱	
ذکر ازواجؑ و اولادِ طاہرینِ امام حسینؑ	۱۵۶
باب ۱۲	
مختار بن ابوعبیدہ ثقفیؒ کے بیان میں	۱۵۸
باب ۱۳	
حسینؑ مظلوم کی قبر پر اشقیائے اُمّت کے مظالم اور آپ کی تربتِ مقدسہ کے معجزات	۱۶۳
زید مجنون اور بہلول کا واقعہ	۱۸۳
امام حسین علیہ السلام کی تربتِ مقدسہ کے معجزات	۱۸۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

باب (۱)

متضمن بر شہادت فرزندانِ مُسلمؑ بن عقیلؓ

ابنِ بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں شیخ اہلِ کوفہ ابو محمدؒ سے روایت کی ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام دو بچوں کو حضرت کے لشکر سے قید کر کے ابنِ زیاد کے پاس لے گئے، اس ملعون نے اُن معصوموں کو قید خانہ میں بھیجا اور داروغۂ زندان سے کہا کہ گرم کھانا اور سرد پانی ان کو نہ دینا اور ایذا اور سختی میں رکھنا۔ غرض وہ دونوں مظلوم دن بھر روزہ رکھتے تھے اور وقت افطار اُن کو دو روٹیاں جَو کی اور ایک کوزہ گرم پانی کا ملا کرتا تھا۔ ایک سال اسی حال سے رہے۔ اتفاقاً ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ ہماری مصیبت کو بہت طول ہوا، قریب ہے کہ زندگی ہماری اسی غم والم میں آخر ہو جائے۔ صلاح یہ ہے کہ جس وقت زندان بان آئے ہم حسب و نسب اپنا اُس کے سامنے بیان کریں اور جو قرابت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رکھتے ہیں، اس کو ظاہر کریں شاید اس کو ہمارے حال پر رحم آئے اور آب و طعام میں تنگی نہ کرے۔ غرض وقتِ شام زندان بان حسبِ معمول دو قرص نان ایک کوزہ آب لے کر آیا۔ چھوٹے لڑکے نے اُس مرد پیر سے پوچھا: اے شیخ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتا ہے؟ اُس نے کہا "کیونکر نہیں جانتا وہ میرے نبیؐ ہیں"! پھر پوچھا: "تو جعفرِ طیار کو جانتا ہے؟" کہا "کیوں نہیں جانتا ان کو حق تعالیٰ نے بہشتِ بریں میں دو پر عطا کیے ہیں جن سے ہمراہ فرشتوں کے پرواز کرتے ہیں۔" پھر پوچھا کہ "امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو جانتا ہے؟" اُس نے کہا "کیونکر نہیں جانتا وہ پیغمبرؐ کے داماد اور وصی ہیں"۔ پھر لڑکوں نے اُس سے کہا "اے شیخ! ہم تیرے پیغمبرؐ کے اقربا سے ہیں اور فرزند مُسلم بن عقیل ہیں۔ تیرے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور طعامِ گرم و آبِ سرد سے محروم ہیں اور اس خرابۂ تنگ و تار میں تُو نے ہم کو محبوس کیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ نیک انجام دونوں صاحبزادوں کے قدموں پر گر کر کہنے لگا "میری جان آپ پر قربان ہو! اے عترتِ رسولؐ یہ درِ زنداں کشادہ ہے جہاں چاہے چلے جاؤ اور دو روٹیاں اور پانی کا جام اُن کو دیا اور راستہ بتلا دیا اور کہا راتوں کو سفر کرنا اور دن کو چھپ رہنا تاکہ تمہارے لیے عنایاتِ باری تعالیٰ سے رستگاری ہو۔ دونوں صاحبزادے وقتِ شب روانہ ہوئے، تھوڑی

راہ چلے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک ضعیفہ سے ملاقات ہوئی۔ کہا "اے ضعیفہ! ہم دونوں پریشاں حال یتیم و آوارہ وطن ہیں، شہر کی راہوں سے واقف نہیں، یہ وقتِ شب ہے، ایک رات ہم کو مہمان کر اور اپنے گھر میں جگہ دے، علی الصباح روانہ ہو جائیں گے۔ اُس نیک بخت نے کہا کہ "پیارے بچو! تم دونوں کون ہو کہ تمھارے بدن کی خوشبو کو کوئی خوشبو نہیں پہنچتی" انھوں نے کہا "ہم تیرے پیغمبرؐ سے قرابت رکھتے ہیں، قید خانۂ ابنِ زیاد سے قتل کے خوف سے بھاگے ہیں"۔ ضعیفہ نے کہا "میرا ایک داماد زشت کردار ہے جو لڑائی میں حاضر تھا، مجھے خوف ہے کہ وہ مطلع ہو اور تم کو بے گناہ قید کرے۔" لڑکوں نے کہا "ایک شب درمیان ہے صبح کو ہم چلے جائیں گے"۔ آخر اس صالحہ نے قبول کیا اور اپنے گھر لے جا کر ان کے لیے کھانا پانی حاضر کیا۔ دونوں صاحبزادوں نے تناول فرمایا۔ اُس وقت چھوٹے بھائی نے بڑے سے کہا "میں گمان کرتا ہوں کہ یہ شب ہماری حیات کی آخری شب ہے اُٹھو کہ بغلگیر ہو لیں"۔ پس دونوں بھائی بغلگیر ہو کر سو رہے۔ تھوڑی دیر میں اس عورت کا داماد آیا، دق الباب کیا۔ ضعیفہ نے پوچھا کون ہے؟ نام بتلایا، پوچھا کیا سبب ہے؟ آج تو اس وقت آیا، یہ وقت تیرے آنے کا نہ تھا۔ اُس نے کہا "وائے تجھ پر میں سخت بدحواس ہوں دروازہ کھول دے کہ زہرہ میرا شق ہوا جاتا ہے۔ عجب محنت و بلا میں مبتلا رہا۔ پوچھا "کونسی بلا تجھ پر نازل ہوئی" کہا "دو لڑکے قید سے بھاگے ہیں۔ امیر نے کہا ہے جو شخص ان میں سے ایک کا سر لائے ایک ہزار درہم پائے گا۔ اور جو دونوں کا سر لائے دو ہزار درہم پائے گا، لہٰذا میں نے بڑی زحمت اٹھائی۔ لیکن کسی کو نہ پایا۔ ضعیفہ نے کہا "اے فرزند حذر کر مبادا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروزِ قیامت تیرے دشمن ہوں"۔ اُس بدسرشت نے کہا "وائے تجھ پر دنیا کی حرص و طمع ہر ایک کو ہوتی ہے"۔ اُس مومنہ نے کہا "کیا کرے گا ایسی دنیا کو جس میں آخرت نہ ہو"۔ شقی نے کہا "تیری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا امیر کے قیدی تیرے پاس ہیں، چل امیر تجھے بلاتا ہے"۔ اُس نے کہا "میں ایک ضعیفہ شکستہ حال ہوں، مجھ سے کیا چاہتا ہے"۔ بولا "دروازہ کھول دے تاکہ شب کو آرام کروں، میں صبح کو انھیں پھر تلاش کروں گا"۔ غرض اُس مومنہ نے دروازہ کھول دیا اور آب و طعام اس کے لیے لائی۔ تھوڑی رات گذری تھی کہ شقی نے ایک صاحبزادے کے سانس لینے کی صدا سنی، نہایت خشمناک اٹھا اور دیوار کو ہاتھ سے پکڑ کر ٹٹولتا چلا، اتفاقاً ہاتھ اُس بدذات کا ایک معصوم کے پہلو پر پڑا۔ صاحبزادے نے پوچھا "تو کون ہے؟" کہا "میں صاحبِ خانہ ہوں، تم بتلاؤ کون ہو؟" کہا "ہم یتیم مظلوم ہیں"۔ پھر بڑے بھائی کو جگا کر کہا "بخدا جس چیز کا ڈر تھا وہی درپیش ہے"۔

شقی نے کہا "تم دونوں کون ہو؟" کہا "اگر ہم سچ کہیں تو امان دے گا" کہا "ہاں"۔ انھوں نے دوبارہ پوچھا "یعنی پناہ خدا اور رسولؐ ہے"۔ اُس شقی نے کہا "قبول ہے"۔ معصوموں نے کہا کہ "محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس بات کے گواہ ہیں"۔ شقی نے کہا "گواہ ہیں"۔ مظلوموں نے کہا "حق تعالیٰ ہمارے اور تمھارے قول پر گواہ ہے"۔ کہا "شاہد ہے"۔ اس وقت بیکسوں نے کہا "ہم تیرے پیغمبرؐ کے اقربا میں سے ہیں، ابنِ زیاد کی قید اور قتل کے خوف سے بھاگے ہیں"۔ اس شقی نے کہا "موت سے تم بھاگے اور موت ہی میں گرفتار ہوئے۔ شکرِ خدا کہ تم میرے ہاتھ آئے"۔ پھر اٹھ کر بازو اُن بے گناہوں کے باندھے، تمام شب دونوں معصوم دستہ بستہ کھڑے رہے۔ صبح کے وقت ایک حبشی غلام فلیح نام کو بلا کر کہا "ان دونوں کو کنارۂ فرات لے جا کر قتل کر اور ان دونوں کے سر لے آ تاکہ میں ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم انعام پاؤں"۔ غلام نے تلوار اٹھائی اور دونوں بچوں کو لے کر چلا۔ تھوڑی راہ طے کی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا "اے حبشی! رنگ تیرا بلالؓ مؤذنِ رسولِ خدا کے رنگ سے بہت مشابہ ہے"۔ اُس نے کہا "میرے آقا نے تمھارے قتل کا حکم دیا ہے، تم کون ہو؟" انھوں نے کہا "ہم تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں، ابنِ زیاد کی قید سے بھاگے تھے، تیری بی بی نے ہمیں مہمان کیا تھا، تیرا آقا ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے"۔ یہ سن کر وہ غلام نیک انجام ان دونوں کے پاؤں پر گر پڑا، اور بوسے لیے اور کہا "میری جان تم پر فدا ہو اے عترتِ محمد مصطفےٰ میں نہیں چاہتا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروزِ قیامت میرے دشمن ہوں"۔ یہ کہہ کر شمشیر کو ایک طرف پھینکا اور آپ نہر میں کود کر ایک طرف سے دوسری طرف عبور کر گیا۔ اُس شقی نے پکارا "اے غلام تو نے نافرمانی کی اور حکم میرا نہ مانا"۔ غلام نے کہا "اے آقا! تیرا اتباع تو وہیں تک ہے کہ تو خدا کی نافرمانی نہ کرے، در صورتیکہ تو نے خدا کے حکم کے خلاف کیا۔ پس میں نے دنیا و آخرت میں تجھ سے بیزاری کا اظہار کیا۔ پھر اُس شقی نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا "اے فرزند! میں نے دنیا میں اپنا مال حلال اور حرام سب تیرے لیے جمع کیا، اب میری اطاعت بجا لا اور ان دونوں کو کنارۂ فرات لے جا کر قتل کر اور سر لے آ، تاکہ میں ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم جائزہ پاؤں"۔ اُس جوان نے شمشیر ہاتھ میں لی اور لڑکوں کو لے کر فرات کی طرف چلا۔ تھوڑی راہ چلا تھا کہ چھوٹے بھائی نے کہا "اے جوان میں تیری جوانی پر آتشِ جہنم کا خوف کرتا ہوں"۔ اُس نے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "ہم عترتِ اطہار سیدِ ابرار ہیں، تیرا باپ چاہتا ہے کہ ہمیں قتل کرے"۔ وہ سعادت مند مخلص ہو کر کہنے لگا "میری جان آپ پر فدا ہو، اے عترتِ رسولؐ! خدا نہ کرے حضرت پیغمبرؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروزِ محشر میرے دشمن

ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کو پھینک دیا اور خود نہر میں کود پڑا اور پیر کر دوسری جانب نکل گیا۔ وہ ملعون
چلایا کہ اے فرزند! تو نے بھی نافرمانی کی۔" اس نے کہا اس نافرمانی سے خدا کی اطاعت بہتر ہے۔
اور معصیت سے جہنم ہے۔" اس وقت شقی نے کہا "سوا میرے تمھارا کوئی قاتل نہ ہوگا۔" پس تلوار اٹھا کر
بچّوں کو ہمراہ لیا اور فرات کے کنارے پر جاکر شمشیر نیام سے نکالی۔ دونوں صاحبزادے بے اختیار زار
زار رونے لگے اور کہا اے شیخ ہم کو بازار میں لے جاکر بیچ ڈال اور پیغمبرؐ کی دشمنی کو مول نہ لے۔ اس نے
کہا "نہیں! میں ذبح کروں گا اور ابنِ زیاد سے انعام پاؤں گا۔" اُن مظلوموں نے کہا "اے شیخ پیغمبرؐ
کی قرابت کا لحاظ و پاس نہیں کرتا۔" اس نے کہا "تم کو قرابتِ رسولؐ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"
معصوموں نے کہا "اے شیخ! ہم کو ابنِ زیاد کے پاس لے جا تاکہ وہ جو چاہے حکم کرے۔" اُس بے رحم
نے کہا "میں تم کو قتل کیے بغیر اس کے پاس نہیں جا سکتا۔" اُن بیکسوں نے کہا "اے شیخ تجھ کو ہماری
کمسنی پر رحم نہیں آتا۔" لعین نے کہا "حق تعالیٰ نے رحم میرے دل میں پیدا نہیں کیا۔" آخر یتیموں نے کہا
"اے شیخ اگر ہم کو ضرور قتل کرے گا تو اتنی مہلت دے کہ چند رکعت نماز پڑھ لیں۔" کہا "پڑھ لو اگر نفع
بخشے۔" بچّوں نے چار چار رکعت نماز بخضوع و خشوع پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی یَا حَیُّ یَا
حَکِیْمُ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْن ہمارے اور اس شخص کے درمیان براستی حکم فرما۔ اُس کے بعد اُس
شقی نے بڑے صاحبزادے کو تلوار لگائی اور سر جُدا کر کے توبڑہ میں رکھا۔ چھوٹا بھائی دوڑ کر بڑے بھائی
کے خون میں لوٹتا تھا اور کہتا تھا، اسی حال میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کروں گا۔
اس سنگدل نے کہا "خاطر جمع رکھ کہ تجھے بھی تیرے بھائی سے ملحق کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس بچّے کے بھی
ضربت لگائی اور سر جُدا کر کے توبڑے میں رکھا اور دونوں لاشیں دریا میں پھینک دیں۔ جب دربارِ ابنِ زیاد
میں گیا تو وہ شقی کرسی پر بیٹھا تھا اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس ملعون نے دونوں بچّوں کے سر
اس کے سامنے رکھ دیئے ابنِ زیاد نے جونہی ان دونوں سروں کو دیکھا اُٹھ کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا پھر کھڑا
ہوا اور بیٹھا۔ تین مرتبہ یوں ہی کیا اور قاتل سے خطاب کیا "وائے ہو تجھ پر تو نے ان کو کہاں پایا۔" کہا میرے
گھر میں ایک بڑھیا نے ان کو مہمان کیا تھا۔" ابنِ زیاد نے کہا "تو نے روایاتِ مہمانی کا بھی کوئی پاس نہیں کیا۔"
اس نے کہا "نہیں۔" ابنِ زیاد نے کہا "انھوں نے تجھ سے کچھ کہا تھا۔" کہا "مجھ سے کہتے تھے، اے شیخ!
ہم کو بازار میں لے جاکر فروخت کر لے اور قیمت سے منتفع ہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دشمنی گوارا
نہ کر۔" ابنِ زیاد نے کہا "پھر تو نے کیا جواب دیا۔" کہا "میں نے کہا تم کو قتل کر کے سر امیر کے پاس لے جاؤں گا
تاکہ جائزہ پاؤں۔" پوچھا "انھوں نے کیا جواب دیا۔" کہا "انھوں نے درخواست کی کہ ہم کو ابنِ زیاد کے

پاس زندہ لے چل وہ جو چاہے حکم کرے۔" پوچھا "پھر تو نے کیا جواب دیا۔" کہنے لگا "میں نے کہا تم کو
قتل کیے بغیر باریابی وہاں نہ ملے گی۔" ابنِ زیاد نے کہا "تو انھیں زندہ کیوں نہ لایا کہ میں تمھیں دوچند صلہ
دیتا۔" کہا "مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ ان کے خون کے سوا تیرا تقرب حاصل کر سکتا ہوں۔" ابنِ زیاد نے کہا
"پھر لڑکوں نے کیا جواب دیا۔" شقی نے کہا "کہنے لگے تو قرابتِ رسولؐ کا پاس و لحاظ نہیں کرتا۔" ابنِ زیاد
نے پوچھا "تو نے کیا جواب دیا۔" کہا "میں نے ان کی قرابت کا انکار کیا۔" ابنِ زیاد نے پوچھا "پھر انھوں
نے کیا کہا۔" شقی نے کہا "کہنے لگے ہماری کم سنی اور خورد سالی پر تجھے رحم نہیں آتا؟" ابنِ زیاد نے کہا تجھے
رحم نہ آیا؟" اُس ملعون نے کہا کہ "میں نے اُن سے کہا کہ حق تعالیٰ نے رحم میرے دل میں خلق نہیں کیا۔"
ابنِ زیاد نے پوچھا "آخر میں انھوں نے کیا درخواست کی۔" کہا "انھوں نے کہا کہ اگر تجھے ہمارا قتل ہی منظور
ہے تو ہم کو نماز پڑھ لینے دے۔" میں نے کہا "اگر نماز کچھ نفع دے تو پڑھ لو۔ الغرض دونوں بچّوں نے چار چار
رکعت نماز پڑھی۔" ابنِ زیاد نے پوچھا "نماز کے آخر میں کیا کہا۔" کہنے لگا "ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور
کہنے لگے "یَا حَیُّ یَا حَکِیْمُ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ ہمارے اور اس شخص کے درمیان تو بحق و راستی
حکم فرما۔" ابنِ زیاد نے کہا "احکم الحاکمین نے حکم کر دیا۔" یہ کہہ کر ابنِ زیاد اپنے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا
اور پکارا کہ ہے کوئی کہ اس فاسق کو ٹھکانے لگائے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ حکم بن زیاد
نے کہا، جہاں اس نے ان لڑکوں کو مارا ہے وہیں لے جاکر اسے قتل کر مگر اس خبیث کا خون ان کے خون
سے ملنے نہ پائے اور جلد اس کا سر لے آ۔ اس شخص نے اسی طرح کیا اور اُس کا سر نیزہ پر ایسی جگہ رکھوایا
کہ شہر کے بچّے ڈھیلے اور پتھر مارتے اور کہتے تھے اِس ملعون نے اولادِ پیغمبرؐ کو قتل کیا تھا۔

مؤلّف فرماتے ہیں کہ مناقبِ قدیمہ میں یہ قصّہ تھوڑے تغیر کے ساتھ منقول ہے محمد بن یحییٰ
ذہلی سے روایت ہے کہ بعد شہادت جناب سیّد الشہداءؑ و اسیریِ اہلبیتؑ دو لڑکے لشکرِ ابنِ زیاد سے بھاگے،
ایک کا نام ابراہیم اور دوسرے کا محمدؑ تھا۔ یہ دونوں جعفرِ طیّار کے صاحبزادے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک
ضعیفہ سے ملاقات ہوئی جو نہر میں پانی بھر رہی تھی۔ وہ عورت اُن کا حُسن و جمال دیکھ کر پوچھنے لگی تم کون
ہو؟ بچّوں نے جواب دیا ہم اولادِ جعفرِ طیّار ہیں، لشکرِ ابنِ زیاد سے بھاگے ہیں۔ عورت نے کہا، میرا شوہر
لشکرِ ابنِ زیاد میں رہتا ہے، ڈرتی ہوں کہ رات کو نہ آجائے وگرنہ تمھیں بدل و جان مہمان کرتی۔ ان
دونوں ماہ پاروں نے کہا، تو ہمیں لے جا شاید کہ تیرا شوہر آج شب کو نہ آئے۔ خلاصہ وہ زنِ صالحہ
ان کو گھر لے گئی اور اُن کے لیے کھانا لائی۔ انھوں نے کہا ہم کو حاجتِ طعام نہیں البتہ ایک جا نماز
لادے تاکہ نمازیں پڑھیں۔ الغرض دونوں نمازیں پڑھ کر فرشِ خواب پر گئے۔ اس وقت چھوٹے بھائی

نے بڑے سے کہا مجھ کو اپنی آغوش میں لے لو اور میرے بدن کی خوشبو سونگھو۔ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ شب ہماری حیات کی آخری شب ہے۔ باقی حالات موافق روایت سابق کے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس ملعون نے تلوار کھینچی، بڑے لڑکے کو قتل کیا اور لاش فرات میں ڈال دی۔ اس شقی کو چھوٹے نے قسم دی اور کہا تھوڑی دیر مجھے اپنے بھائی کے خون میں لوٹ لینے دے۔ اُس نے کہا کہ اس سے کیا حاصل ہے۔ لڑکے نے کہا مجھے یونہی منظور ہے۔ پس ایک ساعت خونِ ابراہیم میں غلطاں رہا، اس ملعون نے کہا اُٹھ! وہ نہ اُٹھا، آخر تلوار پشتِ سر پر لگائی اور گردن سے سر کو قطع کیا۔ اور بدن نہرِ فرات میں ڈال دیا۔ چھوٹے بھائی کا بدن پانی پر ٹھہرا رہا جب دوسرے بھائی کی نعش پانی میں ڈالی گئی تو پہلی نعش پانی کو شق کرتی ہوئی چھوٹے بھائی کے نعش کے پاس آئی اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر غرقِ دریائے رحمتِ الٰہی ہو گئے۔ اُس وقت اُس شقی نے یہ آواز لاشوں سے سنی کہ بارِ الٰہا! تو جانتا ہے اور دیکھتا ہے جو سلوک اس ملعون نے ہمارے ساتھ کیا۔ ہمارا انتقام اس سے لے۔ راوی کہتا ہے کہ عبید اللہ ابنِ زیاد نے نادر نام ایک غلام کو بلایا اور اشارہ کیا کہ اس ملعون کی مشکیں باندھ لے اور جہاں اس نے لڑکوں کو قتل کیا ہے لے جا کر قتل کر اور اس کے کپڑے اُتار لے اور دس ہزار درہم میں نے تجھے دیئے اور آزاد کیا۔ غرض غلام اس بد انجام کو اُسی مقام پر لے گیا۔ اُس ملعون نے کہا، اے نادر! تو بالفرور مجھے قتل کرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ پس غلام نے اسے قتل کیا اور جیفۂ ناپاک اس کا فرات میں پھینک دیا۔ پانی نے اُس ناپاک کو قبول نہ کیا اور کنارِ نہر ڈال دیا۔ آخر بموجب حکم ابنِ زیاد اُس کی لاش جلادی گئی۔ اس طرح وہ شقی داخلِ جہنم ہوا۔

باب (۲)

اُن وقائع میں جو اہلبیتؑ پر بعدِ شہادت تا مدینۂ منوّرہ واقع ہوئے

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرّحمہ نے کتابِ لہوف میں اور شیخ ابن نما نے مثیر الاحزان میں روایت کی ہے کہ عمرِ سعد نے روزِ عاشورا سرِ سیّد الشہداءؑ خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابنِ زیاد کے پاس بھیجا اور حکم کیا کہ سرہائے اصحابِ حسین علیہ السّلام بھی بدن سے جدا کرو اور ان کو شمر بن ذی الجوشن اور قیس بن اشعث و عمر بن حجاج کے ہمراہ روانہ کیا۔ الحاصل وہ ملعون کوفہ میں پہنچے اور عمرِ سعد دوسرے دن کربلا میں تا زوالِ آفتاب رہا۔ اس کے بعد وہ بھی روانہ ہوا اور اہلبیتِ اطہار کو شترانِ بے کجاوہ پر سوار کر کے مانندِ اسیرانِ ترک و روم لے چلا، شاعر نے خوب کہا ہے۔

یُصَلّٰی عَلَی الْمَبْعُوْثِ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ وَ یُغْزٰی بَنُوْہُ اِنَّ ذَا الْعَجَبُ

یعنی دُرود پیغمبرِ ہاشمی (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پر بھیجتے ہیں اور اس کی اولاد سے جنگ کرتے ہیں یہ عجب ماجرا ہے۔ الغرض جب وہ بد انجام دشتِ کربلا سے روانہ ہوا، ایک گروہ نے قوم بنی اسد سے آ کر لاشہ ہائے شہدا و خون آلودہ اور نعش ہائے طاہرہ پر نمازیں پڑھیں اور ان کو اس طرح دفن کیا کہ جس طرح بالفعل ضریحیں موجود ہیں۔ **شیخ مفید** علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کو وہاں دفن کیا جس جگہ اس وقت مرقدِ اطہر ہے اور علی اصغر کو حضرت کے پائینِ پا اور شہدائے اہلبیتؑ و اصحاب کو حضرت کے پائینِ پا دفن کیا جس مقام پر کہ شہید ہوئے تھے جہاں کہ اب روضۂ اقدس موجود ہے۔ سیّد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عمرِ سعد اہلبیتؑ کے ہمراہ کوفہ کے قریب پہنچا تو اہلِ کوفہ بطور تماشائیوں کے آئے۔ ایک عورت نے پشتِ بام سے پوچھا کہ تم کہاں کے قیدی ہو۔ اہلبیت علیہم السلام نے فرمایا "ہم اسیرانِ آلِ محمدؐ ہیں۔ یہ سُنکر وہ عورت نیچے اُتر آئی اور کچھ چادریں لا کر مخدرات کو پیش کیں۔ انھوں نے قبول فرمائیں۔ سیّد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السّلام اہلبیتِ اطہار کے ہمراہ بشدت بیمار تھے اور حسن مثنیٰ فرزند امام حسن علیہ السّلام بھی اپنے عمِ عالی مقدار کے ہمراہ کربلا میں شریکِ رنج و محن رہے اور زخم کاری کھائے۔ کچھ رمق جان باقی تھی کہ اُن کو اُٹھا لائے۔ ان کے علاوہ دو فرزند امام حسنؑ زیدؑ اور عمروؑ بھی ان کے ساتھ تھے۔ القصہ اہلِ کوفہ اسیرانِ اہلبیتؑ کو دیکھ کر نوحہ اور گریہ کرنے

لگے ، امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس وقت فرمایا "تم ہم پر گریہ و نوحہ کرتے ہو۔ پھر ہمارا قاتل کون ہے؟ * بشیر بن جزیم اسدی کہتا ہے، میں نے اس دن حضرت زینبؑ بنتِ علیؑ کو اس طرح تقریر کرتے دیکھا کہ قسم بخدا! اس سے پہلے کبھی کسی پردہ نشین بی بی کو اتنی فصاحت و بلاغت سے بولتے نہ دیکھا تھا گویا زینبؑ کے دہنِ مبارک میں ان کے باپ علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی زبانِ گوہر بار تھی۔ ایک دفعہ آپ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ "چُپ رہو"، اس اشارہ کی یہ تاثیر تھی کہ اِرْتَدَّتِ الْاَنْفَاسُ وَسَکَنَتِ الْاَجْرَاس لوگوں کے سینوں میں سانس رک گئی، اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز تک بند ہوگئی۔ زینبؑ نے فرمانا شروع کیا۔

"تمام حمد خداوندِ کریم کے لیے ہے اور درود و سلام ہے میرے جد محمد مصطفےٰ (صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم) اور اُن کی آلِ پاک پر۔ اَمّا بعد اے کوفہ والو! اے مکر و دغا والو! تم رو رہے ہو۔ تمھیں تمھارے آنسو اور نہ رکیں تمھارے نوحے۔ تمھاری مثال اس بُڑھیا جیسی ہے جو مضبوط تاگا بٹ کر کھول ڈالے۔ تمھاری قسمیں کیا غدّاری کے لیے تھیں۔ تم میں سوائے اوچھے پن اور برائیوں میں غلطاں ہونے کے کیا ہے۔ تم کنیزوں کی طرح تملق کرنا جانتے ہو اور دشمنوں کی طرح اذیت پہنچاتے ہو۔ تم کوڑے پر اُگے ہوئے خس و خاشاک ہو، تم قبر پر لگی ہوئی چاندی ہو جس کا سوائے قبرستان کی زینت کے کوئی فائدہ نہیں۔ ارے کتنا بُرا ذخیرہ تم نے اپنے لیے مہیّا کر رکھا ہے، اللہ کا غضب تمھارے اوپر ہے۔ اور تم ہمیشہ معذّب رہوگے۔ تم رو رہے ہو اور ڈاڑھیں مار رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم! اب روؤگے بہت ہنسوگے کم، کیونکہ تم نے زمانہ بھر کی برائیاں اپنے دامن میں سمیٹ لیں، اب یہ دھبّے تمھارے دامن سے چھڑائے نہ جاسکیں گے، اور فرزندِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خون کے دھبّے کیسے چھُٹ سکتے ہیں۔ اُس کے خون کے دھبّے جو سیّد شبابِ اہلِ جنّت ہے، جو تمھارے نیکوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ جو تمھاری مصیبتوں کے وقت جائے پناہ تھا۔ جو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے ایک نورانی منارہ تھا، جو سنّتِ رسولؐ کا پیشوا تھا۔ کتنا بُرا ذخیرہ تم لے چلے ہو۔ تمھارے لیے ہلاکت و بربادی ہو، تمھاری کوئی امیّد بر نہ آئے، تمھارے ہاتھ قلم ہوں، تمھاری تجارت برباد ہو، تم غضبِ الٰہی میں گرفتار ہو۔ تم پر ذلّت و رسوائی کی مار ہو۔ اے کوفہ والو! جانتے ہو رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کس جگر بند کو تم نے ذبح کر ڈالا! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کس ناموس کو تم نے سر برہنہ لا کھڑا کیا؟ کس کا خون تھا جو تم نے بے دریغ بہایا؟ یہ کس کی حرمت ضائع کی؟ تم نے بڑی مصیبت برپا کر دی۔ (بروایت دیگر) فرمایا "ایسی مصیبت کہ قریب ہے، آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہوجائے، ایسی مصیبت جس سے زمین و آسمان کا دامن مملو ہوجائے

تم اس پر تعجب کر رہے ہو کہ آسمان سے خون کیوں برس رہا ہے، ابھی کیا ہے آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ دردناک اور رسوا کُن ہوگا۔ جب تمھارا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ اللہ کی دی ہوئی مہلت سے اترا نہ جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کاموں میں جلدی نہیں ہوتی، نہ اس کو وقتِ انتقام کے فوت ہونے کا دھڑکا ہوتا ہے۔ تمھارا رب تمھارے کمین میں ہے۔" لہ

راوی کہتا ہے بخدا میں نے دیکھا کہ سب لوگ یہ کلام سنکر متحیر ہوگئے اور بے اختیار روتے تھے اور اپنی انگلیاں منہ میں دباتے تھے۔ ایک پیرمرد میرے پہلو میں کھڑا بہت رو رہا تھا۔ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی تھی۔ کہتا تھا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمھارے بوڑھے تمام بوڑھوں سے بہتر اور تمھارے جوان تمام جوانوں سے افضل اور عورتیں زنانِ عالم سے افضل اور تمھاری نسل بہترین نسل ہے اور کبھی بھی تم عاجز و ذلیل نہیں ہوگے۔ ٢ہ

یزید بن موسیٰ روایت کرتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ صغریٰ کا کربلا سے کوفہ میں وُرود ہوا تو آپ نے حسبِ ذیل خطبہ پڑھا۔ "حمد ہے خدا کی تعداد میں اس قدر جتنی ریگِ صحرا اور سنگریزے ہیں، وزن میں اتنی جتنی عرش سے تا بہ فرش تمام چیزیں ہیں، میں اس کی حمد کرتی ہوں اور اس پر ایمان و توکل رکھتی ہوں اور اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد مصطفےٰ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اس کے بندہ و رسولؐ ہیں، اور یہ گواہی دیتی ہوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اولاد دریائے فرات کے کنارے بے جرم و خطا ذبح کر ڈالی گئی۔ پالنے والے میں تجھ سے پناہ مانگتی

لہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے آخر میں یہ شعر بھی پڑھے ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ — مَاذَا صَنَعْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ
بِاَهْلِ بَیْتِیْ وَاَوْلَادِیْ وَمَکْرُمَتِیْ — مِنْهُمْ اُسَارٰی وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمٍ
مَا کَانَ هٰذَا جَزَائِیْ اِذْ نَصَحْتُ لَکُمْ — اَنْ تَخْلُفُوْنِیْ بِسُوْءٍ فِیْ ذَوِیْ رَحِمِیْ

(ترجمہ) تم کیا جواب دوگے جب میرے نانا رسولِ خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تم سے سوال کریں گے کہ تم نے آخر الامم ہو کر میرے اہلبیتؑ، میری اولاد، میری ناموس کے ساتھ کیا کیا۔ کچھ تو ان میں سے اسیر ہیں اور کچھ اپنے خون میں لوٹ رہے ہیں۔ کیا میری خدمات کا یہی صلہ تھا کہ تم میرے اعزّہ کے ساتھ بُرا برتاؤ کرو۔

٢ہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: - یَا عَمَّةِ اسْکُتِیْ فَفِی الْبَاقِیْ عَنِ الْمَاضِیْ اِعْتِبَارٌ وَاَنْتِ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَالِمَةٌ غَیْرُ مُعَلَّمَةٍ فَهِمَةٌ غَیْرُ مُفَهَّمَةٍ۔ (ترجمہ) اے پھوپھی! خاموش ہوجائیے، باقی میں ماضی کے لیے عبرت ہے اور آپ بحمد اللہ بغیر کسی کے پڑھائے عالمہ ہیں اور بغیر کسی کے سمجھائے خود سمجھ دار ہیں۔ جزائری

ہوں، اِس امر سے کہ میں تجھ پر جھوٹ باندھوں اور جو عہد تو نے رسولِ اکرم کے وصی حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السّلام کے بارے میں لیے ہیں اُس کے خلاف کہوں۔ وہ علیؑ جنکا حق چھین لیا گیا، جن کو مدعیانِ اسلام کے سامنے خدا کے گھر میں شہید کر دیا گیا، جس طرح کل اُن کی اولادِ امجاد کو قتل کیا گیا، خدا ان (جھوٹے مسلمانوں) کو غارت کرے۔ تو نے نہ تو اُن کی حیات میں ان سے لوگوں کے ظلم کو دُور کیا نہ اُن کی شہادت کے بعد (یعنی ان کے خلاف ظالموں کو من مانی کرنے کا موقع دیا) یہاں تک کہ ان کو اس عالم میں اپنے پاس بلا لیا کہ ان کا نفس محاسن کا مجموعہ، ان کا مزاج پاک و پاکیزہ ہو چکا تھا۔ چار دانگ عالم میں ان کے مناقب مشہور اور ان کے بلند نظریات معروف ہو چکے تھے۔ پالنے والے! تیرے معاملہ میں نہ تو ان کو کسی ملامت کنندہ کی ملامت کی پروا تھی نہ کسی بُرا کہنے والے کی باک۔ پالنے والے! تو نے کمسنی ہی میں ان کو اخلاقِ اسلامی سے آراستہ کر دیا تھا، اور بڑھنے کے بعد ان کے مناقب کی تعریف کی ہے۔ وہ ہمیشہ تیرے اور تیرے رسولؐ کی پُرخلوص خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ تو نے ان کو اٹھا لیا جبکہ وہ دنیا سے بالکل کنارہ کش تھے۔ اس کی حرص کا ان میں شائبہ بھی نہ تھا۔ آخرت کی طرف راغب تھے، تیری راہ کے راضی برضا مجاہد تھے، پس تو نے ان کو منتخب کیا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی (امّا بعد) اے اہلِ کوفہ! اے مکر و غدر و تکبّر والو! تم کو معلوم ہو کہ ہم وہ اہلبیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ اور تم کو ان کے ذریعہ آزمایا ہے اور ہماری آزمائش کو بہتر قرار دیا۔ اس نے اپنا علم و فہم ہم کو عطا فرمایا۔ پس ہم اس کے علم کے دَر، اس کی فہم و حکمت کے خزانے اور اُس کے بندوں اور ملکوں میں اس کی حجت ہیں۔ اللہ نے ہم اہلبیتؑ کو اپنی بزرگی سے بزرگ کیا، اور اپنے دوسرے بندوں پر اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذریعہ کھلی ہوئی فضیلت عنایت کی۔ لیکن تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمارے شرف کا انکار کیا، ہمارے ساتھ جنگ کرنے کو حلال جانا، ہمارے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا جیسے ہم اولادِ رسولؐ نہ تھے بلکہ ترک و کابل کے کفّار کی اولاد تھے، جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد (علی مرتضیٰؑ) کو قتل کر دیا۔ تمہاری تلواروں سے ہم اہلبیتؑ کا خون ٹپک رہا ہے۔ تم نے اپنے پچھلے کینوں کو نکال کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کیا، اور اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ تم نے ہمارے ساتھ مکر نہیں کیا، اللہ کے ساتھ مکر کیا، اور اللہ تمہارے اِس مکر کا بہترین جواب دینے والا ہے، لہٰذا تم ہمارا خون بہا کر اور ہمارے اموال لوٹ کر خوش نہ ہونا، کیونکہ ہم پر جو بھی مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے ہیں وہ سب ہمارے اعمال سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے تاکہ اس چیز کا افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ

سے جاتی رہے اور اس کی خوشی نہ ہو جو ہاتھ آئے اور خدا کسی متکبّر و اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اے اہلِ کوفہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ تم خدا کی لعنت اور اُس کے عذاب کے منتظر رہو، عنقریب آسمان سے ایسا عذاب نازل ہونے والا ہے جو تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تمہیں بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکے گا، اور تم آپس ہی میں کٹ مرو گے۔ پھر تم نے جو مظالم ہم پر توڑے ہیں ان کی حقیقی پاداش تم کو روزِ قیامت ملے گی، جب تم ایسے عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے جس سے کبھی نہ رستگاری ہوگی۔ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے کن ہاتھوں سے ہم پر ظلم کیا اور تم میں سے کون لوگ ہم سے لڑنے آئے اور کن قدموں سے تم ہم پر چڑھائی کرنے آئے اور تمہارے دل و جگر سخت ہو گئے ہیں، تمہارے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ شیطان تم پر اچھی طرح چھا چکا ہے اور تم کو جھوٹی امیدیں دلا چکا ہے۔ اُس نے تمہاری آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ اب تم راہِ راست پر نہیں آسکتے۔ تمہارے لئے تباہی ہو۔ اے کوفہ والو! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جس کی وجہ سے تم نے ان کے بھائی علی مرتضیٰ علیہ السّلام اور ان کے اولادِ پاک سے انتقام لیا۔ چنانچہ ایک ظالم نے اس انتقام پر فخریہ اشعار پڑھے۔ ؎

نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِيًّا وَبَنِي عَلِيٍّ … بِسُيُوفٍ هِنْدِيَّةٍ وَرِمَاحٍ
وَسَبَيْنَا نِسَاءَهُمْ سَبْيَ تُرْكٍ … وَنَطَحْنَاهُمْ فَأَيَّ نِطَاحٍ

"ہم نے علیؑ و اولادِ علیؑ کو مارا ہے ہندی تلواروں اور نیزوں سے، اور ان کی عورتوں کو اس طرح اسیر کیا جس طرح ترکی غلام اسیر کیے جاتے ہیں اور ان سے خوب ٹکر لی۔" اے یہ شعر پڑھنے والے تیرے منہ میں خاک و پتھر ہوں۔ تو ان لوگوں کے قتل پر فخر کر رہا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بحکمِ آیۂ تطہیر پاک و پاکیزہ رکھا ہے۔ اے کہنے والے! تو چپ ہو جا اور اپنے باپ کی طرح ذلّت کے ساتھ بیٹھا رہ۔ ہر شخص کو اپنے کرتوتوں کی پاداش ملے گی۔ وائے ہو تم پر! اللہ تعالیٰ نے جو فضیلتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں تم نے ان کی وجہ سے ہم پر حسد کیا، بقولِ شاعر۔ ؎

فَمَا ذَنْبُنَا اِنْ جَاشَ دَهْرٌ بُحُوْرِنَا … وَبَحْرُكَ سَاجٍ لَا يُوَارِي الدَّعَامِصَا

اگر ہمارے فضائل و کمالات کا سمندر جوش زن ہے اور تمہارا پایاب ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے، یہ تو فضلِ خدا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے اور وہ بڑے فضل و کرم والا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دکھائے اس کو کہیں سے روشنی نہیں مل سکتی"۔ راوی کہتا ہے کہ جب آپ کا کلام یہاں تک پہنچا تو چاروں طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اے پاک و پاکیزہ ہستیوں کی بیٹی

بس کیجئے! آپ نے ہمارے جگر کو کباب کر دیا اور ہمارے دلوں میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔ پس آپ خاموش ہو گئیں۔ مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ یہ خطبہ کتاب احتجاج میں انہیں اسناد سے ہے، اب اس کے بعد ہم کلام سیّد ابن طاؤسؒ کی طرف پلٹتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت اُمّ کلثومؑ نے خطبہ شروع کیا اور بصدائے بلند رو کر فرمایا "اے اہلِ کوفہ! بُرا حال ہو تمہارا کس لئے تم نے حسین علیہ السّلام کو چھوڑا اور ان کو قتل کیا اور مال و اسباب اُن کا لوٹ لیا، اُس کو اپنا ورثہ گردانا اور اُن کے اہلبیتؑ کو قید کیا، ہلاک ہو تم اور دوری ہو رحمتِ خدا سے تمہارے لیے۔ وائے ہو تم پر، آیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے اور کیسے کیسے خون تم نے بہائے اور کس کی لڑکیوں کو تم نے بے پردہ کیا اور کیسے اموال کو لوٹ لیا۔ ایسے شخص کو تم نے مارا ہے جو پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے بعد تمام عالم سے بہتر تھا۔ تمہارے دلوں سے رحم اٹھ گیا۔ بیشک کہ مردانِ خدا رستگار ہیں اور پیروانِ شیطان زیاں کار"۔ اس کے بعد کئی شعر اس مضمون کے پڑھے کہ وائے تم پر میرے بھائی کو بے گناہ قتل کیا۔ عنقریب تمہاری سزا آتشِ جہنم ہوگی کہ ایسے خون کو تم نے بہایا ہے جس کو خدا اور رسولؐ نے کتاب میں حرام کیا ہے۔ تم کو دوزخ کی بشارت ہو تم بروزِ قیامت بالیقین جہنم میں مخلد ہو گے، اور میں تمام عمر اپنے بھائی پر جو بعد پیغمبرؐ بہترین خلق تھا گریہ و زاری کرتی رہوں گی، اور سیلِ اشک اس غمِ جاودانی میں بہایا کروں گی۔ راوی کہتا ہے کہ تمام حضّار اس کلامِ حزن آثار کو سنکر نوحہ و گریہ کرنے لگے، اور عورتوں نے بال پریشان کئے اور خاک سر پر ڈالی اور منہ ناخنوں سے چھیلے اور طمانچے رخساروں پہ مارے اور واویلاہ وامصیبتاہ کہہ کر نالہ و شیون کرنے لگیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس روز سے زیادہ کوئی دن گریہ و بکا کا ہم نے نہ دیکھا۔

اس کے بعد امام زین العابدین علیہ السّلام نے لوگوں کو چپ ہونے کا اشارہ فرمایا، اور بعد حمد و ثنائے الٰہی اور نعتِ حضرتِ رسالت مآب (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) فرمایا۔ ایہا النّاس جو شخص کہ مجھ کو پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کو معلوم ہو کہ میں علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جو کنارِ فرات بے جرم و خطا ذبح کیا گیا۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جس کی حرمت و عزّت ضائع کی گئی اور اُس کے عیال و اطفال کو اسیر کیا گیا، میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا، میں اُس کا فرزند ہوں جس کو بظلم شہید کیا گیا، اور یہ فخر میرے واسطے کافی ہے۔ ایہا النّاس! میں قسم دیتا ہوں تم کو خالقِ عباد کی کہ تم جانتے ہو کہ تم ہی وہ ہے جس نے میرے باپ کو خط لکھ کر بلایا پھر دھوکا دیا، اور عہد و پیمان کئے آخرالامر ان کو قتل کر ڈالا اور مدد و یاری نہ کی، بُرے اعمال اپنے لیے جمع کئے اور رائے بد اختیار کی۔ کن آنکھوں سے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھو گے جس وقت کہ حضرتؐ فرمائیں گے تم نے میری عترت کو قتل کیا اور

میری حرمت کو ضائع کیا تم میری اُمّت سے نہیں ہو"۔ امامؑ کی یہ تقریر سنکر لوگوں کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہوئیں اور آپس میں کہتے تھے ہم ہلاک ہوئے اور ہم نے غفلت کی۔ پھر حضرت سجّادؑ نے فرمایا "رحمت خدا کی اُس شخص پر جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت درباب خدا و رسولؐ، اللہ و اہلبیتؑ حفظ کرے کیونکہ ہم ہی رسولؐ اللہ کی سیرت کا صحیح نمونہ ہیں"۔ یہ سنکر سب نے بالاتفاق کہا کہ یا ابن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم آپ کے مطیع ہیں اور آپ کے عہد کے محافظ و نگہبان ہیں۔ آپ کے کسی حکم سے ہم کو انکار نہیں ہے، آپ کے دشمن کے دشمن اور دوست کے دوست ہیں، یزید اور اُن اشقیا سے جنھوں نے آپ پر ظلم کیا ہم انتقام لینے کے لیے تیار ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہیہات ہیہات اے گروہِ غدّار اور فرقۂ مکّار تم اپنے نفس کی ہوا و ہوس میں گرفتار رہنا چاہتے ہو تاکہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جو میرے آبائے طاہرینؑ کے ساتھ کیا۔ قسم بخدا زخم ابھی نہیں بھرا، کل کی بات ہے کہ میرے والد کو مع اہلبیتؑ کرام قتل کیا۔ مجھ کو جد و پدر کی شہادت نہیں بھولی اور تلخی و حرارت غم و غصّہ کی میرے حلق میں ابھی باقی ہے اب تم سے صرف اتنی خواہش ہے کہ ہم کو نہ فائدہ پہنچاؤ نہ نقصان، پھر آپؑ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے، تعجب نہیں ہے اگر حسین علیہ السّلام شہید ہوئے، کیونکہ ان کے والد جو اُن سے بہتر تھے، انھوں نے بھی شہادت پائی اور خوش نہ ہو، اے اہلِ کوفہ اُن ظلموں سے جو حسین علیہ السّلام کو تم نے پہنچائے۔ یہ امرِ عظیم تھا، حسینؑ کشتۂ نہرِ فرات ہے، جان میری حضرت پر قربان ہو اور جس نے حضرت کو قتل کیا آتشِ دوزخ اسکی جزا ہے۔

احتجاج میں بشیر بن جذلم سے اِس طرح مروی ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السّلام متوجہ اہلِ کوفہ ہوئے اور اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو تو سب چُپ ہو رہے، تا آخر حدیث سیّد ابن طاؤسؒ نے کہا ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا ہم راضی برضا ہیں۔ آج تم سے نفع و نقصان کچھ نہیں چاہتے[1] کتبِ معتبرہ میں مُسلم جصاصؒ سے روایت ہے کہ ابنِ زیاد نے کوفہ میں مجھ کو مرمتِ دارالامارۃ کے واسطے طلب کیا تھا۔ میں دروازہ قصر پر گچکاری کر رہا تھا۔ ناگاہ شور و شیون اطرافِ شہر سے بلند ہوا۔ میں نے ایک مزدور سے پوچھا

---

[1] یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس میں کئی باتیں خلافِ قیاس و درایت ہیں۔ مثلاً بچّوں کا منہ میں خرمہ ڈالنا، حضرتِ زینبؑ کا محمل پر سر پٹکنا، کیونکہ روایاتِ متواترہ سے ثابت ہے کہ ابنِ سعد نے شہزادیوں کو بے پردہ برہنہ اونٹوں پر داخلِ کوفہ کیا تھا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محمل پر پردہ نہ ہوگا اور بچّے اصحاب کے ہوں گے جنھوں نے خرمے منہ میں ڈال لیے، اگرچہ میں اس کو بھی بعید سمجھتا ہوں۔

الجزائری

یہ لوگ کیوں چلاّتے ہیں ؟ اُس نے کہا العیاذ باللہ، ایک خارجی نے یزید پر خروج کیا تھا۔ اس کا سر اس وقت لا رہے ہیں۔ میں نے کہا وہ خارجی کون تھا؟ کہا حسین بن علی (علیہما السّلام) یہ سنکر میں چپ ہوگیا جب مزدور باہر گیا تو میں نے اپنا منہ اس قدر پیٹا کہ قریب تھا میری آنکھیں پھوٹ جائیں، پھر ہاتھ دھو کر پشت قصر سے باہر نکلا، محلّہ کناسہ میں پہنچا دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں اور اسیروں کا اور سرہائے شہدا کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ قریب چالیس اونٹ نمودار ہوئے، ان پر اہلبیتِ اطہار علیہم السّلام سوار تھے، اور امام زین العابدین علیہ السّلام کو ایک شترِ بے کجاوہ پر اس طرح دیکھا کہ رگہائے گلوئے مبارک سے خون ٹپک رہا تھا اور اشک جاری تھے اور اس مضمون کا مرثیہ پڑھ رہے تھے ـــــ اے امّتِ بد! حق تعالیٰ خیر و برکت نہ دے تم کو کہ تم نے ہمارے حق میں ہمارے جد کی کوئی رعایت نہ کی۔ جب ہم اپنے جد کے ہمراہ عرصۂ قیامت میں تمھارے سامنے آئیں گے، تو تم اس وقت کیا جواب دہی کرو گے۔ ہم کو شترانِ برہنہ پر سوار کر کے پھراتے ہو، گویا ہم نے تمھارے دین و آئین کو قائم نہیں کیا۔ اے بنی امیّہ یہ کیا حال ہے کہ سامنے کھڑے ہو اور جواب نہیں دیتے اور خوشی سے تالیاں بجاتے ہو اور ہم کو قید کئے لئے جاتے ہو۔ کیا ہمارے جدِ بزرگوار رسولِ خدا نہیں ہیں؟ جنھوں نے تمام گمراہوں کو راہِ راست پر ہدایت کی۔ اے واقعۂ دشتِ کربلا تو نے غم و اندوہ ہم کو میراث میں دیا۔ جو ہم کو اسیر کر کے لئے جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان کے پردوں کو چاک کرے۔ راوی کہتا ہے کہ اہلِ کوفہ کچھ خرمہ و نان اطفالِ صغار کے واسطے اونٹوں پر پھینکتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا "اے اہلِ کوفہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور وہ مخدومہ بچّوں کے ہاتھ اور منہ سے چھین کر پھینک دیتی تھیں اور زنانِ کوفہ ان کی مصیبت پر گریہ کرتی تھیں، اس وقت حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ تمھارے مردوں نے ہم کو قتل کیا اور تمھاری عورتیں ہم پر روتی ہیں، ہمارے تمھارے درمیان بروزِ جزا خداوندِ عالم حکم کرے وہ احکم الحاکمین ہے۔ اس اثنا میں آوازِ گریہ و نالہ بلند ہوئی اور سرِ شہداء کے اونٹوں پر ظاہر ہوئے، آگے آگے سب سروں کے سرِ انور سیّد الشہدا، خامسِ آلِ عبا تھا جو نہایت منوّر اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بہت مشابہ تھا۔ محاسن خضاب آلود تھے، اور چہرہ مثلِ ماہتاب تھا، ہوا کے جھونکوں سے ریشِ مقدّس کو یمین و یسار حرکت ہوتی تھی۔ ناگاہ حضرت زینبؑ کی نگاہ اُس سرِ انور پر پڑی، اپنا سر چوبِ محمل پر دے مارا، قطراتِ خون مقنعہ کے نیچے ٹپکنے لگے، اور سرِ انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ؎

اَخِیْ یَا ھِلَالًا لَمَّا اسْتَتَمَّ لَمَّا لَا ... غَالَہٗ خَسْفُہٗ فَاَبْدَا غُرُوْبَا
مَا تَوَھَّمْتُ یَا شَقِیْقَ فُؤَادِیْ ... کَانَ ھٰذَا مُقَدَّرًا مَکْتُوْبَا
یَا اَخِیْ فَاطِمُ الصَّغِیْرَۃَ کَلِّمْھَا ... فَقَدْ کَادَ قَلْبُھَا اَنْ یَذُوْبَا

یَا اَخِیْ لَوْ تَرٰی عَلِیًّا لَدَی الْاَسْرِ ... مَعَ الْیُتْمِ لَا یُطِیْقُ وُجُوْبَا
کُلَّمَا اَوْجَعُوْہُ بِالضَّرْبِ نَادَاکَ ... بِذُلٍّ یُفِیْضُ دَمْعًا مَسْکُوْبَا
یَا اَخِیْ ضُمَّہٗ اِلَیْکَ وَقَرِّبْہُ ... وَسَکِّنْ فُؤَادَہُ الْمَرْعُوْبَا
مَا اَذَلَّ الْیَتِیْمَ حِیْنَ یُنَادِیْ ... بِاَبِیْہِ وَلَا یَرَاہُ مُجِیْبَا

ترجمہ: "اے بھیّا! اے ماہِ درخشاں ہنوز تو کمال کو نہیں پہنچا تھا کہ تو غروب ہوگیا۔ اے میرے پارۂ جگر! مجھے ہرگز گمان نہ تھا کہ میرے مقدّر میں یہ لکھا تھا۔ اے بھائی! فاطمہ صغراؑ سے کچھ بات کرو، قریب ہے کہ اس کا نازک دل پگھل جائے۔ اے بھائی! کاش تم اسیری کے عالم میں سیّدِ سجّادؑ کو دیکھتے کہ علاوہ دردِ یتیمی کے زمین پر ٹھہرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ جس وقت یہ ملاعین اُسے ایذا پہنچاتے ہیں تم کو پکارتا ہے اور زار زار روتا ہے۔ اے بھائی میرے! اس کو سینہ سے لگا لو اور اس کے دلِ غمگین کو تسلّی دو، یتیم کی یہ حالت کتنی دردناک ہے کہ وہ اپنے باپ کو آواز دے اور جواب نہ پائے"۔ سیّد علی بن طاؤس علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ابنِ زیاد اپنے قصر میں بیٹھا اور اذنِ عام دیا، تاکہ سرِ امامؑ اُس بدانجام کے سامنے رکھا جائے۔ پس حرمِ شاہ با اطفالِ بے گناہ حاضر ہوئے۔ جنابِ زینبؑ باحالِ پریشاں ایک گوشہ میں

زینبؑ اور ابنِ زیاد کی گفتگو

بیٹھی تھیں۔ اُس شقی نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ زینبؑ دخترِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ ابنِ زیاد اُن کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَحَکُمْ وَاَکْذَبَ اُحْدُوْثَتَکُمْ شکر ہے اُس خدا کا جس نے تمھیں ذلیل و رسوا کیا اور تمھارے دعووں کو جھٹلا دیا۔ حضرت زینبؑ نے جواب[1] دیا کہ اِنَّمَا یَفْتَضِحُ الْفَاسِقُ وَیَکْذِبُ الْفَاجِرُ وَھُوَ غَیْرُنَا۔ ذلیل ہوتا ہے فاسق اور جھوٹ بولتا ہے فاجر اور وہ ہم نہیں غیر ہے۔ یہ سنکر ابنِ زیاد بولا: کَیْفَ رَأَیْتِ صُنْعَ اللّٰہِ بِکِ وَبِاَھْلِ بَیْتِکِ۔ اے زینبؑ! تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمھارے ساتھ اور تمھارے بھائی اور تمھارے گھر والوں کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا: مَا رَأَیْتُ اِلَّا جَمِیْلًا ھٰؤُلَاءِ قَوْمٌ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ الْقَتْلَ فَبَرَزُوْا اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ وَسَیَجْمَعُ اللّٰہُ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ فَتُحَاجُّ وَتُخَاصَمُ فَانْظُرْ لِمَنِ الْفَلْجُ یَوْمَئِذٍ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا ابْنَ مَرْجَانَۃَ۔ جو کچھ میں نے دیکھا امرِ جمیل ہے، یہ وہ لوگ تھے کہ جنابِ احدیّت نے درجۂ اعلائے شہادت ان کے لیے مقرر کیا تھا پس وہ اپنے مشاہدِ مقدّسہ میں پہنچے اور عنقریب حق تعالیٰ تجھ کو اور اُن کو مقامِ محاسبہ

---

[1] پورا جواب جو آپ نے فرمایا یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَطَھَّرَنَا مِنَ الرِّجْسِ تَطْھِیْرًا... الخ۔ حمد ہے اُس خدا کی جس نے ہم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بدولت بزرگی عنایت کی اور ہر قسم کی نجاستوں کو دور رکھا ہے۔ اس کے آگے ہے انما یفتضح الفاسق الخ جیسا کہ آگے آئے گا۔ جزائری

میں حاضر کرے گا اور اُس وقت حجّت و مخاصمہ تیرے ساتھ ہوگا، اے پسرِ مرجانہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، دیکھنا کہ اس روز فتح و ظفر کون پاتا ہے؟ راوی کہتا ہے کہ وہ ملعون یہ سنکر نہایت طیش میں آیا اور جنابِ زینبؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ عمرو بن حریث نے کہا یہ عورت ہے اور عورت کے کلام پر مواخذہ نہ کرنا چاہیئے۔ ابنِ زیاد نے کہا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حسینؑ اور تمھارے دوسرے سرکش اعزّا کے قتل سے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی۔ حضرتِ زینبؑ نے فرمایا، بیشک تو نے ہمارے بوڑھوں کو قتل کیا اور ہماری بیخ و بنیاد اور شاخ و فرع قطع کر ڈالی۔ اگر اسی طرح تیرے دل کو ٹھنڈک پہنچی ہے تو البتہ تو نے ٹھنڈک پائی۔ ابنِ زیاد نے یہ سنکر کہا یہ عورت ادیبہ ہے، قسم ہے زندگی کی اس کا باپ بھی ادیب و شاعر تھا۔ حضرت زینبؑ نے جواب دیا، عورت کو شاعری سے کیا سروکار۔ اور بروایت ابن نما حضرت زینبؑ نے کہا عورت کو شاعری سے کیا کام؟ میں تعجب کرتی ہوں اُس شخص پر جو اپنے اماموں کے قتل سے تسکین پائے اور خوش ہو، باوجودیکہ جانتا ہو کہ بروزِ قیامت وہ اس سے انتقام لیں گے۔ **شیخ مفید** علیہ الرحمہ نے کہا کہ حضرتؑ کا سرِ مبارک اُس ملعون کے روبرو رکھا گیا، وہ شقی دیکھتا تھا اور تبسّم کرتا تھا اور ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی جسے حضرتؑ کے دندانِ مبارک پر مارتا تھا۔ زید بن ارقمؓ جو کہ اصحابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں سے ایک مردِ مُسن تھے اس ملعون کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ یہ حال دیکھ کر انھوں نے کہا کہ اِس لکڑی کو حسینؑ کے لب و دندان سے اٹھا لے قسم بوحدہٗ لاشریک میں نے لبہائے سیّدِ عالم کو ان لبوں پر اتنی بار دیکھا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر زید بے اختیار رونے لگے۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ خدا تجھ کو رُلائے آیا حق تعالیٰ کی فتح پر روتا ہے، واللہ اگر تو سٹھیا یا ہوا بڈھا نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔ زید بن ارقمؓ وہاں سے اٹھے اور گھر چلے گئے، اور بروایت محمّد ابنِ ابی طالب بصدائے بلند روتے باہر نکلے اور کہتے تھے۔ غلام آزاد کا مالک ہوا ہے، اے گروہِ عرب تم سب آج سے غلام ہو، کیونکہ فرزندِ فاطمہ علیہا السّلام کو تم نے قتل کیا اور ابنِ مرجانہ کو اپنا امیر بنایا تاکہ وہ تمھارے اچھوں کو قتل کرے اور بزرگوں کو غلام بناوے، ذلت و خواری پر تم راضی ہوئے۔ دوری و نفرین ہو اُس شخص کے لیے جو خواری پر راضی ہو۔

شیخ مفید علیہ الرّحمہ نے فرمایا کہ جب حرمِ محترم امامِ اُمَمؑ کے ابنِ زیاد کے سامنے حاضر کیے گئے اُن میں جنابِ زینبؑ با حالِ پریشان و لباسِ خراب تھیں، آپ آکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابنِ زیاد نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے جو کنارے بیٹھی ہے اور اس کے گرد کنیزیں ہیں۔ حضرتِ زینبؑ نے جواب نہ دیا تا اینکہ تین مرتبہ اُس شقی نے اس کلام کا اعادہ کیا۔ ایک کنیز نے جواب دیا کہ یہ دخترِ بتولِ عذرا فاطمہ زہراؑ بنت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔ ابنِ زیاد نے اُن کی طرف خطاب کر کے کہا: شکر ہے خدا کا کہ اُس نے تم کو ذلیل و

زید بن ارقمؓ کا ابن زیاد کو جھڑکنا

خوار کیا اور ہلاک کیا اور تمھاری باتوں کو دروغ گردانا۔ حضرتِ زینبؑ نے جواب میں فرمایا، شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذریعہ ہم کو عزت عطا فرمائی اور رجس و ناپاکی سے پاک و پاکیزہ کیا اور ذلیل و رسوا فاسق و فاجر ہوتا ہے۔ (تا آخر حدیث)

سیّد ابن نمؒا نے کہا ہے کہ پھر ابنِ زیاد حضرت سجّادؑ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا یہ کون ہے؟ کہا علی بن الحسین علیہما السّلام۔ ابنِ زیاد نے کہا کیا علیؑ بن الحسین کو خدا نے قتل نہیں کیا؟ حضرتؑ نے فرمایا، میرا ایک بھائی علیؑ تھا، لوگوں نے اس کو قتل کیا۔ اُس نے کہا بلکہ حق تعالیٰ نے اُسے قتل کیا۔ حضرتؑ نے یہ آیہ پڑھا: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا، یعنی حق تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو بوقت اُن کی موت کے اور جو نہیں مرتے بوقتِ خواب اُن کی روح قبض کرتا ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا، تیری بھی یہ مجال کہ مجھے جواب دیتا ہے۔ پھر ایک شقی سے کہا: اس کو لے جا کر قتل کرو۔ جب جنابِ زینبؑ نے یہ سنا تو فرمایا، اے پسرِ زیاد! تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو باقی نہ رکھا، اگر اس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو مجھے بھی قتل کر۔ **شیخ مفید**ؒ اور ابنِ نما علیہما الرحمہ نے روایت کی ہے کہ اس وقت حضرتِ زینبؑ نے اپنے دونوں ہاتھ سیّد سجّادؑ کی گردن میں ڈال دیئے اور کہا، اے ابنِ زیاد! اس قدر کشت و خون تجھ کو کافی نہیں ہے۔ یہ فرما کر گلے سے لپٹ گئیں۔ کہتی تھیں اگر تو اس بیمار کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی قتل کر۔ ابنِ زیاد نے یہ دیکھ کر کہا قرابت کا بھی عجب حال ہوتا ہے واللہ مجھ کو گمان ہوتا ہے کہ یہ عورت علیؑ ابن الحسینؑ کے ساتھ اپنے قتل پر راضی ہے، چھوڑ دو اس کو کیونکہ یہ بیمار ہے۔ اور سیّدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت سجّادؑ نے فرمایا کہ اے عمّہ! سکوت فرمایئے، مَیں اس سے ایک بات کہتا ہوں، اور فرمایا: اَبِالْقَتْلِ تُهَدِّدُنِيْ يَابْنَ زِيَادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةٌ وَكَرَامَتُنَا الشَّهَادَةُ۔ اے ابنِ زیاد! تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے، نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے، اور بزرگی ہماری شہادت ہے۔ پھر ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ پہلوئے مسجدِ اعظم میں ایک خرابہ ہے اُس میں ان سب کو محبوس کرو۔ اُس وقت حضرتِ زینبؑ نے کہا، ہمارے پاس زنانِ عرب سے کوئی نہ آئے اِلّا کنیز یا اُمِّ ولد کیونکہ وہ بھی اسیر ہیں۔

شیخ ابن نماؒ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ مَیں عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس گیا، وہ ملعون اُس وقت ایک لکڑی دندانِ مبارک امام حسین علیہ السّلام پر مارتا تھا اور کہتا تھا حسینؑ کے دانت کتنے اچھے ہیں۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ حرکتِ ناشائستہ نہ کر کیونکہ میں نے دیکھا جس مقام پر تو لکڑی رکھے ہے یہ بوسہ گاہِ رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تھی۔ اور سعید بن معاذ اور عمرو بن سہل سے روایت ہے۔ (یہ دونوں شخص بھی اس وقت حاضر تھے جب وہ شقی بیباک چشم و بینی و دندانِ مبارک پر حضرتؑ

ابن زیاد کو جنابِ زینبؑ کا جواب

ابن زیاد اور امام زین العابدینؑ کی گفتگو

(پارہ ۲۴ سورۂ الزمر آیت ۴۲)

کے چھڑیاں لگا رہا تھا) زید بن ارقم نے کہا اٹھالے اس لکڑی کو کیونکہ میں نے بچشمِ خود دیکھا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لبہائے مبارک اسی مقام پر رکھ کر بوسے دیتے تھے۔ یہ کہہ کر زید بن ارقم چیخ کر رونے لگے۔ ابنِ زیاد نے کہا خدا تجھ کو رُلائے اے دشمنِ خدا! اگر تو بوڑھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔ زید نے کہا میں تیرے سامنے ایک حدیث بیان کرتا ہوں وہ اس سے زیادہ تجھ پر شاق اور دشوار ہوگی۔ ایک روز میں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا حسنؑ آپ کے داہنے زانو پر اور حسینؑ بائیں زانو پر بیٹھے تھے اور وہ حضرتؐ اپنا دستِ مبارک دونوں کے سروں پر رکھے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا وندا! ان کو اور صالح المومنین (علیؑ) علیہ السلام کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ پس اے ابنِ زیاد تو نے اپنے پیغمبرؐ کی امانت خوب محفوظ رکھی۔ راوی کہتا ہے کہ جب عبید اللہ ابنِ زیاد اور عمرو بن سعد بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام ایک جا جمع ہوئے، ابنِ زیاد نے عمرِ سعد سے کہا جو نامہ میں نے حسین علیہ السّلام کی لڑائی کے بارے میں میں نے تجھ کو لکھا تھا اس کو پیش کر، اُس نے کہا گم ہو گیا۔ ابن زیاد نے کہا ضرور پیدا کر، کیا تو قریش کے سامنے خود کو قتلِ حسین علیہ السّلام کے بارے میں معذور خیال کرتا ہے۔ عمرِ سعد نے جواب دیا۔ بیشک ایسا ہی ہے کیونکہ میں نے اس معاملہ میں تجھ کو پہلے ہی اس طرح نصیحت کی تھی جس طرح اپنے باپ سعد کو کرتا۔ اُس وقت عثمان بن زیاد، عبید اللہ ابنِ زیاد کا بھائی بولا کہ یہ سچ کہتا ہے واللہ میں بھی اس پر راضی تھا کہ اولادِ زیاد ہمیشہ تا قیامت ذلیل و خوار رہے لیکن حسین علیہ السّلام قتل نہ ہوں۔ عمر سعد نے کہا واللہ کسی شخص نے مجھ سے بدتر کام نہ کیا کہ میں نے اطاعت عبید اللہ ابنِ زیاد میں نافرمانی ربّ العزّت کی، اور قطعِ رحم جائز رکھا۔

سیّد علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ سرِ مبارکِ حضرت کوچہ و بازار میں پھرایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس مقام پر مصنف نے چند شعر کسی کے لکھے ہیں، ان کا مضمون یہ ہے کہ سرِ فرزندِ علیؑ و بتولؑ نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا ہے اور مسلمان دیکھتے رہے اور سنتے رہے اور کوئی منع کرنے والا یا رنجیدہ ہونے والا نہ تھا۔ اے فرزندِ رسولؐ! اندھی ہو وہ آنکھ جو تجھے اس حال میں دیکھے اور ناشنوا ہو، وہ کان جو اس واقعہ کو سُنے اور غمگین نہ ہو اور کوئی باغ و گلستان نہیں ہے جو آرزو تیری خوابگاہ ہونے کی نہ رکھتا ہو جن آنکھوں کے واسطے تو خواب و آرام تھا تو نے ان کو بیدار کیا، اور جو آنکھیں تیرے ہوتے نہ سوتی تھیں اُن کو تو نے اپنے مرنے سے سُلا دیا۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ پھر ابنِ زیاد منبر پر گیا اور بعدِ حمد و ثنائے الٰہی کہنے لگا، شکر خدا کا حق تعالیٰ نے حق ظاہر کیا اور امیر المومنین یزید اور اس کے تابعین کی مددگاری کی اور معاذ اللہ کذّاب ابنِ

کذّاب کو قتل کیا، یہاں تک وہ شقی کہنے پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی جو شیعہ خالص جناب امیر المومنین علیہ السلام اور اتقیاء سے تھے، ان کی ایک آنکھ جنگِ جمل میں اور دوسری صفینؑ میں جاتی رہی تھی، اور ہمیشہ مسجدِ جامع میں تمام روز مشغولِ نماز رہتے تھے۔ اس وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: اے پسرِ مرجانہ کذّاب ابنِ کذّاب تو ہے اور جس نے تجھے عامل بنایا اور اُس کا باپ ہے۔ اے دشمنِ خدا: پیغمبر زادوں کو تو قتل کرتا ہے پھر منبر پر ایسا بے ادبی کا کلام کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر ابنِ زیاد غصّہ میں آیا اور کہا، یہ کون ہے؟ عبداللہ نے کہا: میں کہتا ہوں اے دشمنِ خدا جس ذُرّیّۃ طاہرہ کو کہ حق تعالیٰ نے مُنزّہ کیا ہے اُس کو تو نے قتل کیا اس پر تو اپنے کو مسلمان جانتا ہے۔ واغوثاہ کہاں ہیں اولادِ مہاجرین اور انصار جو اس طاغی سے جس کو سیّدِ عالیاں نے ملعون بن ملعون کہا ہے انتقام لیں۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شقی یہ سنکر بہت طیش میں آیا، رگیں اُس کی گردن کی پھول گئیں اور کہا اُس کو میرے پاس لاؤ۔ یہ سنکر ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے لیکن اشرافِ قبیلہ ازد جو بنی اعمام عبداللہ تھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور عبداللہ کو اُن کے ہاتھوں سے چھڑا کر دروازۂ مسجد سے باہر کر دیا اور گھر تک پہنچا دیا۔ ابنِ زیاد نے کہا جاؤ اس اندھے کو پکڑ لاؤ خدا اس کے دل کو مانند چشم کور کر دے۔ یہ خبر جب عبداللہ کی قوم کو پہنچی تو سب جمع ہو گئے، قبائل یمن نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ یہ ماجرا ابن زیاد کو معلوم ہوا تو اس شقی نے قبیلہ مضر کو محمد بن اشعث کے ہمراہ روانہ کیا اور ان سب کے قتل کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ عبداللہ کے مکان پر حرب شدید واقع ہوئی یہاں تک کہ ایک جماعتِ عرب مقتول ہوئی۔ اور ابنِ زیاد کے آدمی عبداللہ بن عفیف کے دروازے تک پہنچ گئے اور دروازہ توڑ ڈالا اور گھر میں داخل ہونا چاہا۔ دخترِ عبداللہ چلّائی کہ بابا! لوگ اندر آیا چاہتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا خوف نہ کر میری تلوار مجھ کو دے۔ لڑکی نے تلوار بوڑھے اور اندھے باپ کے حوالے کی جس سے عبداللہ بن عفیف لوگوں کو اپنے سے دور کرنے لگے اور رجز پڑھنے لگے اور بیٹی کہتی تھی اے بابا! کاش میں مرد ہوتی تو تم سے ان ملاعین کو دور کرتی اور قاتلانِ عترتِ طاہرینؑ سے لڑتی۔ غرض اشقیا، مکان کے چاروں طرف پھرتے تھے مگر کوئی مجال نہ پاتے تھے جس طرف سے آتے تھے عبداللہ کی بیٹی خبر کر دیتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو جمع ہو کر گھیر لیا۔ اس وقت وہ دخترِ مومنہ فریاد و زاری کرنے لگی کہ ہائے افسوس! میرے باپ کو گھیر لیا اور کوئی ناصر و معین ان کا نہیں ہے۔ عبداللہ کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ اس حال میں بھی تلوار کو چاروں طرف گھماتے تھے اور کہتے تھے اگر میری آنکھیں ہوتیں تو عرصۂ حیات تم پر تنگ کرتا۔ آخر ان کو گرفتار کر لیا اور ابنِ زیاد کے پاس لے گئے جب اس ملعون نے دیکھا تو کہا شکر خدا کا کہ اُس نے تجھ کو رسوا کیا۔ عبداللہ نے کہا اے دشمنِ خدا کس طرح تو نے مجھے ذلیل کیا۔ بخدا میری آنکھیں ہوتیں تو عرصۂ حیات تجھ پر تنگ کر دیتا۔ ابنِ زیاد نے کہا

اے دشمنِ خدا تو عثمان بن عفان کے حق میں کیا کہتا ہے۔ کہا: اے غلام بنی علاج، اے ابنِ مرجانہ تجھ کو عثمان سے کیا مطلب اس نے جو کچھ بھی کیا حق تعالیٰ اس کے درمیان اور اس کے قاتلین کے درمیان بعدل وراستی حکم کرے گا۔ مجھ سے اپنا اور اپنے باپ کا، یزید اور اس کے باپ کا حال پوچھ۔ ابنِ زیاد نے کہا واللہ میں تجھ سے کچھ نہ پوچھوں گا یہاں تک کہ تو چاشنیٔ مرگ چکھے۔ عبداللہ نے کہا: الحمد للہ رب العالمین میں حق تعالیٰ سے تیری ولادت کے قبل خواہاں تھا اور دعا کرتا تھا کہ بدترین خلق کے ہاتھ سے قتل ہوں۔ جب آنکھیں میری جاتی رہیں نا امید ہو گیا تھا، اور اب شکر کرتا ہوں کہ بعد نا امیدی جناب احدیت نے شہادت کی سعادت عنایت کی اور دعا میری مستجاب ہوئی۔ ابنِ زیاد نے قتل کا حکم دیا۔ آخر وہ مردِ صالح قتل کیا گیا اور بحکم ابنِ زیاد ان کا لاشہ ایک خرابہ میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جس وقت ولیا و لان ابنِ زیاد نے عبداللہ بن عفیف کو دربار ہی میں گرفتار کر لیا تو انھوں نے اشرافِ ازد کو پکارا، سات سو آدمی ان کے قبیلہ کے جمع ہو کر چھڑا لے گئے۔ وقتِ شب عبداللہ کو ابنِ زیاد نے گھر سے پکڑوا کر ہلاک کیا اور زمینِ شورہ زار میں سولی دی۔

ابنِ نما نے روایت کی ہے کہ اس کے بعد ابنِ زیاد نے جندب بن عبداللہ ازدی کو جو مردِ پیر تھے طلب کیا اور کہا اے دشمنِ خدا تو اصحابِ ابوترابؑ سے نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں میں ان کے اصحاب سے ہوں اور بہانہ نہیں کرتا۔ ابنِ زیاد نے کہا: میں تیرے خون سے تقربِ خدا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا حق تعالیٰ تجھ کو تقرب و منزلت نہ دے گا اور اپنی رحمت سے دُور کرے گا۔ ابنِ زیاد نے کہا یہ مَرد مسن ہے اور اس کی عقل زائل ہو گئی ہے۔ پس ان کو چھوڑ دیا۔

سیرِ حسین اور تلاوتِ قرآن

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سرِ مبارک امام علیہ السّلام بحکم ابنِ زیاد کوچہ و بازار میں پھرایا گیا۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جب سرِ انور نیزے پر میرے کوچہ سے گذرا، میں گھر کے غرفہ میں بیٹھا تھا، جس وقت کہ مقابل میرے آیا میں نے سنا کہ یہ آیۂ کریمہ پڑھتا تھا اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ٭ زید کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ آواز سنکر میرے بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے اور میں نے پکار کر کہا یا ابن رسول اللہ آپ کا سرِ انور قصہٴ اصحاب کہف سے عجیب تر ہے۔

٭ سورۃ الکہف آیت ۹

سیّد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے خبرِ شہادت امام حسین علیہ السّلام اور آپ کے اہلبیتِ کرام کی یزید کو لکھ کر بھیجی، اور عمر بن سعید بن عاص کو بھی جو والیٔ مدینہ تھا مطلع کیا۔ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ابنِ زیاد نے سرِ مبارک امام علیہ السّلام یزیدِ پلید کے پاس بھیجا اور عبدالملک بن ابوالحارث سلمی کو حکم دیا کہ مدینۂ منورہ میں جا کر عمر بن سعید شقی کو بشارتِ قتلِ حسین (علیہ السّلام) دے۔ عبدالملک

کہتا ہے، میں نے سوار ہو کر عزمِ مدینۂ منورہ کیا۔ جب مدینہ میں وارد ہوا تو ایک مردِ قریشی سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کیا خبر لایا ہے، میں نے کہا خبر امیر کے پاس سُن لے گا۔ اس نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ واللہ کہ حسین (علیہ السلام) قتل ہوئے۔ خلاصہ جب میں عمر بن سعید کے پاس پہنچا، اس نے کہا کیا خبر ہے؟ میں نے کہا ایک ایسی خبر ہے جو امیر کو خوش کرے حسینؑ قتل ہوئے۔ اس شقی نے کہا، مدینہ کے تمام محلوں میں منادی کر۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس قدر نالہ و بکا اور شیون و واویلا خانہ ہائے بنی ہاشم سے برپا ہوا کہ میں نے تمام عمر کبھی ایسا نالہ نہیں سنا تھا۔ پھر عمر بن سعید کے پاس آیا، اس نے مجھ کو دیکھ کر تبسم کیا اور اشعار عمرو بن معدیکرب پڑھے جن کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز ہماری عورتیں گریہ و زاری کرتی تھیں اور ایک روز ہمارے اعداء کی عورتیں فریاد و بکا کرتی ہیں۔ اس کے بعد کہا: یہ رونا اور نوحہ نالہ قتلِ عثمان کے بدلہ میں ہے۔ جس روز کہ عثمان قتل کئے گئے تھے۔ ہم سب روتے تھے، آج حسینؑ کے قتل سے یہ سب روتے ہیں، اس کے بعد منبر پر جا کر لوگوں کو قتلِ امام حسین علیہ السّلام سے مطلع کیا اور دعائے خیر یزید کے لیے کی۔

صاحبِ مناقب لکھتے ہیں کہ عمر بن سعید نے خطبہ پڑھا کہ یہ سانحہ ایک اور سانحہ کے عوض میں واقع ہوا، اور یہ صدمہ ایک اور صدمہ کے مقابلہ میں رُونپذیر ہوا اور بہت سی مصیبتیں دوسری مصیبتوں کے نتیجہ میں رونما ہوئی ہیں۔ اس میں حکمتِ الٰہی ہے۔ بخدا میں راضی تھا اس امر پر کہ سرِ حسینؑ بدنِ حسینؑ پر ہوتا اور روح اُن کے جسم میں ہوتی اور وہ ہم کو گالیاں دیتے اور ہم ان کی مدح کرتے اور وہ ہم سے قطعِ رحم کرتے اور ہم ان سے وصلت کرتے جیسا کہ ان کی اور ہماری عادت تھی۔ اور جو امر کہ اُن کے لئے ہوا نہ ہوتا، لیکن کیا کریں جو شخص ہمارے اوپر تلوار کھینچے، اسے کیونکر دفع نہ کریں۔ یہ سنکر عبداللہ بن ثابت اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اگر فاطمہ زہراؑ زندہ ہوتیں اور حسینؑ کا کٹا ہوا سر دیکھتیں و اللہ گریہ و زاری کرتیں۔ عمر بن سعید ثقفی اس بات سے غصّہ میں آیا، کہنے لگا ہم کو تجھ سے زیادہ فاطمہؑ سے زیادہ خصوصیت ہے کیونکہ ان کا باپ ہمارا چچا ہے اور ان کا شوہر ہمارا بھائی ہے اور ان کا بیٹا ہمارا بیٹا ہے۔ اگر فاطمہ زہراؑ زندہ ہوتیں تو آنکھیں انکی گریاں اور دل ان کا بریاں ہوتا، مگر جس شخص نے ان کے بیٹے کو مارا ہے اور اپنے سے دفع کیا ہے اس کو کچھ نہ کہتیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عبداللہ بن جعفر طیّار کے پاس ان کا ایک غلام آزاد کردہ گیا اور خبرِ شہادت اُن کے دونوں فرزندوں کی بیان کی عبداللہ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ کہا اس وقت ابوالسلاسل غلام عبداللہ بن جعفر طیّار کا بولا کہ ہم کو حسینؑ سے یہی حاصل ہوا۔ عبداللہ نے

اپنی نعلین سے اس کو مارا اور کہا "اے پسرِ جاریۂ ناپاک تو نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے حق میں یہ کیا کلمہ کہا۔ بخدا اگر میں ہمراہ رکاب آنحضرت ہوتا ہرگز جدا نہ ہوتا تا اینکہ جان اپنی فدا کرتا۔ موجب میری تسلّی کا یہ ہے کہ میرے فرزند باکمالِ صبر و شکیبائی میرے بھائی کی رفاقت میں شہید ہوئے۔ پھر اپنے اصحاب سے متوجہ ہو کر کہا قتلِ حسین علیہ السّلام مجھ پر بہت شاق اور گراں ہے، لیکن شکر خدا کا کہ اگرچہ میں ان کی خدمتِ سراپا سعادت سے دُور رہا لیکن میرے بیٹے رکابِ ظفر انتساب میں حضرتؑ کے ساتھ ظفریاب ہوئے۔ پس ام لقمان دخترِ عقیل خبرِ شہادت امام حسین علیہ السّلام سنکر نوحہ و زاری کرتی ہوئی نکلیں اور ان کی بہن اُمِّ ہانی و اسماء و رملہ اور زینب ساتھ تھیں اور اپنے کشتگانِ کربلا پر روتی تھیں اور یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

مَاذَا تَقُولُونَ اِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

بِعِتْرَتِيْ وَبِاَهْلِيْ بَعْدَ مُفْتَقَدِيْ ۔۔۔ مِنْهُمْ اُسَارٰى وَقَتْلٰى ضُرِّجُوْا بِدَمٍ

اے قومِ ستمگر بروزِ محشر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو کیا جواب دوگے جس وقت وہ جناب تم سے خطاب کریں گے کہ میرے بعد تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بعض خاک و خون میں غلطیدہ اور بعض طوق و زنجیر میں اسیر ہوئے۔ اور وہ خیرخواہی اور نصیحت کو جو میں نے تمہارے لئے کی تھی اُس کی جزا یہی ہے کہ تم نے میرے بعد میری عترت کے ساتھ یہ سلوک اور اعمالِ زشت کئے۔

جس دن عمر بن سعید نے منبر پر چڑھ کر خبرِ شہادت حضرت امام حسینؑ لوگوں سے بیان کی اُس کی شام کو اہلِ مدینہ نے ایک منادی کی آواز سنی جو نظر نہ آتا تھا۔ اَيُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلًا حُسَيْنًا۔ اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيْلِ * كُلُّ اَهْلِ السَّمَآءِ يَدْعُوْ عَلَيْكُمْ وَقَدْ لُعِنْتُمْ۔ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ مُوْسٰى صَاحِبِ الْاِنْجِيْلِ * اے لوگو! جنھوں نے نادانی سے حسینؑ کو قتل کیا حق تعالیٰ کے عذاب کی تم کو بشارت ہو۔ تمامی اہلِ آسمان تم کو نفرین کرتے ہیں اور تم بزبان حضرت داؤدؑ و حضرتِ موسیٰؑ و عیسیٰ علیہم السّلام ملعون ہوگئے۔

ابنِ نما سے مروی ہے کہ یزید نے محرز بن حریث بن مسعود کلبی کو جو بنی عدی بن حباب سے تھے، اور ایک مرد بہراوے کو یہ دونوں بزرگوار ملکِ شام سے تھے مدینۂ منوّرہ بھیجا تاکہ خبرِ شہادت امام حسین علیہ السّلام پہنچادیں۔ جب یہ مدینہ پہنچے اور حضرت کی شہادت کا اعلان کیا یہ خبر سنکر ایک لڑکی دختران عبد المطلب سے جس کا نام زینب بنتِ عقیل تھا باحالِ تباہ سر کے بال پریشان کئے قاصدانِ یزید کے پاس روتی ہوئی آئی اور اشعارِ سابق اپنی زبان سے ادا کئے۔ اور شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ اُس نے کہا میں حضرتِ امّ سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت نوحہ کرتی ہوئی داخل ہوئی کہ حسینؑ مقتول ہوگئے۔

امّ سلمہؓ نے کہا حسینؑ کو قتل کیا، خدا ان ستمگاروں کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

مؤلف علیہ الرحمہ نے تاریخِ بلاذری سے نقل کیا جس وقت سرِ انور امام حسین علیہ السّلام مدینۂ منوّرہ میں بھیجا گیا تو ہر گھر سے نالہ و شیون کی فریاد سنی گئی۔ یہ سنکر مروان نے کہا: ان کے کٹے ہوئے سروں نے ہماری حکومت کی بنیادیں مستحکم کردیں۔ پھر اُس نے ایک چھڑی سے امام حسینؑ کے چہرۂ اقدس کے ساتھ بے ادبی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے: ؎

يَا حَبَّذَا بَرْدُكَ فِي الْيَدَيْنِ ۔۔۔ وَلَوْنُكَ الْاَحْمَرُ فِي الْخَدَّيْنِ

كَاَنَّهٗ بَاتَ وَبِمَجْدَيْنِ ۔۔۔ شَفَيْتُ مِنْكَ النَّفْسَ يَا حُسَيْنُ

یعنی اے حسینؑ! تمہارے کٹے ہوئے سر کی ٹھنڈک ہاتھوں کو اور تمہارے رخساروں کی سُرخ رنگت آنکھوں کو کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو دین و دنیا کی عزت مل گئی۔ حسینؑ میرے دل میں تمہارے قتل سے ٹھنڈک پڑگئی۔

نطری نے خصائص میں ابو قبیل سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ایک آواز آسمان و زمین کے درمیان میں سنی گئی کہ ایک قائل کہتا تھا۔ اے آلِ محمّد کے فضائل جاننے والو! یہ پیغام لوگوں کو جلد پہنچاؤ کہ اشرارِ بنی امیّہ نے امام حسین فرزندِ رسول الثقلین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قتل کیا اور مشرق تا مغرب تمام خلائق اپنی زبان سے اُن کی مصیبت میں نوحہ گر ہیں۔

سیّد علیہ الرّحمہ نے فرمایا کہ جب ابنِ زیاد بدنہاد کا خط یزید پلید کے پاس پہنچا اور وہ اس کے مضمون سے مطلع ہوا تو جواب میں لکھا کہ سرِ شہدا مع اطفال و عورات کے اس سمت کو روانہ کرے۔ ابنِ زیاد نے محفر بن ثعلب عائذی کو طلب کیا اور سرِ شہدا اور مخدّراتِ عصمت کو اس کے سپرد کیا۔ وہ بدکردار اہلبیتِ اطہار اور دخترانِ سیّدِ ابرارؐ کو مثل اسیرانِ کفّار سر کوچہ و بازار پھراتا ہوا روانہ ہوا۔ مفید علیہ الرّحمہ نے لکھا ہے کہ ابنِ زیاد نے سرِ مبارک امامؑ اور دیگر شہداء زجر بن قیس کے ہمراہ جانبِ شام روانہ کئے اور اس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابو ظبیان کو کچھ اہلِ کوفہ کے ہمراہ یزید کے پاس دمشق روانہ کیا۔ صاحبِ مناقب نے ابنِ ابی قبیل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت کا سرِ مبارک شام لے گئے۔ پہلی منزل پر پہنچ کر مشغولِ شراب ہوئے۔ ناگاہ ایک ہاتھ مع ایک قلمِ آہنی کے دیوار سے نمودار ہوا، اُس ہاتھ نے یہ چند سطریں خون سے لکھیں۔ ؎

اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا ۔۔۔ شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی جس اُمتِ بدکردار نے حسینؑ کو قتل کیا وہ بروزِ حساب اُس کے جدِّ امجد محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ

سرِ حسینؑ خولی ملعون کے گھر میں

وآلہ وسلّم) سے شفاعت کی امیّد کیونکر رکھ سکتی ہے ۔ اور صاحبِ کامل اور صاحبِ مناقب اور ابن نمانے ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ عمرِ سعد نے حضرت کا سر خولی اصبحی کی تحویل میں دیا۔ وہ ملعون سرِ مطہر کو لے کر وقتِ شب روانہ ہوا ، اور دروازہ قصرِ ابنِ زیاد کا بند پایا۔ اپنے گھر چلا گیا ، اُس ملعون کی دو بیبیاں تھیں ایک قبیلۂ بنی اسد سے دوسری قبیلۂ حضرم سے ، اُس کا نام نوار تھا۔ خولی وہ سر لے کر نوار کے پاس گیا ، اُس نے پوچھا کیا لایا ہے ، کہا میں تیرے لئے سرِ حسینؑ لایا ہوں۔ اس نے کہا وائے تجھ پر لوگ زر و سیم لاتے ہیں تو سرِ فرزندِ رسولؐ لایا ہے۔ اب میرا اور تیرا سر ایک بالین پر جمع نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔ خولی کہتا ہے پھر اُس نے دوسری بیوی اسدیہ کو بلایا ، اُس نے وہ سر ایک طشت میں رکھا ۔ خولی کہتا ہے ، خدا کی قسم ! ابھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹی تھی کہ میں نے دیکھا کہ اس طشت سے جس میں سر رکھا تھا ایک نور کا عمود جانب آسمان بلند ہے اور طائرانِ سفید اس کے اوپر اُڑ رہے ہیں۔

صاحبِ مناقب اور سیّد رحمہما اللہ نے کہا کہ ابن لہیعہ وغیرہ نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں سے بقدرِ حاجت لکھی جاتی ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ میں طوافِ خانۂ کعبہ میں مشغول تھا ، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کہتا تھا۔ اے اللہ ! میرے گناہوں کو عفو کر اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے گناہوں کو تو نہ بخشے گا۔ میں نے کہا اے شخص خدا سے ڈر اور ایسا کلمہ ناامیدی کا نہ کہہ ، اگر تیرے گناہ قطراتِ باراں اور برگِ درختاں کی مانند بھی ہوں اور حق تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے تو البتہ آمرزیدہ و رستگار ہوگا ، کیونکہ وہ رحیم و غفّار ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ میرے قریب آتا کہ میں اپنا قصّہ تجھ سے کہوں۔ میں اُس کے پاس گیا ، اُس نے کہا کہ ہم پچاس آدمی امام حسینؑ کا سرِ مبارک شہرِ شام کو لئے جاتے تھے ۔ راہ میں وقتِ شب سرِ مبارک صندوق میں رکھتے تھے اور خود گرد صندوق کے بیٹھتے تھے اور شراب پیتے تھے ، اتفاقاً ایک روز سب نے شراب پی ، میں نے نہ پی ، رات کو ایک مرتبہ بجلی چمکی اور بادل گرجا۔ دَرہائے آسمان کُھل گئے اور حضرت آدمؑ و حضرتِ نوحؑ و حضرت اسمٰعیلؑ و حضرتِ محمدؐ مصطفےٰ علیہم السّلام آسمان سے نیچے اترے ، اور ان بزرگوں کے ہمراہ جبرئیلِ امینؑ اور فرشتگانِ مقرّبین تھے ۔ جبرئیلؑ نے صندوق کے پاس جاکر سرِ مبارک نکالا ، اور سینہ سے لگایا اور اس کے بوسے لئے ، اور اسی طرح ایک ایک پیغمبرؑ نے بوسہ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ختم المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہت روئے اور تمام انبیاء علیہم السّلام نے حضرتؐ کو تسلّی اور تعزیت دی۔ اس وقت روح الامینؑ نے خدمتِ سیّد المرسلینؐ میں عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر مامور کیا ہے ، اگر حکم ہو تو زمین میں زلزلہ ڈالوں اور زمین کا تختہ اُلٹ دوں جیسا کہ میں نے قومِ لوطؑ کے ساتھ کیا۔ آنحضرتؐ نے منع فرمایا اور کہا اے جبرئیلؑ ! میں اور یہ سب بروزِ قیامت خدا

کے سامنے پیش ہوں گے ۔ راوی کہتا ہے کہ اُس کے بعد سب نے اس تابوت پر نماز پڑھی بعد ازاں فرشتوں کا ایک گروہ آیا اور انھوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے ہم کو ان ملاعین کے قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جو حکم ہوا ہے بجا لاؤ ، پس اپنے حربوں سے میرے رفیقوں کو مارنا شروع کیا اور ایک فرشتہ نے حربہ میرے اوپر اٹھایا اور میری طرف بھی قصد کیا ، اس وقت میں نے کہا الاماں الاماں یارسول اللہؐ ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ، دُور ہو ، خدا تجھ کو نہ بخشے ، صبح کو میں نے اپنے رفیقوں کو دیکھا تو وہ راکھ کا ایک ڈھیر بن گئے تھے ۔

صاحبِ مناقب نے ابوجعفر مدوانی سے اس حدیث کو تھوڑی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے جس جگہ یہ ذکر تھا کہ یزید کے پاس سرِ مبارک کو لے جاتے تھے ، یہاں مذکور ہے کہ جس جس نے آپ کو قتل کیا ہے اُس کے ہاتھ خشک ہو گئے اور آوازِ رعد و برق اس زور و شور سے میں نے سنی کہ کبھی نہ سنی تھی۔ اور مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا جب پیغمبرِ خداؐ تشریف لائے اس وقت آواز ہتھیاروں کی اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی سنی اور جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل اور روحانیان اور مقربان نازل ہوئے ، اور مذکور ہے کہ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انبیاء اور فرشتوں سے شکایت کی اور کہا ان ستمگاروں نے میرے فرزندِ دلبند اور نورِ نظر کو قتل کیا ہے اور ہر ایک نے سرِ انور کے بوسے لیے اور سینہ سے لگایا ، اور باقی کلمات اگلی روایت سے قریب ہیں۔

بعض کتابوں میں مرقوم ہے کہ جب شہر بعلبک کے قریب پہنچے تو وہاں کے حاکم کو اطلاع دی ، چنانچہ اس نے اپنے آدمی اسیرانِ اہلبیتؑ کے استقبال کو روانہ کئے۔ یہ لوگ چھ فرسخ شہر کے آگے اسیرانِ اہلبیتؑ سے ملے اور خوشیاں کرتے تھے ۔ اُس وقت حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا : خداوندِ عالم تمھاری جمعیت کو ہلاک کرے اور ایسے شخص کو تم پر مسلط کرے جو تمھیں قتل کرے ، اس وقت حضرت سیّد السّاجدینؑ ان ملاعین کو دیکھ کر روئے اور اشعار بایں مضمون پڑھے کہ مصائب و مکروہات زمانے کے کم نہیں ہوتے۔ کب تک ہم کشاکش میں گرفتار رہیں گے ۔ ہم کو شترانِ برہنہ پر لئے جاتے ہیں ، گویا ہم اسیرانِ روم سے ہیں۔ اے قوم تم اپنے پیغمبرؐ سے منکر ہو گئے اور راہِ نجات کو چھوڑ دیا۔ بعدہٗ سیّد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب وہ اشقیاء مع سرہائے شہداء و مخدّراتِ علیا قریب دمشق پہنچے حضرت اُمّ کلثومؑ نزدیکِ شمر گئیں اور کہا میری ایک حاجت ہے۔ اُس نے کہا بیان کیجئے۔ فرمایا ہم کو شہر میں ایسی راہ سے لیجا کہ تماشائی کم ہوں اور حکم دے کہ سرہائے شہداء کو ہم سے علیحدہ لے چلیں کیونکہ تماشائیوں کے اژدھام سے ہم رسوا ہو رہے ہیں۔ یہ سنکر شمر نے ازراہِ کفر و عناد اُس مخدومہ کے کہنے کے خلاف حکم دیا کہ سرہائے شہداء قیدیوں کے ہمراہ لے جائیں

اور ایسی راہ سے لے گئے جہاں تماشائیوں کا بڑا اژدھام تھا، اسی حالت میں دروازۂ دمشق تک پہنچے اور مسجدِ جامع کے دروازے پر جس مقام پر قیدی کھڑے ہوتے تھے وہاں کھڑا کیا۔

صاحبِ مناقب نے زید سے اور انھوں نے اپنے آبا سے نقل کیا ہے کہ سہل بن سعد نے کہا، ایک بار میں نے بیت المقدس کا سفر کیا۔ شام میں ایک ایسے شہر میں پہنچا جہاں نہریں اور درخت بہت تھے اور وہ مقام نہایت خوشنما اور آراستہ تھا اور ہر طرف خوشنما ریشمی پردے آویزاں تھے، اہلِ شہر خرّم و شاداں تھے، عورتیں دف اور طبل بجا رہی تھیں، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اہلِ شام کے یہاں کوئی عید ایسی نہیں ہے جسے ہم نہ جانتے ہوں۔ ناگاہ میں نے دیکھا چند مرد باہم باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا آج کوئی عید ہے جو ہم کو معلوم نہیں۔ انھوں نے کہا اے شیخ تو اعرابی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا میں سہل ابن سعد ہوں میں نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کی ہے، لوگوں نے کہا اے سہل مقامِ تعجب ہے کہ آسمان سے خون نہیں برستا اور زمین دھنس نہیں جاتی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انھوں نے کہا کہ سرِ امام حسین علیہ السّلام کا عراق سے آتا ہے۔ میں نے کہا واعجباہ حسینؑ کا سر آتا ہے اور لوگ خوشیاں کرتے ہیں، کس طرف سے آئے گا؟ انھوں نے ایک دروازہ کی طرف اشارہ کیا جسے باب الساعات کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں پے در پے نشانی ظاہر ہوئے اور ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے دکھائی دیا، اس کی نوک پر ایک سر تھا، جو پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صورت سے نہایت مشابہ تھا، اور اُس سوار کے پیچھے شترانِ برہنہ پر کچھ بیبیاں ظاہر ہوئیں۔ میں ایک لڑکی کے قریب گیا اور اُس سے کہا اے دختر تو کون ہے؟ اس نے کہا میں سکینہ بنتِ حسینؑ ہوں۔ میں نے کہا، آپ کو کوئی ضرورت ہو تو بیان کریں، میں سہل بن سعد آپ کے جد کا صحابی ہوں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت سے مستفید ہوا ہوں۔ فرمایا: اے سہل! اس نیزہ دار سے کہو کہ ذرا آگے بڑھ جائے۔ تاکہ لوگ سر کے دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور حرمِ رسولؐ کے تماشے سے باز رہیں۔ سہل کہتے ہیں میں یہ سنکر نیزہ دار کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ میری ایک بات مان لے اور چار سو دینار لے۔ اُس نے مطلب پوچھا۔ میں نے کہا اِس کو آگے لے چل۔ غرض اُس نے قبول کیا اور سر کو آگے لے چلا۔ میں نے سب دینار اس کے حوالہ کئے۔ پھر وہ لوگ سرِ مبارک یزید کے پاس لے گئے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ یزید کی محفل میں گیا، میں نے دیکھا وہ ملعون تخت پر بیٹھا ہے، اُس کے سر پر مکلل تاج رکھا ہے جس میں یاقوت و موتی جڑے ہیں۔ چاروں طرف رؤسا اور بزرگانِ قریش گھیرے ہوئے ہیں۔ جس وقت حاملِ سر، سرِ مبارک لے کر آیا اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اَوْقِرْ رِکَابِیْ فِضَّۃً وَ ذَھَبًا ۔۔۔ اَنَا قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَ اَبًا ۔۔۔ وَخَیْرَھُمْ اِذْ یَنْسِبُوْنَ النَّسَبَا

یعنی میرے اونٹ سونے چاندی سے بھر دے کیونکہ ایک سردار بزرگ کو میں نے مارا ہے جو نسب میں پدر و مادر کی طرف سے بہترین خلائق تھا۔ یزید نے کہا اگر تو اسکو ایسا جانتا تھا، پھر کیوں قتل کیا! کہا مجھے تجھ سے امیدِ انعام و جائزہ تھی۔ یزید نے اس کے لیے حکمِ قتل دیا۔ پس پھر سرِ اقدس امام علیہ السّلام طبقِ طلاء میں رکھ کر یزید کے پاس لائے۔ وہ شقی سرِ اقدس کی طرف مخاطب ہو کر کہتا تھا۔ اے حسینؑ تم نے اپنا انجام دیکھ لیا۔

سیّد علیہ الرّحمہ نے نقل کیا جبکہ سرِ پُر نور حضرت امام حسین علیہ السّلام کا شام میں پہنچا، ایک شخص جو فضلائے تابعین سے تھا، اپنے اصحاب سے جدا ہو کر ایک ماہ پوشیدہ رہا جب ظاہر ہوا تو لوگوں نے سبب پوچھا، اُس نے کہا کہ آیا تم نہیں جانتے کہ کیا مصیبتِ کبریٰ و سانحۂ عظمیٰ نازل ہوا ہے۔ پھر اُس نے یہ اشعار زبان پر جاری کئے ؎

جَاؤُا بِرَاْسِکَ یَابْنَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ قَتَلُوْا جِھَارًا عَامِدِیْنَ رَسُوْلًا
قَتَلُوْکَ عَطْشَانًا وَلَمَّا یَرْقَبُوْا ۔۔۔ فِیْ قَتْلِکَ التَّاوِیْلَ وَ التَّنْزِیْلَا
وَیُکَبِّرُوْنَ بِاَنْ قُتِلْتَ وَ اِنَّمَا ۔۔۔ قَتَلُوْا بِکَ التَّکْبِیْرَ وَ التَّھْلِیْلَا

ترجمہ: اے فرزندِ بتولؑ و سبطِ رسولؐ آپ کا سر لائے ہیں گویا پیغمبرِ خدا کو دیدہ و دانستہ قتل کیا، تجھ کو پیاسا مارا اور تیرے قتل میں تاویل و تنزیل کا لحاظ نہ کیا، تیرے قتل پر تکبیر کہتے ہیں، فی الحقیقت تیرے قتل سے اشقیا نے تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا۔

سیّد علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں جس وقت اہلبیت اطہارؑ کو دروازۂ مسجد جامع پر کھڑا کیا، ایک مردِ پیر اُن مظلوموں کے قریب جا کر کہنے لگا، شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو ہلاک کیا اور شہروں کو تمہارے شر و فساد سے پاک کیا اور امیر المومنین کو تم پر قابو دیا، اس وقت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا "اے شیخ! تو نے قرآن شریف میں یہ آیت پڑھی ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی یعنی کہو اے محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) محبت میرے اقرباء کی مزدِ رسالت ہے۔ اس بوڑھے نے کہا پڑھی ہے، حضرت نے فرمایا: شیخ! وہ قربیٰ ہم ہی ہیں جن کی محبت حق تعالیٰ نے اجرِ رسالت قرار دی ہے اور تو نے یہ آیہ بھی پڑھا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی[1] یعنی تم کو جو بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ و رسول اور ذوی القربیٰ کے لئے ہے اس نے کہا پڑھا ہے حضرت نے کہا، اے شیخ ذوی القربیٰ ہم ہیں پھر ارشاد کیا کہ اس آیہ کریمہ کی تلاوت کی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ

[1] سورۂ الانفال آیت ۴۱ ـ

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۝ (یعنی) حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اہلبیتؑ سے ناپاکی کو دُور رکھے اور تم کو یوں پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ بوڑھے نے کہا پڑھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ اہلبیتؑ ہم ہی ہیں اور آیۂ تطہیر ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔ بوڑھا یہ سنکر سکتہ میں رہ گیا اور متعجب ہوکر کہنے لگا، تم اہلبیتِ رسولؐ ہو؟ حضرت نے فرمایا بخدا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اہلبیتؑ ہم ہی ہیں۔ یہ سنکر مردِ پیر بہت رویا اور اُس نے عمّامہ زمین پر پھینک دیا اور سر آسمان کی طرف بلند کرکے کہا۔ خداوندا! مَیں دشمنانِ اہلبیتؑ سے نہیں ہوں بلکہ میں بیزاری کرتا ہوں ہر جن و انس سے جو دشمنِ اہلبیتؑ ہو۔ یہ کہہ کر عرض کیا، آیا میری توبہ قبول ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں اگر تُو توبہ و استغفار کرے جنابِ اقدسِ الٰہی قبول فرمائے گا، اور تو ہمارے ہمراہ ہے، پھر عرض کیا مَیں توبہ کرتا ہوں۔ جب یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس ملعون نے اس نیک انجام کے قتل کا حکم دیا اور قتل کروادیا۔

(سورۂ احزاب آیت ۳۳)

کتاب مناقب میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن حکم مجلسِ یزید میں بیٹھا تھا، اُس نے دو شعر اس مضمون کے پڑھے کہ شاہِ کربلا نسب و حسب میں اِس غلامِ ناکس دفرومایہ (ابنِ زیاد) سے بہتر ہے۔ نسل سمیہ سنگریزہ ہائے بیاباں سے زیادہ ہوگئی لیکن نسلِ دخترِ رسولؐ قطع ہوگئی۔ یزید نے جواب دیا، خدا ابنِ مرجانہ پر لعنت کرے کہ اُس نے حسینؑ پسرِ فاطمہؑ کے قتل پر جرأت کی اگر میں وہاں موجود ہوتا تو جو چیز کہ حسینؑ مجھ سے خواہش کرتے قبول کرتا اور موت کو حتی الامکان اُن سے دُور کرتا اگرچہ میری اولاد ماری جاتی۔ لیکن تقدیرِ الٰہی میں یوں ہی مقدر ہوا تھا اور قضا سے چارہ نہیں، اور روایت میں یوں ہے کہ یزید نے آہستہ سے عبدالرحمٰن سے کہا، سبحان اللہ! تم اس جگہ بھی چُپ نہ رہ سکے[1] مفید علیہ الرّحمہ نے لکھا ہے جس وقت سرہائے شہدا، یزیدِ بے حیا کے سامنے رکھے گئے تو اُس نے حسبِ ذیل شعر پڑھا ؎

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَیْنَا وَهُمْ کَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

یعنی ہم ان شخصوں کا سر قلم کرتے ہیں جو ہم پر غلبہ چاہتے ہیں اور پہلے بھی وہ سرکش وظالم رہ چکے ہیں۔ یہ شعر سنکر یحییٰ بن حکم مروان کے بھائی نے سابقۃ الذکر دو شعر پڑھے، اس پر یزید نے اُس کے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا چُپ رہ۔ پھر حاضرینِ مجلس سے خطاب کرکے کہا کہ یہ شخص (یعنی حسینؑ) مجھ پر فخر و

---

[1] اس سے ظاہر ہے کہ یزید کا سابقہ کلام محض مکاری پر مبنی تھا ورنہ حسینؑ سے لڑنے کے لیے لشکرِ یزید نے بھیجے تھے۔ مدینہ میں آپ کے سر کاٹنے کا حکم یزید نے بھیجا تھا، اگر اس معاملہ میں ابنِ زیاد نے یزید کی نافرمانی کی تھی تو اس کو سزا دینی چاہیے تھی حالانکہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ یزید نے اسے کوئی سزا دی ہو۔ جزائری

مباہات کرتا تھا اور کہتا تھا میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے اور میری مادر، مادرِ یزید سے بہتر ہے۔ اور میرے جد اُس کے جد سے بہتر ہیں اور میں یزید سے بہتر ہوں۔ پس انھیں باتوں نے اس کو قتل کیا، یہ جو اُس نے کہا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے تو میرے باپ اور اس کے باپ میں جنگ ہوئی، پس اللہ نے میرے باپ کے حق میں حسینؑ کے باپ کے برخلاف فیصلہ کیا، اور یہ جو کہا کہ میری ماں اس کی ماں سے بہتر ہے پس اپنی جان کی قسم یہ سچ ہے فاطمہؑ بنتِ رسولؐ میری ماں سے بہتر ہے، اور جو یہ کہا کہ میرا جد اُس کے جد سے بہتر ہے۔ پس جو شخص بھی ایمان بر خدا اور روزِ جزا رکھتا ہو وہ خود کو محمدِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے افضل نہیں کہہ سکتا، اور یہ جو کہا اس نے کہ میں اُس سے بہتر ہوں، پس شاید یہ آیت انھوں نے نہیں پڑھی قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ ۝ بارالہا! مالک الملک تو ہے جس شخص کو چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔ (سورۂ آلِ عمران آیت ۲۶)

ابنِ نما نے ربیعہ بن عمر سے نقل کیا ہے، اُس نے کہا کہ میں یزید کے پاس بیٹھا تھا کہ محفر کی آواز آئی کہ یہ محفر بن ثعلبہ لعیان فاجر کو امیر کے پاس لایا ہے۔ یہ سنکر یزید نے جواب دیا کہ محفر کی ماں نے محفر سے بڑھ کر شریر تر و لئیم تر نہیں جنا ہے۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اس کے بعد اہلبیتِ اطہارؑ کو رسن بستہ دربارِ یزید میں لائے۔ اسی وقت حضرت زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا، اے یزید تجھ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ اگر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہم کو اس حال سے دیکھیں تو اُن کا کیا حال ہوگا۔ یہ سنکر یزید نے حکم دیا کہ رسّی کاٹ دو۔ پھر سرِ مبارک امام حسین علیہ السّلام کا اُس ملعون کے سامنے رکھا گیا اور مخدرّات کو اُس کے پیچھے بٹھلایا گیا تاکہ سر کو نہ دیکھیں، امام حسین علیہ السّلام کی نگاہ سرِ اقدس پر جا پڑی۔ اُس دن سے حضرتؑ کلہ گوسفند کبھی نہ کھاتے تھے۔

ابنِ نما نے علیؑ ابن الحسینؑ سے روایت کی ہے، حضرتؑ نے فرمایا۔ ہم بارہ آدمی طوق و زنجیر میں مقیّد یزید کے پاس لائے گئے، جب ہم اُس ملعون کے آگے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا، اے یزید تجھے خدا کی قسم کیا گمان کرتا ہے اگر جنابِ رسالتمآبؐ ہم کو اس ہیئت سے دیکھیں اور جناب فاطمہؑ دخترِ امام حسینؑ نے فرمایا، اے یزید! رسولِ خداؐ کی بیٹیاں قیدی بنی ہیں۔ یہ سنکر لوگ رونے لگے، اور اہلِ خانۂ اُس ملعون کے بھی رونے لگے، یہاں تک کہ قصرِ یزید سے نالہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں پس میں نے اُس قید و طوق کی حالت میں کہا، مجھے اجازتِ کلام دیتا ہے۔ یزید نے کہا، کلام کرو لیکن (معاذ اللہ) ہملات نہ کہنا۔ حضرت نے کہا میں جس مقام پر ہوں میرے لیے ہمل کہنا سزاوار نہیں۔ اے یزید یہ بتلا کہ کیا گمان ہے

تیرا، اگر رسولِ خدا مجھ کو اس حال سے دیکھیں۔ یزید نے مصاحبوں کی طرف اشارہ کیا، انھوں نے زنجیر کھول دی۔

عبدالملک بن مروان نے ذکر کیا ہے جس وقت سرِ اقدس امام حسین علیہ السّلام یزید کے پاس آیا۔ اُس شقی نے سرِ انور سے خطاب کیا اور کہا، اگر تم کو ابن مرجانہ سے قرابت ہوتی، تو تم جو اُس سے کہتے وہ مان لیتا، پھر اُس نے نفلق هاما۔ الخ والا شعر پڑھا جس کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور جناب زین العابدین علیہ السّلام نے یہ آیت پڑھی: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ[؎] جو مصیبت تم کو روئے زمین میں تمھارے نفسوں کو پہنچی ہے وہ کتابِ الٰہی [illegible] مسطور ہے، قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں تحقیق کہ یہ بات حق تعالیٰ پر آسان ہے۔ لکھا ہے کہ جناب زینبؑ نے یہ حال دیکھ کر اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور ایسی آواز حزیں اور دلِ غمگیں سے روئیں کہ سننے والوں کے دل پھٹ گئے۔ آپ فرماتی تھیں: یا حسیناہ اے پیارے رسولِ خداؐ کے، اے فرزند مکہ و منیٰ کے، اے پارۂ جگرِ فاطمہ زہراؑ کے، اے دخترزادۂ مصطفیٰ! راوی کہتا ہے کہ زینبؑ کے نوحوں نے تمام اہلِ مجلس کو رُلایا اور یزید چُپ تھا۔ بعدہٗ زنانِ بنی ہاشم نے خانۂ یزید میں جاکر ماتم و بکا بپا کیا، وہ عورتیں یہ نوحہ ہائے جانسوز کرتی تھیں کہ واحسیناہ، اے سردارِ اہلبیتؑ! اے فرزندِ رسولِ خداؐ! اے فریادرس بیواؤں اور یتیموں کے، اے شہیدِ اولادِ پیغمبرانؑ! یہ نوحے اتنے دردناک تھے کہ جس شخص نے سنا رونے لگا۔ بعدہٗ یزید ملعون نے ایک چوبِ خیزران منگوائی، اسے دندانِ مبارک پر لگاتا تھا۔ ابو برزہ اسلمی نے یہ حال دیکھ کر کہا۔ وائے تجھ پر اے یزید! تو دندانِ امام حسین علیہ السّلام پر چھڑی مارتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو میں نے دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ کے دانتوں کو چوستے تھے اور فرماتے تھے کہ تم دونوں سردارِ جوانانِ بہشت ہو۔ حق تعالیٰ تمھارے قاتل کو قتل کرے اور لعنت کرے اور دوزخ اُس کے واسطے ہو اور دوزخ بُری بازگشت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یزید اس کلام کو سن کر غضب میں آیا اور حکم دیا کہ ابو برزہؓ صحابی کو دربار سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ ان کو لوگ گھسیٹ کر باہر لے گئے۔ یزید اُس وقت ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

لَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا   جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ
فَاَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا   ثُمَّ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ لَا تُشَلْ

محمد بن ابی طالب نے مقابل میں اس شعر کا بھی اضافہ کیا ہے ؎

لَسْتُ مِنْ خِنْدِفَ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ   مِنْ بَنِيْ اَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلْ

(؎ سورۂ الحدید آیت نمبر ۲۲)

(یعنی) کاش کہ میرے بزرگ جو جنگِ بدر میں مارے گئے اس وقت موجود ہوتے اور دیکھتے کہ قبیلۂ خزرج تلواروں کے پڑنے سے کس طرح چیخ اٹھا ہے یقیناً یہ دیکھ کر خوشی سے وہ چلّا اٹھتے۔ میں خندف سے نہ ہوں گا اگر احمدؐ کے عمل کا اُن کی اولاد سے انتقام نہ لوں۔ اور کتابِ مناقب میں یوں ہے کہ میں عتبہ سے نہیں ہوں اگر انتقام نہ لوں[ؔ]۔ سیّدؒ وغیرہ نے لکھا ہے، پس زینبؑ دخترِ علیؑ کھڑی ہوئیں اور فرمایا شکر ہے خدا کا جو پروردگارِ عالم ہے اور درود پیغمبرؐ و اولادِ پیغمبرؐ پر، خدا نے سچ فرمایا ہے ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰۍ اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ[؎] پس انجام بدکرداروں کا یہ تھا کہ انھوں نے تکذیب کی آیاتِ الٰہی کی، اور ہماری آیتوں سے تمسخر و استہزا کرتے تھے؛ اے یزید! تو ہم پر زمین و آسمان تنگ کر کے اور قیدیوں کی طرح دربدر پھرا کے یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ نے ہم کو ذلیل کیا اور تجھ کو عزت بخشی، تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری یہ وقتی کامیابی تیرے مقربِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ یہ دیکھ کر دنیا تیرے دام میں آگئی، تمام معاملات تیرے حق میں جُھک گئے۔ ہمارا ملک و سلطنت بھی تیرے قبضہ میں چلا گیا، مارے خوشی کے جامہ میں نہیں سماتا، ٹھہر تو جا! جلدی کیا ہے۔ تجھ کو خدائے برحق کا یہ فرمان یاد نہیں۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَھُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَھُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[؎] کافروں کو ہم نے جو مہلت دی ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ اُن کے لئے اچھا ہے ہم نے اُن کو صرف اس لئے مہلت دی ہے کہ وہ گناہ زیادہ کریں، آخر میں اُن کے لئے رسواکُن عذاب ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، اے آزاد شدگان کے فرزند! کیا عدل و انصاف اسی کو کہتے ہیں کہ تیری بیبیاں اور کنیزیں چار دیواری میں باپردہ بیٹھیں اور خاتم المرسلین (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی بیٹیاں اسیر کر کے بے مقنع و چادر سر برہنہ دیار بدیار پھرائی جائیں تاکہ ہر جگہ کے لوگ ان کا نظارہ کریں، دور و نزدیک، شریف و ذلیل ہر ایک کی ان کے چہروں پر نگاہ پڑے۔ نہ تو اُن کے اعزّہ میں اُن کا کوئی سرپرست ہو نہ کوئی ناصر و مددگار، ہاں جس کے دہن سے شہدائے پاک کے جگر کی بو آتی ہو، جس کا گوشت ہی ان کے خون سے بنا ہو، اس سے مہر و وفا کی امید بیکار ہے۔ جو ہم اہلبیتؑ کو بغض و کینہ بھری نظروں سے دیکھنے کا عادی ہو، اس سے ہر قسم کی عداوت بعید نہیں۔ تو حسین علیہ السّلام کے پاکیزہ دندانِ مبارک پر چھڑی رکھے ہوئے ہے، وہ حسینؑ جو سیّد شبابِ اہل الجنّة تھا۔ تو حسینؑ کے

ؔ اور بعض روایات میں یہ شعر بھی اضافہ کیا ہے ؎

وَجَزَيْنَاهُمْ بِبَدْرٍ مِثْلَهَا   وَاَقَمْنَا مِثْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

یعنی ہم نے ان کو بدر کا بدلہ دیا، اب دونوں برابر ہوگئے۔ (جزائری)

(دربار یزید میں جناب زینبؑ کا خطبہ ؎ سورۂ الروم آیت نمبر ۱۰)

(؎ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۷۸)

دانتوں پر بہ کمالِ بے حیائی چھڑی سے مار رہا ہے اور بڑی ڈھٹائی سے یہ کہہ رہا ہے کہ تیرے بزرگ تجھ کو اس حال میں دیکھ کر خوش ہوتے اور ہاتھ شل نہ ہونے کی تجھ کو دعا دیتے۔ کیوں نہ خوش ہوتے بیشک تو نے ذریتِ رسولؐ اور آلِ عبدالمطلب کا خون بہا کر ہمارے دلوں پر بڑا کاری زخم لگایا ہے اور ہمارے ہرے بھرے باغ کو تہس نہس کر دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو زمین کے درخشندہ ستارے تھے۔ اب تو اپنے بزرگوں کو آواز دے رہا ہے، تیرا خیال ہے کہ وہ تجھ کو جواب دیں گے۔ گھبرا نہیں! تو بھی عنقریب وہیں پہنچنے والا ہے جہاں وہ گئے ہیں، جب تو وہاں پہنچے گا اس وقت تجھ کو اپنے اس کہنے کی قلعی کھلے گی۔ اس وقت تو تمنا کرے گا کہ کاش واقعتاً میں شل ہو گیا ہوتا تاکہ میں نے حسینؑ کے خون میں ہاتھ نہ بھرے ہوتے، اور گونگا ہو گیا ہوتا، تاکہ یہ بکواس نہ کی ہوتی۔ خدایا! تو ہمارا حق اس سے وصول فرما اور ہمارے اوپر ظلم کرنے والوں سے ہمارا انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے وارثوں کو مارا ہے ان پر اپنا غضب نازل فرما۔ اے یزید! خدا کی قسم، تو نے ہمارے گھر میں آگ نہیں لگائی بلکہ اپنے جسم کو جلایا ہے، اور ہمارے خاندان کے ٹکڑے نہیں اُڑائے بلکہ اپنی ہی بوٹیاں نوچے جانے کا سامان کیا ہے، کیونکہ عنقریب تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے آنے والا ہے۔ جہاں تجھ سے آلِ رسولؐ کے خون میں ہاتھ رنگنے اور ان کے اہلِ حرم کی بے عزّتی کرنے کا جواب طلب کیا جائے گا۔ یہ وہ مقام ہوگا جہاں ہمارے شہید اکٹھا ہوں گے اور تجھ سے ان کے خونِ ناحق کا بدلہ چکایا جائے گا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝*

(*سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۶۹)

شہدائے راہِ خدا کو مُردہ نہ سمجھنا وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں"۔ تیرے لئے اتنا بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے مقدمہ کا حاکم ہوگا۔ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے دشمن ہونگے، جبرئیل ان کا حامی و مددگار ہوگا، ساتھ ہی اُن لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے گا جنھوں نے تیرے لئے زمین ہموار کی اور تجھ کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا ہے۔ مجھ پر اگرچہ مصیبتیں بہت پڑی ہیں پھر بھی میں تجھ کو بہت حقیر سمجھتی ہوں اس لئے تیری زجر و توبیخ دل پر لگ رہی ہے۔ کیا کروں کہ آنکھوں کے آنسو تھمتے نہیں اور جگر پاش پاش ہے (ورنہ تجھ کو اس سے بہتر جواب دیتی) اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ گروہ اس گروہِ شیاطین کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے جنکا لقب "اولادِ طلقا" ہے۔ دیکھنا ان درندوں کے ہاتھوں سے ہمارے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اُن کے منہ سے ہمارے گوشت کی بُو آ رہی ہے اور (کربلا کے) جنگل میں شہیدوں کے پاک و پاکیزہ اجسام پڑے ہیں۔ جہاں سوائے درندگانِ صحرا کے کوئی (شمع جلانے والا) نہیں۔ کیا ہے اگر آج تو نے ہم کو مالِ غنیمت سمجھا ہے۔

لیکن قریب ہے وہ وقت جب ہماری یہ صورتِ حال تیرے لئے گھاٹے کا باعث بنے گی کیونکہ اسوقت تیرا کیا تیرے سامنے آئے گا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، لہٰذا تیرے کرتوتوں کی اللہ ہی سے فریاد ہے اور اُسی پر بھروسہ ہے۔ اے یزید! تیرے ترکش میں جتنے تیر ہوں اُن کو آزما لے، اور ہم پر ظلم و ستم ڈھانے کی پوری کوشش کر لے۔ خدا کی قسم! تو رہتی دنیا تک نہ ہمارا ذکر مٹا سکے گا، نہ ہماری شریعت باطل کر سکے گا، نہ ہماری درازیِ مُدّت تک پہنچ سکے گا، بلکہ رہتی دنیا تک یہ سانحہ تیرے لئے کلنک کا ٹیکہ بن کر رہ جائے گا۔ جو تیرے چھپائے نہ چھپے گا۔ تیرا یہ خیال کہ (تو کامران ہوا اور ہم کو شکست ہوئی) سریع الزوال ہے، جو یوں غائب ہو جائے گا جس طرح چقماق کے رگڑنے سے چنگاری اڑتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے، تیری حکومت بہت جلد فنا ہونے والی ہے اور تیرا جماؤ پراگندہ ہونے والا ہے قریب ہے وہ دن جب منادی پکار کر کہے گا "ظالموں پر خدا کی لعنت ہو"۔ پس حمد ہے خدا کی جس نے ہمارے اوّل (محمّد مصطفےٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سعادت اور ہمارے آخر (حسینؑ) کو شہادت و رحمت عطا فرمائی۔ اس بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اُن کے ثواب کو مکمل کرے اور اپنے مزید کرم کا مستحق قرار دے اور ہم کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور وہ بڑا رحیم و کریم ہے اور وہی ہمارا حاسب و نگہبان ہے۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد یزید نے اہلِ شام سے اہلبیتؑ کے مقدمہ میں مشورہ لیا۔ پس انھوں نے کہا کہ ان کو زندہ نہ رہنے دے۔ لیکن نعمان بن بشیر نے کہا جو پیغمبرؐ ان کے ساتھ کرتے تھے تو بھی عمل میں لا۔

مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یزید نے امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا، تمھارے باپ نے میرا قطعِ رحم کیا اور میرا حق نہ سمجھا اور سلطنت و ریاست میں مجھ سے نزاع کی، لہٰذا تم نے دیکھا کہ خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ حضرت سجادؑ نے فرمایا: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ معنی اس آیت کے سابقاً مذکور ہو چکے۔ یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ نہ دے سکا۔ پس یزید نے جواب دیا: مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ جو مصیبت تم کو پہنچی ہے وہ تمھارے ہاتھوں پہنچی ہے، اور بہت سے گناہ خدا عفو کرتا ہے۔ صاحبِ مناقب کہتے ہیں کہ حضرتِ سجادؑ نے فرمایا: اے پسرِ معاویہ و ہند و صخر ہمیشہ پیغمبری و امامت ہمارے اجداد کے لئے تیری ولادت کے قبل ہوتی رہی ہے، اور میرے جد علیؑ ابن ابی طالب کے دستِ مبارک میں روزِ بدر و اُحد و احزاب علم جنابِ رسالتمآبؐ تھا اور تیرے باپ دادا لشکرِ کفّار میں ہمیشہ عَلمِ کفر و شرک بلند کرتے رہے۔ اُس کے بعد آپؑ نے یہ اشعار اپنی زبان پر جاری فرمائے۔ ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ
بِعِتْرَتِیْ وَبِاَهْلِیْ عِنْدَ مُفْتَقَدِیْ ۔۔۔ مِنْهُمْ اُسَارٰی وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمِ

تم کیا کہو گے جب پیغمبرِ خدا تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میری عترت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ بعدہٗ فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے یزید! اگر تو سمجھے کہ کیا کچھ تجھ سے سرزد ہوا اور میرے باپ بھائی، اعمام اور دیگر اعزا کو قتل کر کے تو کس جرم کا مرتکب ہوا ہے، تو صحراؤں میں نکل جائے، خاکستر کا بچھونا بنائے اور واویلاہ وا مصیبتاہ کی صدائیں بلند کرے۔ حسینؑ جگر گوشۂ علیؑ و فاطمہؑ ہے جن کا سر اور تیرے شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا ہے حالانکہ یہی حسینؑ تم میں امانت پیغمبرِ خدا تھے۔ تجھ کو فردائے قیامت رسوائی و ندامت کی بشارت ہو۔

مُفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ فاطمہ کبریٰؑ سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں جس وقت ہم یزید کے روبرو گئے تو ہماری حالت اتنی تباہ تھی کہ یزید تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس وقت ایک مردِ شامی سُرخ رنگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے یزید! اس لڑکی کو مجھے دے ڈال، یہ سنکر میں خوف سے کانپنے لگی، اور میں نے گمان کیا کہ یہ بھی ان کے مذہب میں شاید جائز ہو، میں دہشت سے پھوپھی زینبؑ کے دامن سے چمٹ گئی، لیکن وہ جانتی تھیں کہ یہ امر ہونے والا نہیں ہے۔ اور بروایت سیّد علیہ الرحمہ فاطمہ کبریٰؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا میرا باپ مر گیا اب میں کنیزی میں جاؤں گی۔ پھوپھی زینبؑ نے شامی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: قسم بخدا تو غلط کہتا ہے نہ تجھ کو اس کی مجال ہے نہ یزید کو۔ یزید اس بات سے غصّہ میں آیا اور کہا: اے زینبؑ تم (معاذ اللہ) غلط کہتی ہو۔ مجھ کو قدرت ہے، اگر چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ زینبِؑ خاتون نے کہا کہ واللہ کہ تجھے خدا نے یہ اختیار نہیں دیا ہے۔ اِلّا یہ کہ تو اپنے مذہب و ملّت سے باہر ہو جائے اور کسی اور مذہب کو اختیار کرے۔ وہ ملعون برہم ہوا اور کہا مجھ سے اس طرح کا کلام کرتی ہو، تمھارے باپ اور بھائی دین سے خارج ہیں۔ زینبؑ نے فرمایا: ہمارے باپ اور بھائی کے دین سے تو اور تیرے باپ اور دادا نے ہدایت پائی (بشرطیکہ تو مسلمان ہو) اُس ملعون نے کہا اے دشمنِ خدا تو جھوٹ کہتی ہے۔ زینبؑ نے کہا تجھ کو اپنی امارت کا اور نخوت و غرور ہے۔ جتنی چاہے بدزبانی کرے۔ یہ سنکر یزید کچھ شرمایا اور چُپ ہو رہا۔ اتنے میں شامی نے پھر وہی سوال کیا۔ یزید نے کہا دُور ہو، خدا تجھ کو موت دے۔ اور بعض کتب میں یوں ہے کہ جنابِ اُمّ کلثومؑ نے شامی سے کہا چُپ رہ اے بدکردار! حق تعالیٰ تیری زبان کو قطع کرے اور آنکھوں کو اندھا کرے اور ہاتھ تیرے خشک کر دے، اور جہنم کو منزل و ماویٰ تیرا گردانے اولادِ رسولؐ اولادِ زنا کی خدمت گار نہیں ہوتی۔ راوی کہتا ہے بخدا

ہنوز اس مخدومہ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ ان کی بد دعا بارگاہِ ربّ الارباب میں درجۂ اجابت کو پہنچی۔ یہ دیکھ کر زینبؑ نے فرمایا، شکر ہے حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں پیش از آخرت تجھ کو معذب کیا، یہ سزا اس شخص کی ہے جو حرمِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے معترض ہو۔ در روایت سیّد علیہ الرحمہ میں یوں ہے کہ شامی نے فاطمہ کبریٰؑ کے متعلق پوچھا یہ کون ہے؟ یزید نے کہا یہ فاطمہ کبریٰ بنتِ حسینؑ ہے اور یہ زینبؑ بنتِ علی ابن طالبؑ ہے۔ شامی نے کہا، کون حسینؑ؟ فرزندِ علیؑ و فاطمہؑ؟ یزید نے کہا ہاں۔ شامی نے کہا، خدا لعنت کرے تجھ پر اے یزید اپنے پیغمبرِ خدا کے فرزندوں کو قتل کیا اور اس کی ذرّیت کو قید کرتا ہے، خدا کی قسم میں نے جانا تھا کہ یہ اسیرانِ روم ہیں۔ یزید نے کہا، واللہ تجھ کو بھی انھیں کے ساتھ ملحق کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے حکم دیا اور اس شامی کو قتل کیا گیا۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے اس کے بعد یزید نے خطیب کو طلب کیا اور کہا منبر پر جا کر حسینؑ اور اُن کے باپ کی مذمت کر۔ وہ منبر پر گیا اور مذمتِ جنابِ امیر و امام حسین علیہما السّلام کرتا رہا، اور یزید بن معاویہ کی مدح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اُس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا، وائے تجھ پر اے خطیب رضائے مخلوق کے واسطے خالق کی ناراضی کو تو نے اختیار کیا، خدا تیری جگہ دوزخ مقرر کرے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابن سنان خفاجی نے جنابِ امیر علیہ السّلام کی مدح میں کیا خوب شعر کہا ہے

اَعَلَی الْمَنَابِرِ تُعْلِنُوْنَ بِسَبِّهٖ ۔۔۔ وَبِسَیْفِهٖ نُصِبَتْ لَکُمْ اَعْوَادُهَا

یعنی منبروں پر جنابِ امیر (علیہ السّلام) کو ناسزا کہتے ہو حالانکہ انہی کی تلوار سے منبر کی لکڑیاں استوار ہوئیں۔ صاحبِ مناقب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ خطیب منبر پر جا کر لوگوں کے سامنے حضرت امیر و امام حسین (علیہما السّلام) کے عیوب بیان کرے۔ پس خطیب نے بعد حمد و ثنا علیؑ و حسینؑ کو بہت بُرا کہا اور یزید و معاویہ کی نہایت تعریف کی اور تمام محامد و مناقب ان کے لئے ثابت کئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت علی بن الحسین علیہ السّلام نے پکار کر فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے خطیب تو نے رضائے مخلوق کو غضبِ خالق کے بدلہ میں اختیار کیا اور اپنا مقام آتشِ جہنم میں مقرر کیا۔ بعدہٗ حضرت نے فرمایا، اے یزید مجھ کو اجازت دے کہ اس منبر پر جا کر چند کلمے اس طرح کے ذکر کروں جس میں رب العالمین کی رضا و خوشنودی اور ان حاضرین کے لئے ثواب و بہبودی ہو۔ یزید نے قبول نہ کیا۔ لوگوں نے درخواست کی کہ اے یزید ان کو اذن دے شاید کوئی اچھی بات ہم سنیں۔ یزید نے کہا اگر یہ منبر پر جائے گا تو مجھ کو اور آلِ ابوسفیان کو رسوا کر کے اترے گا۔ لوگوں نے کہا،

خطبہ امام زین العابدینؑ

یا امیر اس لڑکے سے کیا ہو سکے گا۔ یزید نے کہا، یہ اس خاندان سے ہے جو عالم طفلی ہی میں آراستہ بعلم و کمال ہوتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ کافی دیر تک لوگ اصرار کرتے رہے، تا اینکہ یزید نے حضرتؑ کو اجازت دی۔ پس حضرتؑ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی ایک خطبہ ایسا دردناک پڑھا جس نے آنکھوں کو گریاں اور دلوں کو بریاں کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا: ایہا الناس! جناب احدیت نے اہلبیت رسالت کو چھ خصلتیں اور سات فضیلتیں تمام امت پر عنایت کی ہیں۔ جو خصلتیں عنایت کی ہیں وہ یہ ہیں: علم و حلم و سخاوت و فصاحت و شجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت۔ اور فضیلتیں یہ ہیں کہ ہم میں سے سید ابرار محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہیں اور ہم میں سے صدیق اکبر علی مرتضیٰ ہیں، اور ہم میں سے جعفر طیار اور حضرت حمزہ شیر خدا اور عم رسول خدا ہیں، اور ہم میں سے سبطین اس امت کے حسنؑ و حسینؑ (علیہم السلام) ہیں۔ جو شخص ہم کو جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کو میں اپنے حسب و نسب سے آگاہ کرتا ہوں کہ میں ہوں فرزند مکہ و منیٰ، میں ہوں فرزند زمزم و صفا، میں ہوں فرزند اس شخص کا جس نے مقام ابراہیم کو چادر کے کونے سے اٹھایا، میں ہوں فرزند اس شخص کا جو بہترین عالم تھا، میں ہوں فرزند اس شخص کا جو طواف اور سعی کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ میں ہوں فرزند جو تمام حج کرنے والوں اور لبیک کہنے والوں سے افضل ہے۔ میں ہوں فرزند اس شخص کا جسکو اللہ نے ایک شب میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا، میں ہوں فرزند اس کا جسکو جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے، میں ہوں فرزند اس کا جو مقام قرب الٰہی تک پہنچا یہاں تک کہ قاب قوسین او ادنیٰ کی منزل پر فائز ہوا، میں ہوں فرزند اس کا جس نے ہمراہ ملائکہ آسمان پر نماز پڑھی ہے، میں ہوں فرزند اس کا جس کی طرف اللہ نے وحی کی، میں ہوں فرزند محمد مصطفیٰؐ کا، میں ہوں فرزند علی مرتضیٰؑ کا، میں ہوں فرزند اس کا جس کی ذوالفقار کی برکت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا گیا، میں ہوں فرزند اس کا کہ جس نے رسول اللہؐ کے سامنے دو شمشیروں اور دو نیزوں سے جہاد کیا، جس نے دو ہجرتیں اور دو بیعتیں کیں، جس نے بدر و حنین میں جہاد فرمایا اور طرفۃ العین کے لیے منکر خدا نہ ہوا، میں ہوں فرزند صالح المومنین وارث نبیین

لہ آپ نے فرمایا: اَنَا ابْنُ مَنْ ضَرَبَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِسَیْفَیْنِ وَطَعَنَ بِرُمْحَیْنِ وَھَاجَرَ الْھِجْرَتَیْنِ وَبَایَعَ الْبَیْعَتَیْنِ وَقَاتَلَ بِبَدْرٍ وَّحُنَیْنٍ وَلَمْ یَکْفُرْ بِاللّٰہِ طَرْفَةَ عَیْنٍ اَنَا ابْنُ صَالِحِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ النَّبِیِّیْنَ وَقَامِعِ الْمُلْحِدِیْنَ وَیَعْسُوْبِ الْمُسْلِمِیْنَ وَنُوْرِ الْمُجَاھِدِیْنَ وَزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَتَاجِ الْبَکَّائِیْنَ وَاَصْبَرِ الصَّابِرِیْنَ وَاَفْضَلِ الْقَائِمِیْنَ مِنْ اٰلِ یٰسٓ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ (ترجمہ اوپر ملاحظہ ہو۔ ج ، ز)

و قلع و قمع کنندہ ملحدین و سردار مسلمین و نور مجاہدین و زین العابدین و سرتاج گریہ کنندگان، جو آل رسول رب العالمین صبر کرنے اور نماز پڑھنے میں سب سے افضل ہے۔ میں ہوں فرزند اس کا جو جبرئیل و میکائیل کی جانب سے مؤید و منصور ہوا۔ میں ہوں فرزند اس کا جس نے ناموس مسلمین کی حمایت کی، میں ہوں فرزند اس کا جس نے مارقین و قاسطین و ناکثین کو قتل کیا اور اپنے ناصبی دشمنوں سے جہاد کیا جو تمام قریش کا فخر تھا، جس نے سب سے پیشتر اجابت دعوت خدا اور رسولؐ کی، جس نے ایمان میں تمام مومنین پر سبقت کی، جس نے سرکشوں کی کمر توڑ دی، جس نے مشرکین کو نابود کیا، جو منافقوں کے لئے اللہ کا تیر، حکمت عباد کا ترجمان، دین خدا کا ناصر، اس کا ولی امر، حکمت خدا کا بوستان، اسکے علم کا دروازہ، صاحب جود و عطا، یکتا در حسن و بہا، پاک و پاکیزہ، مکی، راضی برضا، شجاع، سردار، صابر، بہ کثرت روزے رکھنے والا، صاحب اخلاق پسندیدہ، بڑی نمازیں پڑھنے والے، کافروں کی نسل قطع کرنے والے، ان کی جماعتوں کو پراگندہ کرنے والا، دل و جگر کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط عزم و ارادہ میں سب سے زیادہ پکا، خودداری میں سب سے زیادہ اونچا، وہ شیر بیشۂ شجاعت جس نے گتھے ہوئے نیزوں میں سرکشوں کو یوں پیس کر رکھ دیا جس طرح چکی آٹا پیستی ہے، یوں اڑا دیا جس طرح آندھی بھوسہ اڑاتی ہے، شیر بیشۂ حجاز، مرد میدان عراق، مکی و مدنی، حیفی عقبی، بدری احدی شجری، مہاجری شاہ عرب، حرب و ضرب، شیر بیشۂ جنگ و جہاد، وارث مشعرین، والد سبطین یعنی حسنؑ و حسینؑ، امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ میرے جد نامدار ہیں۔ میں ہوں فرزند فاطمہ زہراؑ، میں ہوں فرزند سیدۃ النساء، غرض اسی طرح فرماتے رہے تا اینکہ حضار مجلس میں شور و شیون عظیم برپا ہوا۔ اس وقت یزید خائف ہوا کہ مبادا فساد برپا ہو۔ اس لئے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان دے، پس اس نے آپ کا قطع کلام کیا اور اذان کہی، جب مؤذن نے اللہ اکبر کہا، حضرتؑ نے فرمایا لَا شَیْءَ اَکْبَرُ مِنَ اللّٰہِ، کوئی چیز حق تعالیٰ سے برتر نہیں۔ جب اس نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا، فرمایا شَھِدَ بِھَا شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ، وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ میرا گوشت و پوست و خون گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ لیکن جب مؤذن نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، تو حضرتؑ نے یزید کی طرف نگاہ کر کے فرمایا: اے یزید! بتلا کہ یہ محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے، اگر ان کو اپنا جد سمجھتا ہے تو غلط و کفر ہے اور اگر میرا جد جانتا ہے تو بتلا کہ پھر تو نے کیوں ان کی عترت کو قتل کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب مؤذن اذان و اقامت سے فارغ ہوا اس وقت یزید متوجہ نماز ظہر ہوا۔

منقول ہے کہ مجلس یزید میں ایک عالم علمائے یہود سے بیٹھا تھا، اس نے پوچھا: اے یزید!

جوان کون ہے؟ یزید نے کہا علی ابن الحسینؑ، اُس نے پوچھا کون حسینؑ؟ کہا حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب، ہس نے پوچھا اور حسینؑ کون ہے؟ یزید نے کہا ابنِ فاطمہؑ بنت محمدؐ۔ اُس عالم نے کہا سبحان اللہ، پس یہ شخص تمھارے پیغمبرؐ کا نواسہ تھا جس کو تم نے اتنی جلد قتل کر ڈالا، کیا بدسلوکی تم نے کی پیغمبر کے بعد اُن کی عترت و اولاد سے! بخدا اگر موسیٰ بن عمران ہمارے درمیان میں کوئی نواسہ چھوڑ جاتے تو گمان یہ تھا کہ ہم اس کی پرستش کرتے اور تمھارا یہ حال ہے کہ کل ہی تمھارے پیغمبر نے دنیا سے مفارقت کی اور آج تم نے اس کے فرزند کو قتل کر ڈالا، بُرا حال ہو تمھارا۔ راوی کہتا ہے یہ سنکر یزید نے اُس کے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے تین بار اُس کی گردن پر وار کیا، وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہتا جاتا تھا، چاہے مجھ کو مارو، چاہو قتل کر دو میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ جو شخص اپنے پیغمبر کی اولاد کو قتل کرے وہ ہمیشہ ملعون رہتا ہے۔ جب تک زندہ ہے اور جب مرجاتا ہے حق تعالیٰ اُس کو داخلِ جہنم کرتا ہے[1]۔

صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں فاطمہ بنتِ امیرالمومنین علیہا السلام سے نقل کیا ہے کہ یزید نے ہم کو ایسے خرابہ میں قید کیا تھا جہاں دن کی دھوپ رات کی اوس سے ہماری یہ حالت ہو گئی تھی کہ سب کے چہروں کی کھال اُدھڑ گئی تھی، اُن ایام میں جو پتھر بیت المقدس سے اُٹھایا جاتا تھا، اُس کے نیچے خون تازہ جوش زن نکلتا تھا اور دیواروں پر دھوپ سرخ رنگ نکلتی تھی جیسے کہ ایک چادر سرخ دیوار پر پڑی ہو، اور یہ حال اُس وقت تک رہا کہ حضرت زین العابدین علیہ السّلام نے ہمراہ مخدرات و سرہائے شہدا مراجعت کی اور سرِ اقدس حضرت امام حسین علیہ السّلام کربلا روانہ ہوا۔

ابنِ نما علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ دمشق میں حضرتِ سکینہؑ نے خواب میں دیکھا کہ پانچ ناقے ہیں اور اُن پر پانچ شخص سوار اور اُن کے گرد ملائک اور ہر ناقے کے ہمراہ ایک خادم ہے۔ میں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ خادم نے جواب دیا: اوّل حضرت آدمؑ صفی اللہ، دوسرے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ، تیسرے حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ، چوتھے حضرت عیسیٰؑ روح اللہ علیہم السّلام ہیں۔ میں نے پوچھا یہ حضرت کون ہیں؟ جو اپنے محاسن شریف کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور نہایت غم و الم سے کبھی زمین پر گرتے کبھی اٹھتے ہیں۔

[1] احتجاج طبرسی میں معتبر راویوں سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام دربارِ یزید میں گئے تو اُس ملعون نے کہا یا علی شکر ہے کہ خدا نے تمہارے باپ کو قتل کیا، حضرت نے فرمایا میرے باپ کو اشقیا نے قتل کیا۔ یزید نے پھر کہا کہ شکر خدا کا کہ اس نے حسینؑ کو قتل کیا اور مجھ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ حضرت نے فرمایا جس شخص نے میرے باپ کو مارا خدا اُس پر لعنت کرے۔ یزید نے کہا یا علی! منبر پر جا کر اس فتح سے جو حق تعالیٰ نے امیرالمومنین کو عطا کی ہے لوگوں کو آگاہ کرو۔ یہ سنکر حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ کم و بیش اوپر مذکور ہوئے۔ ج، ذ

کہا وہ تمھارے دادا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ میں نے پوچھا، یہ حضرات کہاں جاتے ہیں؟ کہا تمھارے باپ کے پاس، میں نے بھی قصد کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤں اور جو ظلم و ستم اُن کے بعد مجھ پر گذرے ہیں بیان کروں۔ دریں اثناء پانچ ہودج نور کے کہ جن پر پانچ بیبیاں بیٹھی تھیں نظر آئیں، میں نے اس خادم سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: اوّل حوّا اُم البشر، دوسری آسیہ دختر مزاحم، تیسری مریم بنتِ عمران، چوتھی خدیجہ بنتِ خویلد۔ میں نے پوچھا پانچویں بی بی کون ہیں جو اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے ہیں۔ کبھی ضعف و ناتوانی سے گر پڑتی ہیں۔ کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں، کہا یہ تمھاری دادی فاطمہ زہراؑ دخترِ رسولِ خداؐ ہیں۔ میں نے کہا بخدا ضرور ان سے اپنی مصیبتیں عرض کروں گی۔ پھر میں اُن کے سامنے گئی اور بکمال ادب کھڑی ہوئی اور روتی رہی۔ میں نے عرض کی اے دادی اماں! خدا کی قسم اُمتِ جد نے ہمارے حق کا انکار کیا۔ اے دادی اماں خدا کی قسم اُمتِ جد نے ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اے دادی اماں! خدا کی قسم امتِ جد نے ہماری ہتکِ حرمت کو جائز گردانا، اے دادی اماں! خدا کی قسم اُمت نے میرے باپ حسینؑ کو قتل کر ڈالا، یہ سنکر خاتونِ قیامت نے فرمایا۔ اے میری بیٹی سکینہ بس کر نہ رو کہ تو نے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور میرا جگر زخمی کر دیا۔ یہ تیرے باپ حسینؑ کا کرتا میرے پاس ہے، اس کو میں جُدا نہ کروں گی یہاں تک کہ اپنے پروردگار کے سامنے جاؤں گی۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے چاہا کہ خواب کو چھپاؤں لیکن میں نے گھر والوں سے ذکر کیا تا آنکہ مشہور ہوگیا۔ اور سیّد علیہ الرحمہ نے بھی اسی کے مثل روایت کی ہے۔

سیّد و ابن نما علیہما الرحمہ نے محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ راس الجالوت سردار علمائے یہود نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا واللہ میرا نسب ستّر واسطوں سے حضرت داؤد علیہ السّلام تک پہنچتا ہے اس کے باوجود جب یہود مجھے دیکھتے ہیں میری بڑی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، اور تمھارا حال یہ ہے کہ جس شخص کو تمھارے پیغمبر سے صرف ایک پشت کا فاصلہ تھا اُسے قتل کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا جس دن میرے پدرِ بزرگوار کا سرِ اقدس یزید کے پاس لے گئے اُس ملعون نے ہر روز مجلس مقرر کی اور سرِ مبارک کو روبرو رکھوا تا تھا اور شراب پیتا تھا۔ ایک دن بادشاہِ روم کا ایلچی جو اپنی قوم کا سردار و نجیب و شریف تھا دربارِ یزید میں حاضر تھا۔ اُس نے یزید سے پوچھا اے بادشاہِ عرب یہ سر کس شخص کا ہے؟ یزید نے کہا تجھ کو اس سے کیا کام،

[1] حضرت سکینہ کے بین یہ تھے: يَا أَمَتَاهُ جَحَدُوا وَاللهِ حَقَّنَا۔ يَا أَمَتَاهُ بَدَّدُوا وَاللهِ شَمْلَنَا يَا أَمَتَاهُ إِسْتَبَاحُوا وَاللهِ حَرِيمَنَا يَا أَمَتَاهُ قَتَلُوا وَاللهِ الْحُسَيْنَ آبَانَا۔ (ج۔ ز)

اس نے کہا ہمارا بادشاہ میرے واپس جانے پر یہاں کے متعلق استفسار کرے گا لہٰذا چاہتا ہوں کہ اس شخص سے بھی مطلع رہوں تاکہ وہ بھی اس خوشی میں تمھارے ساتھ شریک ہو۔ یزید نے کہا یہ سر حسینؑ ابن علیؑ کا ہے، رومی نے کہا مادرِ حسینؑ کون ہے؟ کہا فاطمہؑ بنتِ رسولؐ۔ یہ سنکر نصرانی نے کہا اے یزید! وائے تجھ پر اور تیرے دین پر، میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ میرا باپ داؤد پیغمبر علیہ السّلام کی اولاد واحفاد سے ہے، میرے اور ان حضرات کے درمیان کئی پشتیں گذری ہیں لیکن نصاریٰ میری تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اور تمھارا یہ حال ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے نواسے کو قتل کیا ہے حالانکہ وہ تمھارے پیغمبرؐ سے صرف ایک ماں کا فاصلہ رکھتا ہے۔ تمھارا یہ مذہب کیا ہے؟ پھر اس نے کہا اے یزید تو نے کلیسائے حافر کا حال سنا ہے؟ اس نے کہا بیان کر ——— نصرانی نے بیان کیا کہ مابین عمان وچین ایک سمندر ہے جس کی مسافت سال بھر کی ہے، وہاں سوائے ایک شہر کے کوئی آبادی وشہر نہیں ہے، یہ شہر وسطِ بحر میں واقع ہے، اس کا طول ہشتاد درہشتاد فرسخ ہے، ربع مسکون میں کوئی شہر اس سے بڑا نہیں ہے وہاں کافور اور یاقوت پیدا ہوتا ہے اور درخت عود وعنبر کے اُگتے ہیں۔ یہ شہر نصاریٰ کے قبضہ میں ہے، سوا ان کے کسی کو وہاں دخل نہیں ہے، اس شہر میں بہت سے کلیسا ہیں لیکن سب سے بڑا کلیسائے حافر ہے۔ اس کی محراب میں ایک سونے کی قندیل آویزاں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم رکھا ہوا ہے، اس بنا پر وہاں تمام سال تمام نصاریٰ کا اژدحام رہتا ہے۔ خاص وعام اس کی زیارت کے لیے آتے اور اُس کو چُومتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ حال ہے اُن کے گدھے کے سُم کے متعلق جس کے متعلق ان کا گمان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس پر سوار ہوتے تھے، اور تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کر دیا، خدا تم میں اور تمھارے دین میں برکت نہ دے۔ یزید نے کہا اس نصرانی کو قتل کرو تاکہ یہ مجھے اپنے ملک میں رسوانہ کرے، نصرانی نے جب یزید کا یہ ارادہ معلوم کیا تو کہا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ یزید نے کہا ہاں، کہا اے یزید سن لے کہ آج شب کو میں نے تیرے پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اے نصرانی! تم اہلِ جنت سے ہو، پس میں اس کلام سے متعجب ہوا اور اس کا بھید مجھ پر نہ کھلا، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ پیغمبر برحق ہیں، بعدہٗ دوڑ کے سرِ امام حسین علیہ السّلام کو سینہ سے لگالیا اور بوسے لیتا تھا اور روتا تھا یہاں تک کہ مارا گیا۔

صاحبِ مناقب نے لکھا ہے اور ابومخنف وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ سرِ مبارک قصر کے دروازے پر لٹکایا جائے اور اہلبیتؑ کو گھر میں بلوایا، جب اہلبیتؑ یزید کے گھر میں گئے تو تمام

زنانِ آلِ سفیان رونے لگیں اور حسینؑ پر نوحہ کرتیں استقبال کو آئیں اور تمام پُرتکلف لباس وزیور اتار ڈالے اور تین روز ماتم برپا رکھا اور ہند دختر عبداللہ بن عامر زنِ یزید جو پیشتر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تھی پردوں کو ہٹا کر باہر نکلی اور دربارِ عام میں باہر نکل آئی، اس نے چیخ کر کہا: اے یزید! تو نے سرِ فرزندِ رسولؐ میرے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید یہ حال دیکھ کر دوڑا اور چادر اس کے سر پر ڈال دی اور کہا: اے ہند تو بیشک نواسۂ رسولؐ وسیّدِ قریش پر گریہ ونوحہ کر، خدا لعنت کرے ابنِ زیاد پر اس نے حسینؑ کے قتل میں عجلت کی۔

سیّد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت سیّد الساجدین علیہ السلام ایک روز بازارِ دمشق میں جا رہے تھے منہال بن عمر حضرت کو راہ میں ملے، انھوں نے پوچھا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت نے جواب دیا ہمارا وہی حال ہے جو بنی اسرائیل کا تھا، آلِ فرعون میں کہ وہ ان کے مردوں کو مار ڈالتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اے منہال عرب عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ عرب سے تھے اور قریش باقی عرب پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں اور ہم کو جو اہلِ بیتِ محمدؐ ہیں قتل کرتے ہیں اور ہمارا حق چھینتے ہیں اور آوارہ وطن کرتے ہیں۔ پس فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہ اے منہال ہمارا حال کتنا دردناک ہے، خدا بھلا کرے مہیار کا اُس نے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

یُعَظِّمُوْنَ لَہٗ اَعْوَادَ مِنْبَرِہٖ ۔۔۔ وَتَحْتَ اَرْجُلِھِمْ اَوْلَادُہٗ وَضَعُوْ
بِاَیِّ حُکْمٍ بَنُوْہُ یَتْبَعُوْنَکُمْ ۔۔۔ وَفَخْرُکُمْ اَنَّکُمْ صَحْبٌ لَہٗ تَبَعٗ

یعنی، منبر کی سیڑھیوں پر تو یہ لوگ رسول اللہؐ کی تعظیم کرتے ہیں (درود وسلام بھیجتے ہیں) اور اپنے پیروں تلے اُن کی اولاد کو روندتے ہیں اے اشقیا کس دلیل سے اولادِ پیغمبرؐ تمھاری متابعت کریں حالانکہ تمھارا سارا فخر ومباہات رسولِ خدا کی صحابیت وتابعیت پر ہے، یہ تو اُن کی آلِ اطہار ہیں۔

سیّد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک دن یزید نے اپنی محفل میں علی ابن الحسین اور عمرو بن حسن علیہم السّلام کو طلب کیا۔ اس وقت عمرو کا سِن شریف گیارہ برس کا تھا۔ یزید نے عمرو سے کہا میرے بیٹے خالد سے کشتی کرو گے، عمرو نے کہا کشتی نہیں البتہ ایک چھری مجھ کو اور ایک اُس کو دیدے، پھر میں اُس سے لڑونگا، یزید نے کہا: شِنْشِنَةٌ اَعْرِفُھَا مِنْ اَخْزَم هَلْ تَلِدُ الْحَیَّةُ اِلَّا الْحَیَّةَ ہ کیوں نہ ہو شیر کا بچہ شیر ہی[1] ہوتا ہے یہ طبیعت تیرے واسطے موروثی ہے۔ اس کے بعد یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا وہ تین مطلب جن کے ایفاء کا میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا بیان کریں۔ حضرت نے فرمایا:

[1] یہ ترجمہ محاورہ کے اعتبار سے ہے ورنہ حیہ سانپ کو کہتے ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ میرے باپ کا سرِ انور مجھ کو دکھلادے کہ میں زیارت کروں اور حضرت سے وداع ہوں۔ دوسری حاجت یہ ہے کہ جو اسباب ہمارا چھینا گیا ہے واپس کردے۔ تیسرے یہ کہ اگر میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو کوئی شخص اہلبیت کے واسطے مقرر کر جو ان کو وطن تک پہنچادے۔ یزید نے کہا آپ کے باپ کا سر ہرگز نہ دکھلاؤں گا لیکن آپ کے قتل سے دست بردار ہوا، اور عورتوں کے لیے کوئی شخص آپ کے سوا نہ ہوگا۔ اور جو اسباب لوٹا گیا ہے میں اس کے عوض سہ چند، چہار چند مال دیدوں گا۔ حضرت نے فرمایا تیرا مال مجھ کو درکار نہیں، میں صرف اپنا سامان چاہتا ہوں، کیونکہ اس میں مقنعہ اور قمیض و پیرہن اور قلاوہ اور چرخہ ہماری جدہ ماجدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا ہے۔ پس اس نے حکم دیا اور وہ سب چیزیں آپ کے حوالہ کردی گئیں، اس کے بعد یزید نے اہلبیتؑ کو مدینہ منوّرہ روانہ کیا۔

ابن نماؒ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے سرِ انور امام حسین علیہ السّلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ عمر بن سعد نے اسے مدینہ میں دفن کردیا۔ منصور بن جمہور کہتا ہے کہ میں جب خزانۂ یزید میں داخل ہوا تو وہاں میں نے ایک سُرخ رنگ کا صندوق پایا، اُس نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو حفاظت سے رکھ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اُمیّہ کا کوئی بڑا خزانہ ہے لیکن جب اس کو کھولا گیا تو اس میں سرِ انور امام حسین علیہ السّلام کا نظر آیا، جس کی ریشِ مبارک میں اثر خضاب تھا۔ یہ دیکھ کر ابنِ جمہور نے غلام سے ایک کپڑا منگوایا اُس میں لپیٹ کر دمشق میں قریب دروازہ فرادلیس متصل تیسرے برج کے جانب مشرق دفن کردیا۔ اور اہلِ مصر سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ حضرت کا سرِ انور مصر میں دفن ہے اور اس مقام کو مشہدِ کریم کہتے ہیں جو زیارت گاہِ خلائق ہے اور قُبّہ وہاں کا مُطلّا و مذہبؑ ہے۔ لوگوں کی حاجات برآتی ہیں جس کی وجہ سے لوگ انواع واقسام کی نذورات وہدایہ چڑھاتے ہیں اور یہ یقین جانتے ہیں کہ حضرت کا سرِ اقدس یہیں مدفون ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اصح اقوال یہ ہے کہ حضرت کا سرِ اقدس شہروں میں پھرائے جانے کے بعد کربلا لایا گیا اور بدن کے ساتھ خاک میں سونپا گیا۔ سیّد علیہ الرّحمہ نے سرِ مبارک کے احوال میں لکھا ہے کہ سرِ اطہر کربلا لایا گیا اور جسمِ انور کے ساتھ مدفون ہوا شیعیانِ اہلبیتؑ کا عمل اسی پر ہے اور سوائے احادیثِ مذکورہ کے اور اخبار بھی وارد ہوئی ہیں جو بوجہِ طوالت ترک کی گئیں۔

صاحبِ مناقب نے لکھا ہے کہ حافظ ابوالعلا نے ذکر کیا ہے کہ یزید نے سرِ حسین علیہ السّلام غلامانِ بنی ہاشم وابوسفیان کے غلاموں کے ہمراہ مدینہ منوّرہ بھیجا اور اہلبیتِ کرام کو زاد وراحلہ وسامان

لہ سنہری ہے۔

سفر دے کر رخصت کیا اور جو امور کہ حضرت کے مدینہ سے تعلق رکھتے تھے اُن کے اجرا کا حکم دیا۔ سرِ انور کو عمر بن سعد عاملِ مدینہ کے پاس بھجوایا، اس نے کہا، کاش! یزید میرے پاس نہ بھیجتا، اور حکم دیا کہ بقیع میں قبرِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے نزدیک دفن کیا جائے۔ اور بعض علماء نے روایت کی ہے کہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر لطف و مہربانی فرماتے ہیں۔ جب بیدار ہو حسن بصری کو طلب کیا اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ حسن بصری نے کہا، ایسا معلوم ہوتا ہے تو نے اہلبیتؑ رسولؐ کے ساتھ نیکی کی ہے، اُس نے کہا میں نے سرِ امام حسین علیہ السّلام خزانۂ یزید میں پایا تھا، میں نے اس کو دیبا کی پانچ چادروں میں لپیٹا اور اپنے اصحاب کے ہمراہ اس پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔ حسن بصری نے کہا پیغمبر تجھ سے اس امر کی وجہ سے راضی ہوئے۔ یہ سنکر سلیمان نے حسن بصری کو انعام دیا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ سب اقوالِ اہلسنت ہیں۔ ہمارے علماء میں مشہور ہے کہ سرِ انور ہمراہ تنِ اطہر مدفون ہے، امام زین العابدین علیہ السلام اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور بہت سی روایتیں با این مضمون بھی وارد ہوئی ہیں کہ سرِ انور قریب قبر امیر المومنین علیہ السلام مدفون ہے، اور ان احادیث میں سے بعض آئندہ بھی مذکور ہوں گی۔

شیخ مفید علیہ الرّحمہ اور صاحبِ مناقب نے لکھا ہے کہ یزید نے اہلبیتؑ سے پوچھا کہ اگر منظور ہو دمشق میں اقامت کریں۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کیا اور کہا ہم کو مدینہ بھجوادے وہ مقام ہمارے جدِ رسالتمآبؐ کی ہجرت کا ہے۔ پس یزید نے نعمان بن بشیر کو جو اصحاب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے تھے، کہا ان کا سامان اور زادِ راہ مہیّا کرو اور کوئی شخص امین و صالح اہلِ شام سے مع چند سوار خدمتگاران کے ساتھ کرو۔ بعدازاں جناب سیّد السّاجدین علیہ السّلام کو بلوا کر کہا کہ حق تعالیٰ ابنِ مرجانہ پر لعنت کرے۔ اگر حسینؑ سے میرا سامنا ہوتا جو مجھ سے طلب کرتے ضرور دیتا اور تا امکان ان کی موت نہ چاہتا اگرچہ اس میں میرے فرزند مارے جاتے لیکن تقدیرِ الٰہی میں یہ مقرّر ہو چکا تھا جو میں نے دیکھا، پس جو حاجت آپ کو درپیش ہوا کرے مجھ کو لکھ بھیجا کریں[۱] اور اس شامی کو تاکید کردی کہ سفر میں ان کا خیال رکھا جائے۔ غرض اہلبیت اطہار روانہ ہوئے، جس مقام پر منزل کرتے تھے فرستادگانِ یزید جدا ہو جاتے تھے اور نگہبانی کرتے رہتے تھے اور ان کی خدمت گذاری میں کوئی کمی نہ کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ حارث بن کعب نے فاطمہ دختر علی علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی بہن زینبؑ خاتون سے کہا کہ اس شامی نے ہماری بہت خدمت کی ہے، لہٰذا اس کے ساتھ کچھ سلوک کرنا چاہیئے۔ انھوں نے فرمایا بخدا

[۱] سابقہ گزر چکا ہے کہ یہ یزید کی شاطرانہ چال تھی اس میں خلوص کو کوئی دخل نہ تھا۔ جزائری

ہمارا ہاتھ تنگ ہے مگر اپنا زیور دیئے دیتی ہوں۔ پس میں نے دست بند اور بازو بند اپنی بہن کو بھجوا دیا اور کمی و قلت سے عذر خواہی کی اور کہا جو خدمتیں تو نے کی ہیں ان میں سے چند خدمتوں کا یہ عوض ہے۔ شامی نے کہا اگر میں نے بطمعِ دنیا خدمت کی ہوتی اس سے بھی کم میں میری رضا تھی لیکن میں نے خالصًا لوجہ اللہ نظر بقرابتِ رسولؐ آپ کی خدمت کی ہے۔

سیّد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب اہلبیتؑ کرام شام محنت انجام سے روانہ عراق ہوئے، اثنائے راہ میں امیرِ قافلہ سے درخواست کی کہ ہم کو کربلا کی راہ سے لے چل۔ جس وقت کہ مقتلِ سیّد الشہداؑ میں پہنچے اتفاقاً اُس مقام میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ مع ایک جماعت بنی ہاشم اور سادات کے زیارتِ قبرِ حسین علیہ السّلام کیلئے آئے ہوئے تھے، اتنے میں قافلۂ اہلبیتِ اطہارؑ وارد ہوا، پس سب نے گریہ کناں اور سینہ زناں ملاقات کی اور نوحہ ہائے جانکاہ اور گریہ ہائے دلسوز کئے اور کئی روز بایں حال دشتِ نینوا میں شورِ رستخیز برپا رہا اور اطراف کی عورتیں جمع ہوئیں اور شریکِ نالہ و زاری رہیں۔ ابوحباب کلبی نے گچکاروں سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں جب ہم صحرائے کربلا میں وقتِ شب نزدیک مقتلِ حسین علیہ السّلام آتے تھے تو جنوں کے نوحہ کی آواز کان میں آتی تھی، وہ نوحہ یہ تھا۔ ؎

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِیْنَہٗ فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ ۔۔۔ اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ جَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

یعنی: پیغمبرِ خداؐ حسینؑ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے تھے، رخسارۂ حسینؑ پر نور عیاں ہے۔ ان کے پدر و مادر بزرگانِ سادات قریش سے ہیں اور اُن کے جد بہترین اجداد ہیں۔

الغرض اس کے بعد اہلبیت علیہم السّلام کربلا سے عازمِ مدینۂ منوّرہ ہوئے، بشیر بن جذلم کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مقام پر نزولِ اجلال فرمایا اور اسباب اتروایا اور خیمہ برپا کیا اور حرمِ محترم خیموں میں اُترے، امامؑ نے مجھ سے فرمایا اے بشیر رَحِمَ اللّٰہُ اَبَاكَ یعنی خدا رحمت کرے تیرے باپ پر وہ شعرگوئی میں مہارت رکھتا تھا، تو بھی شعر کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا، یا ابنِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں بھی شعر کہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مدینہ میں جاکر ایک مرثیہ میرے پدرِ بزرگوار کی شان میں انشا کر۔ بشیر کہتا ہے میں نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور داخلِ مدینہ ہوا۔ جب متصلِ مسجدِ رسولؐ پہنچا تو میں نے صدائے نالہ و فریاد بلند کی اور دو شعر بایں مضمون پڑھے۔ ؎

یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِھَا ۔۔۔ قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَاَدْمُعِیْ مِدْرَارٗ

اَلْجِسْمُ مِنْہُ بِكَرْبَلَاءِ مُضَرَّجٌ ۔۔۔ وَالرَّاسُ مِنْہُ عَلَی الْقَنَاۃِ یُدَارٗ

اے اہلِ مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہ رہا، حسینؑ مارے گئے اس مصیبت سے سیلابِ اشک میری آنکھوں سے

اہل حرم کا مدینہ میں ورود

رواں ہے جسمِ مطہر اُن حضرت کا خاک و خون میں پڑا تھا اور سرِ مبارک نیزہ پر شہر بشہر پھرایا جاتا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اُن کے فرزندِ ارجمند علی بن الحسینؑ اپنی پھپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں اور میں اُن کا بھیجا ہوا ہوں۔ بشیر کہتا ہے۔ پردگیانِ عصمت سے کوئی مخدّرہ باقی نہ رہی جو میری آواز سنکر با موہائے پریشاں و نوحہ کناں سر و سینہ پیٹتی ہوئی گھر سے باہر نہ نکل آئی ہو، اور کبھی ایسا رونا مدینہ میں نہ ہوا تھا، اور کوئی روز مسلمانوں پر اُس دن سے زیادہ تلخ و دشوار نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی امام حسینؑ پر یہ نوحہ پڑھ رہی تھی: "ایک خبر دینے والے نے ہمارے آقا کی وفات کی خبر ہم کو دی اور مجھ کو درد میں مبتلا کیا اور بیمار کر دیا۔ پس اے میری دونوں آنکھوں مصیبتِ فرزندِ رسولؐ اور جگر گوشۂ بتولؑ پر سیلِ اشک رواں کرد، کیونکہ ان کی شہادت نے عرشِ الٰہی میں زلزلہ ڈال دیا اور بزرگی و دین کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ پھر اس لڑکی نے مجھ سے کہا کہ اے شخص تو نے ہمارے داغوں کو تازہ کر دیا اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا، رحمتِ خدا تجھ پر، تو کون ہے؟ میں نے کہا میں بشیر بن جذلم ہوں، امام زین العابدین علیہ السّلام نے مجھے بھیجا ہے اور وہ حضرتؑ ہمراہ اہلبیتؑ یہاں سے قریب فلاں مقام پر اُترے ہیں، یہ سنتے ہی عورتوں نے مجھ کو وہیں چھوڑا اور دوڑتی ہوئی جانبِ اہلبیتؑ روانہ ہوئیں اور میں اُن کے پیچھے گھوڑا دوڑائے جاتا تھا، جب خیمہ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آدمیوں کا اتنا ہجوم و اژدحام ہے کہ راہ نہیں ملتی، میں گھوڑے سے اُترا اور صفیں کاٹتا ہوا بدقّتِ تمام درِ خیمہ تک پہنچا، امام زین العابدین علیہ السّلام خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ آپکے دستِ مبارک میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے، ایک خادم نے حضرت کے پیچھے کرسی رکھی، اس پر حضرت بیٹھ گئے اور کمالِ رقّت سے حضرت ضبط نہ کرسکتے تھے، مرد و زن میں شور و شیون اور صدائے واحسینا بلند تھی، ہر طرف سے لوگ پُرسا دیتے تھے۔ اس کے بعد جناب سیّد الساجدینؑ نے سب کو اشارے سے خاموش کیا، جب جوشِ گریہ موقوف ہوا حضرتؑ نے حسبِ ذیل خطبہ شروع کیا۔

"شکر و سپاس حق تعالیٰ کے لیے سزاوار ہے جو پروردگارِ جہانؑ اور رحیم و مہربان و مالکِ روزِ جزا اور خالقِ کائنات ہے، وہم و عقل سے اتنا بلند کہ اونچے آسمانوں سے بھی بلندتر اور حضور و شہود کے لحاظ سے اتنا نزدیک کہ سرگوشیوں کو سننے والا، اس کا شکر کرتا ہوں مصیبتوں اور درد و سوزش و مشقت ہائے بزرگ اور رنجہائے شاق پر، ایہا النّاس! حق تعالیٰ کی حمد ہے کہ اُس نے عظیم الشان مصائب سے ہمارا امتحان لیا، ایسے مصائب جن سے اسلام میں رخنہ پڑ گیا۔ حضرت اباعبداللہ الحسینؑ معہ عترتِ اطہار مارے گئے اور سرِ اقدس ان حضرت کا نیزہ پر شہر بشہر پھرایا گیا۔ ان کے اہلِ حرم کو اسیر کیا گیا، کوئی

خطبہ حضرت سجاد بعد ورود مدینہ

مصیبت اس مصیبتِ عظمیٰ کو نہیں پہنچتی ۔ ایہا النّاس! کون شخص تم میں سے بعدِ قتلِ حسینؑ خوش ہوگا اور کون آنکھ آنسو بہانے میں قصور و بخل کرے گی ۔ ہفت طبقہ آسمان گریہ کناں ہیں اور دریا جوش زن ہیں اور اطرافِ زمین کو تزلزل ہے اور اشجار پراگندہ ہیں اور مچھلیاں دریا میں متلاطم ہیں اور ملائکہ مقربین میں نالہ و شیون برپا ہے اور جمیع اہلِ آسمان مشغولِ گریہ و بکا ہیں ۔ ایہا النّاس! کونسا دل ہے جو قتلِ حسین علیہ السّلام سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا ، اور کونسا جگر ہے جو اس غم میں بیقرار نہیں اور کون گوش شنوا ایسا ہے جو اس رخنۂ اسلام کو سُن سکتا ہے ۔ ایہا النّاس! ہم اولادِ رسولؐ آوارہ و بے وطن و دیار بدیار کوچہ و بازار میں پھرائے گئے جس طرح اسیرانِ ترک و کابل پھرائے جاتے ہیں ، گویا ہم ذرّیت و آلِ رسول صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے نہ تھے ، حالانکہ کوئی گناہ ہم سے سرزد نہ ہوا تھا ، اور کوئی رخنۂ اسلام میں ہم سے نہ ہوا تھا ، اس طرح کا حادثہ سلف میں ہم نے نہیں سنا تھا ۔ یہ بدعت تازہ ہے ، واللہ کہ اگر پیغمبرؐ خدا ان کو ہمارے قتل اور قطعِ نسل کا حکم دیتے جس طرح کہ حضرتؐ نے ہماری اطاعت کی وصیّت کی تھی ۔ تب وہ اِس ظلم پر زیادتی نہ کرتے جو ہم پر روا رکھا ہے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ صد افسوس ! اس مصیبتِ عظیم پر ہم ان مصائب کا اجر جنابِ احدیت سے چاہتے ہیں ۔ وہ منتقمِ قوی و غالب ہے ۔ اس اثنا میں صوحان بن صعصعہ بن صوحان جو مشلول و زمین گیر تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور عذر اپنا بیان کیا ۔ امام علیہ السلام نے اس کا عذر قبول کیا اور خوش ہو کر فرمایا " خدا تیرے باپ پر رحم کرے "۔

سیّد ابنِ طاؤس علیہ الرّحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام فراقِ والدِ بزرگوار میں چالیس برس روتے رہے اور ہر روز روزہ رکھتے تھے ، اور شب کو احیاء کرتے تھے اور وقتِ افطار جب غلام آب و طعام سامنے لاتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ تناول فرمائیے ، حضرت فرماتے تھے قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَائِعًا ۔ قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَطْشَانًا فرزندِ رسولؐ خدا بھوکا و گرسنہ مارا گیا ، فرزندِ رسولؐ خدا تشنہ لب شہید ہوا ۔ یہی مکرر فرماتے تھے اور روتے تھے ۔ یہاں تک کہ قطراتِ اشک سے آب و طعام ممزوج ہو جاتا تھا اور اسی حالت سے حضرت نے تا وفات بسر کی ۔

غلام حضرتِ سیّد السّاجدینؑ سے منقول ہے ، وہ کہتا ہے ، ایک روز میرے آقا جانبِ صحرا تشریف لے جاتے تھے ، اور میں حضرت کے پیچھے تھا ، اس دشت میں حضرت نے ایک پتھر پر سجدہ کیا اور گریہ و زاری کی اور ہزار مرتبہ فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا وَّ صِدْقًا ۔ اس کے بعد سرِ مبارک اٹھایا ، محاسن شریف آنسوؤں سے تر تھے ، میں نے عرض کیا ، اے آقا! گریہ آپ کا ابھی کم نہیں ہوا ، فرمانے لگے وائے ہو تجھ پر حضرت یعقوبؑ خود پیغمبرؑ تھے اور پیغمبر کے

فرزند تھے ان کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے صرف ایک بیٹے کو خدا نے غائب کر دیا ، پس ان کا حال غم و الم سے یہ ہوا کہ بال سر کے سفید اور کمر خمیدہ ہو گئی اور بصارت جاتی رہی باوصفیکہ ان کا فرزند دنیا میں زندہ موجود تھا ، اور میرے باپ ، بھائی اور سترہ اعزا و اقربا میری آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے اور خاک و خون میں غلطاں پڑے رہے ، میرا غم و الم کس طرح کم ہو؟

مصابیح میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار علی ابن الحسینؑ سے پوچھا کہ جناب سفرِ شام میں کس چیز پر سوار تھے ؟ فرمایا : شتر بے کجاوہ پر اور سرِ امام حسین علیہ السلام ایک نیزہ پر تھا اور عورتیں ہمارے پیچھے ایسے برہنہ اونٹوں پر سوار تھیں جن پر کجاوہ و محمل نہ تھی اور ستمگر نیزے ہاتھوں میں لئے ہمارے گرداگرد تھے ۔ جب ہم میں سے کوئی روتا تھا اشقیا نیزے مارتے تھے ، دمشق کے پہنچنے تک یہ حال رہا ، جب داخلِ دمشق ہوئے ، ایک شامی نے پکار کر کہا : اے اہلِ شام ! یہ اہلبیت ملعون ہیں ۔ (مَعَاذَ اللّٰہ)

اور ابنِ بابویہ علیہ الرحمہ نے امالی میں ابنِ زیاد کے دربان سے نقل کیا ہے کہ جب سرِ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا ابنِ زیاد کے پاس آیا تو اُس ملعون نے ایک طشتِ طلا میں اپنے سامنے رکھوایا اور ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی جسے حضرتؑ کے دندانِ مبارک پر لگاتا تھا اور کہتا تھا : اے اباعبداللہ! تم کس قدر جلد بوڑھے ہو گئے ۔ بعض حاضرینِ مجلس نے کہا کہ اس حرکتِ ناشائستہ سے باز رہ کہ میں نے دیکھا ہے جس جگہ تو لکڑی رکھتا ہے وہاں پر حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم) بوسہ لیتے تھے ۔ اس ملعون نے کہا آج کا دن روزِ بدر کے بدلے کا دن ہے ۔ بعدہٗ حضرتِ سجادؑ کی گردن میں طوق ڈال کر اہلِ حرم کے ہمراہ قید خانہ بھیجا اور میں ان کے ساتھ تھا جس راہ سے یہ لوگ گذرتے تھے ، زن و مرد روتے تھے اور اپنے منہ پر طمانچے مارتے تھے تا آنکہ اہلِ بیتؑ کو محبوس کیا ۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے امام زین العابدین علیہ السلام کو مع اہلبیت طلب کیا اور سرِ انور امام حسین علیہ السلام کا منگوایا اور اہلبیتؑ سے خطاب کر کے کہا ۔ شکر ہے خدا کا جس نے تم کو ذلیل اور قتل کیا اور تمہاری تکذیب کی ۔ زینبؑ خاتون نے جواب دیا ۔ شکر ہے خدا کا جس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ذریعہ ہم کو معزز اور مکرم کیا اور پاک و طاہر گردانا ، اور ذلیل و رسوا وہ ہوتا ہے جو فاسق ہو اور جھوٹا اور دروغ گو وہ ہے جو فاجر ہے ۔ ابنِ زیاد نے کہا : زینبؑ ! تم نے دیکھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا ؟ حضرت زینبؑ نے جواب دیا : جن کے لئے قتل مقدّر ہوا تھا وہ اپنے مشاہد اور قتل گاہ میں پہنچے اور حق تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اور ان کو جمع کرے گا اُس وقت یہ مقدمہ فیصل ہوگا ۔ یہ سنکر وہ لعین غضب میں آیا اور حضرت زینبؑ کے قتل کا ارادہ کیا ۔ عمرو بن حریث نے منع کیا ۔ پھر حضرتِ زینبؑ نے فرمایا : اے پسرِ زیاد ! جو کچھ تو نے کیا

کیا یہ کافی نہیں ہے کہ ہمارے مَردوں کو قتل کیا اور بنیاد ہماری مٹا دی اور تعظیم ہماری ضائع کی اور ہمارے بچوں اور عورتوں کو قید کیا، اگر یہ تیرے لئے موجبِ سکون ہے تو نے سکون پایا۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ انکو قید خانہ میں لے جاؤ۔ پھر اس نے منادیوں کو تمام شہروں میں بھیجا تاکہ شہادتِ امام حسینؑ کی خبر ہر طرف مشتہر کریں۔ اس کے بعد اہلبیت کو مع سرِ انور جانبِ شام روانہ کیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جس دن اہلبیت اسیر کر کے شام کی طرف روانہ کئے گئے تو لوگوں نے رات بھر جنوں کے نوحہ کرنے کی آواز سنی۔ پھر راوی کہتا ہے جب ہم دمشق پہنچے اور ذریتِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بے پردہ و بے نقاب واردِ شہر ہوئی۔ اہلِ شام کہتے تھے کہ ہم نے ان اسیروں سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا، وہ پوچھتے تھے تم کون ہو؟ اس وقت حضرتِ سکینہ دخترِ حسین علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہم اسیرانِ آلِ محمدؐ ہیں۔ اس کے بعد دروازۂ مسجد پر جس جگہ اسیروں کا شمار ہوتا تھا اہلبیت کو ٹھہرایا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السّلام ان دنوں جوان تھے، ایک پیر مَرد شامی آکر کہنے لگا، شکر ہے کہ خدا نے تم کو ہلاک کیا اور فساد رفع ہوا۔ اسی طرح کلماتِ بے ادبانہ کہتا رہا جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو حضرت نے فرمایا: اے شیخ کیا تو نے قرآن میں اس آیت کو نہیں پڑھا ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ہ اُس نے کہا پڑھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جن کی دوستی کو اجرِ رسالت ٹھہرایا ہے وہ ہم ہی ہیں۔ پھر فرمایا: یہ آیت تو نے پڑھی ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: کہا پڑھی ہے۔ حضرت نے کہا، خدا نے جن کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہم ہیں۔ پھر فرمایا: تو نے یہ آیت پڑھی ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ہ اس نے کہا ہاں پڑھی ہے، حضرت نے فرمایا جن اشخاص کی پاکیزگی کی گواہی خدا نے دی ہے وہ ہم ہیں۔ یہ سنکر شامی نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھایا، تین بار کہا بارِ الٰہا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور کہا خداوندا! میں دشمنان اور قاتلانِ امامِ حسین علیہ السلام سے بیزاری کرتا ہوں۔ میں نے قرآن پڑھا تھا، اور اب تک ان باتوں سے مطلع نہ تھا۔

ازاں بعد اہلبیت کو دربارِ یزید میں لے گئے اور آوازِ گریہ وشیون خانۂ یزید سے بلند ہوئی، اور یزید کی سب عورتیں اور معاویہ کی بیٹیاں روتی اور ماتم کرتی تھیں، ادھر سرِ مبارک امام حسین علیہ السّلام یزید کے سامنے رکھا گیا۔ حضرت سکینہ نے یزید سے فرمایا، بخدا میں نے تجھ سے زیادہ کسی کو سنگ دل اور کافر اور شریر وظالم نہیں پایا۔

کتابِ اَمالی شیخ ابن بابویہ علیہ الرحمہ میں مذکور ہے کہ قاسم نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ جب سرِ انورِ امامِ حسین علیہ السلام مجلسِ ابنِ زیاد میں آیا، میں وہاں موجود تھا، پس وہ ملعون چھڑی حضرت

حضرت کے دندانِ مبارک پر لگاتا اور کہتا تھا کہ کیا اچھے ان کے دانت ہیں۔ زید بن ارقم نے اس وقت کہا چھڑی اٹھالے کہ مَیں نے پیغمبرِ خداؐ کو دیکھا ہے اس مقام کے بوسے لیتے تھے۔ اس ملعون نے کہا تو بڈھا خرف ہے۔ پس زید اُٹھ کھڑے ہوئے اور دامن کشاں چلے گئے۔ اس کے بعد اہلبیت علیہم السّلام کو اس کے سامنے لائے۔ اُس ملعون نے حکم دیا کہ امام زین العابدینؑ کو قتل کریں۔ پس حضرت نے فرمایا اگر تجھ کو ان مستورات سے قرابت ہو تو کسی کو ان کے ساتھ کر تاکہ ان کو پہنچا دے، اس وقت شقی منفعل ہو کر کہنے لگا تمھیں ان کو پہنچا دو گے۔ پس حق تعالیٰ نے قتل سے حضرت کو محفوظ رکھا۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی امرِ شنیع تر اس سے میں نے نہیں دیکھا کہ سرِ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام اس شقی کے سامنے رکھا تھا، اور وہ چھڑی لگاتا تھا۔ ایضاً کتابِ مذکور میں لکھا ہے کہ زید بنِ ارقم اس روز ابنِ زیاد کے پاس سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ میں نے پیغمبرِ خدا سے سنا ہے، فرماتے تھے خداوندا میں نے حسینؑ کو تجھے اور تیرے نیک بندوں کو سونپا۔ پس تم نے امانتِ رسولؐ کی کیسی محافظت کی۔

تفسیرِ قمّی میں امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے مَروی ہے، فرماتے ہیں جس وقت امام زین العابدین علیہ السّلام کو مجلسِ یزید میں لائے تو اُس نے حضرت کی طرف نگاہ کی اور کہا مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ یعنی جو مصیبت کہ تم کو پہنچی ہے پس بسبب ان افعال کے ہے جو تمھارے ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ آیہ ہماری شان میں نہیں ہے۔ ہمارے حق میں یوں وارد ہوا ہے کہ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ۔ یعنی کوئی مصیبت زمین میں اور تمھارے نفوس میں نہیں پہنچی مگر یہ کہ قبل از ظہور وہ کتاب میں مسطور ہے اور یہ امر خدا پر آسان ہے تاکہ جو تم سے چلا جائے اس پر محزون وملول نہ ہو اور جو تم کو ملے اُس پر شاد وخرّم نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا پس ہم ہیں کہ امور فوت شدہ پر غمگین نہیں ہوتے اور جو چیز کہ ہم کو حاصل ہوتی ہے اُس سے شاد نہیں ہوتے۔

کتاب قرب الاسناد میں امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سرِ انورِ امام حسینؑ کا مع اہلبیتؑ طاہرین داخلِ دربارِ یزید ہوا، اور حضرتِ امام زین العابدین علیہ السلام مسلسل بزنجیر وطوق تھے، اس وقت یزید کہنے لگا اے علی ابن الحسینؑ شکر ہے کہ خدا نے تمھارے باپ کو قتل کیا۔ حضرت نے فرمایا لعنت خدا کی اُس شقی پر جس نے میرے باپ کو قتل کیا۔ یہ سنکر وہ شقی غضبناک ہوا اور آنحضرتؑ کے قتل کا حکم دیا۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا، اگر تو مجھے قتل کرتا ہے پس کون ہے جو دخترانِ رسولؐ اللہ کو وطن پہنچائے گا، سوا میرے کوئی ان کا محرم نہیں ہے۔ وہ شقی کہنے لگا تمھیں پہنچاؤ گے۔ پھر ایک سوہان منگا کر اپنے ہاتھوں سے

طوق کاٹا اور کہا، تم جانتے ہو کس لیے میں نے اپنے ہاتھ سے تمھار[illegible]قطع کیا، حضرت نے فرمایا ہاں اس لئے کہ سوا تیرے کسی کی منّت میری گردن پر نہ ہو، کہنے لگا بخدا یہی مقصود تھا، پھر اس شقی نے اس آیت کو پڑھا: اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ حضرت نے فرمایا یہ آیت ہماری شان میں نہیں ہے آپ نے دوسری آیت تلاوت کی اور فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جو قضائے الٰہی پر راضی ہیں اور امورِ فوت شدہ پر غم نہیں کرتے اور جو دنیا سے حاصل ہوتا ہے اُس پر خوش نہیں ہوتے۔

کتاب رجال کشی میں مذکور ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمتِ بابرکت امام رضا علیہ السّلام میں حاضر تھا، اتنے میں علی بن حمزہ و ابنِ سراج و ابنِ مکّاری حضرت کی خدمت میں آئے۔ علی مذکور نے اس گفتگو کے بعد جو بابِ امامت میں حضرت سے واقع ہوئی، عرض کیا ہم نے آپ کے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ تجہیز و تکفین امام کی امام ہی کرتا ہے (لہٰذا آپ نے بغداد کے قید خانہ میں اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کیونکر کی) حضرت نے فرمایا بتلاؤ کہ حسین ابن علی امام تھے یا نہ تھے؟ کہا امام تھے، حضرت نے پوچھا پس ان کی تجہیز کس نے کی۔ کہا امام زین العابدین علیہ السّلام نے۔ حضرت نے فرمایا وہ تو ابنِ زیاد کی قید میں تھے۔ اس نے کہا قید سے تشریف لائے، اور کسی کو خبر نہ ہوئی اور بعد تجہیز پھر گئے۔ حضرت نے فرمایا پس جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام سے یہ امر ہوا کہ کربلا میں تشریف لائے اور اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کی۔ اسی طرح صاحب الامر علیہ السلام سے بھی ممکن ہے کہ بغداد میں آئیں اور اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کریں۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ پوری حدیث بابُ الرّد علی واقفیہ میں مذکور ہے۔

کتاب کافی میں عبداللہ ازدی سے مروی ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام جب اشقیاء نے قصد کیا کہ نعشِ مطہر پر گھوڑے دوڑائیں اور بدنِ نازنین سبطِ سیّد المرسلینؐ کو پامالِ سُمِ اسپاں کریں اس وقت فضّہ نے خدمتِ حضرتِ زینبؑ میں عرض کیا اے سیّدہ سفینہ غلام آزاد کردہ جنابِ رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کشتی جب دریا میں ٹوٹ گئی اور وہ ایک جزیرہ میں پہنچا، اتفاقاً وہاں ایک شیر دیکھا، اس نے شیر سے خطاب کرکے کہا، میں آزاد کردہ رسولِ خدا ہوں۔ اس شیر نے جونہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک سنا تو وہ سفینہ کے آگے ہمہمہ کرتا ہوا چلا اور اس کو راہ بتلادی اور خود ایک طرف بیٹھ گیا، مجھ کو بھی اجازت دیجیے کہ شیر کے پاس جاؤں اور اس کو مطلع کروں کہ فرزندِ رسولؐ کا لاشہ یہ ملعون پامال کرنے والے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ یہ کہہ کر فضّہ شیر کے پاس گئیں اور کہا یا ابا الحارث! یہ سنکر شیر نے سر اٹھایا۔ فضّہ نے کہا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ جسدِ اطہر امام حسینؑ کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کریں گے۔ راوی کہتا ہے شیر یہ بات سنکر چلا، یہاں تک کہ قریب نعشِ اطہر کے پہنچا اور اپنے ہاتھ لاشہ پر

رکھے، جس وقت وہ اشرار قریبِ نعشِ سیّد الشہداؑ گئے اور شیر کو اس حال سے دیکھا عمرِ سعد نے کہا یہ فتنہ ہے اس کو برانگیختہ نہ کرو اور پھر چلو اس وقت سب پھر گئے۔ مُصنّف علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حدیثِ سفینہ چند سند سے بابِ معجزاتِ نبیؐ میں مذکور ہوئی ہے۔

کتابِ مذکور میں مصقلہ سے مروی ہے، وہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کو فرماتے سنا کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے، حضرت کی ایک زوجہ جو قوم بنی کلب سے تھیں عزا اور ماتم میں مصروف ہوئیں اور ان کے ساتھ اور عورتیں و خادم شور و شیون اور نوحہ کرنے لگیں اور اس قدر روئیں کہ آنکھیں خشک ہوگئیں اور اشک باقی نہ رہے لیکن ایک کنیز روتی تھی اور مسلسل اشک اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔ اس خاتون نے کنیز کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ تیرے آنسو موقوف نہیں ہوئے اور ہماری آنکھیں خشک ہوگئیں۔ اس نے کہا میں نے تھوڑے سے ستو کھائے اس سبب سے میرے آنسو جاری ہیں۔ انھوں نے کہا تھوڑا کھانا اور ستو تیار کر، پس خود کچھ کھایا پیا اور فرمایا کہ مطلوب یہ ہے کہ کھانے سے رونے کی قوت میں اضافہ ہو۔

روایت ہے کہ جس ہنگام سرِ انور امام حسین علیہ السلام جانبِ شام لے گئے، اثنائے راہ میں بوقتِ شام ایک یہودی کے گھر قیام کیا، جب اشقیاء شراب پی کر مست ہوئے تو انھوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس امام حسینؑ کا سر ہے، اس یہودی نے کہا مجھ کو دکھلاؤ۔ انھوں نے صندوق کھولا، یکایک ایک نور سرِ مطہر سے آسمان کی جانب بلند ہوا، یہودی یہ دیکھ کر حیران و متعجب ہوا، اور اس نے سرِ مبارک کو طلب کیا اور اس سے خطاب کرکے کہا۔ اے حسینؑ! اپنے جدِ امجد سے میری شفاعت کیجیے گا۔ سرِ امام حسین علیہ السّلام سے آواز آئی کہ میری شفاعت صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ پھر اس یہودی نے اپنے عزیز و اقرباء کو جمع کیا اور سرِ مبارک ایک طشت میں رکھا اور گلاب و کافور و مشک و عنبر اس پر چھڑکا اور اپنی اولاد و اقرباء سے کہا کہ یہ سر دختر زادۂ محمدؐ کا ہے، اور کہتا تھا افسوس! نہ تو میں نے تیرے جدِ امجد محمدؐ کو پایا، نہ تجھ کو زندہ پایا تاکہ تیرے سامنے اسلام لاتا اور تیرے آگے مقاتلہ اور جہاد کرتا، اگر میں مسلمان ہوں تو روزِ قیامت میری شفاعت کرنا، پس قدرتِ الٰہی سے سرِ فرزندِ رسالت پناہی بزبانِ فصیح گویا ہوا اور تین مرتبہ کہا، اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیرا شفیع ہوں۔ اور خاموش ہوگیا۔ پس وہ یہودی مع اقرباء اسلام سے مشرف ہوا۔ لکھا ہے کہ یہ یہودی راہب مقامِ قنسرین میں تھا جو برکتِ سرِ مبارک امام حسین علیہ السلام سے مشرف باسلام ہوا، اور اس کا ذکر اشعار میں بھی آیا ہے اور جوہری جرجانی نے مرثیۂ امام حسینؑ میں ذکر کیا ہے۔

کتاب کامل الزیارت میں حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو ہم لوگوں نے مدینہ میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا تھا کہ آج اس اُمّت

پر ایک بلا نازل ہوئی ہے کہ اس کے بعد کبھی یہ لوگ خوشی نہ دیکھیں گے یہاں تک کہ قائم آلِ محمد ظاہر ہوں اور اپنے اعداء سے انتقام لیں، اہلِ مدینہ اس آواز کے سننے سے خائف وہراساں ہوئے اور کہا یقیناً کوئی حادثہ دنیا میں حادث ہوا ہے جو ہم کو معلوم نہیں ہے۔ جب خبرِ شہادت سیّد الشہداء اُن کو پہنچی حساب کیا تو معلوم ہوا جس شب کہ یہ آواز سنی تھی وہ شب شہادت تھی، اور اسی دن کو امام تشنہ کام شہید ہوئے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کب تک حضرت اور ہم لوگ اس خوف و مصیبت میں مبتلا رہیں گے؟ فرمایا کہ اس وقت تک کہ ستر فرزند ایک باپ کے ہلاک ہوں گے اور وقت ستر کا پہنچے۔ اس وقت بہت سی علامتیں پے در پے ظاہر ہوں گی، جو شخص اس زمانے کو پائے گا اس کی آنکھ خنک ہوگی۔ پس جس وقت امامِ مظلوم کو شہید کیا تو ایک شخص آیا اور اُس نے لشکر کے درمیان ایک نعرہ مارا، لوگوں نے اس کو منع کیا اس نے کہا میں کس طرح چپ رہوں، میں اپنی آنکھوں سے پیغمبرِ خدا کو دیکھ رہا ہوں، آپ کبھی زمین کو دیکھتے ہیں اور کبھی تمھارے جنگ و جدال پر نظر کرتے ہیں۔ میں اپنے اوپر خوف کرتا ہوں کہ مبادا اہلِ زمین پر نفرین کریں اور میں بھی تمھارے ہمراہ ہلاک ہو جاؤں۔ یہ سنکر کچھ لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص دیوانہ ہے اور کچھ مشتبہ ہو گئے اور انھوں نے کہا ہم نے غضب کیا کہ سیّدِ جوانانِ جناں کو پسرِ سمیّہ کے واسطے قتل کر ڈالا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا فدا ہو میری جان آپ پر وہ شخص کون تھا؟ حضرت نے فرمایا وہ جبرئیل تھا، اور اگر خدا کا اذن ملتا تو وہ ایسا نعرہ مارتے کہ ان اشقیاء کی نجس روحیں فوراً واصلِ جہنم ہو جاتیں، لیکن ان کو مہلت ملی ہے کہ گناہ زیادہ کریں اور ان کے لئے عقاب و عذاب مہیا ہے۔ میں نے عرض کیا میری جان قربان ہو کیا فرماتے ہیں آپ اُس شخص کے حق میں جو زیارتِ حسین علیہ السلام کی استطاعت رکھتا ہو اور نہ کرے۔ حضرت نے فرمایا، اُس شخص نے پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ہم کو آزردہ کیا اور حقیر و خفیف جانا، اور جو شخص کہ زیارت حضرتؑ کی کرے حق تعالیٰ اس کے حوائج کا کفیل ہوتا ہے اور اُس کے مطالب و مہماتِ دنیوی برلاتا ہے اور اس کو روزی عطا کرتا ہے۔ جو کچھ زیارت میں خرچ ہوتا ہے اس کا عوض عنایت کرتا ہے اور پچاس برس کے گناہ عفو فرماتا ہے۔ پس جس وقت مراجعت کرے گا کوئی گناہ نامۂ اعمال میں باقی نہ رہے گا جو بخشا نہ جائے اور اگر سفر میں اس کو سفرِ آخرت نصیب ہوتا ہے تو اس پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُس کی قبر میں دریائے بہشت اس کے لئے کھولتے ہیں اور تاقیامت روح اس کی مسرور رہتی ہے اور اگر صحیح و سالم رہے تو اُس کے لئے دروازہ رزق کا کھولا جاتا ہے، اور ہر درہم کے بدلے جو اس نے سفرِ زیارت میں خرچ کیا ہزار درہم مقرر کئے جاتے ہیں اور حق تعالیٰ نے تیری

طرف نگاہِ مرحمت کی ہے اور اس کو تیرے واسطے ذخیرہ کیا ہے اور حق تعالیٰ کا شکر ہے۔

کتابِ مناقب میں مذکور ہے کہ کتابِ احمر میں اوزعی سے نقل کیا ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام شام میں یزید کے پاس گئے اس ملعون نے ایک خطیب کو حکم دیا کہ اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر جا اور اس کے آبا و اجداد کے افعال و کردارِ ناشائستہ اور جو نافرمانی و سرکشی کہ انھوں نے ہمارے ساتھ کی ہے بیان کر، خطیب یہ سنکر منبر پر گیا اور اُس نے کوئی بدی و عیب باقی نہ رکھا جو (معاذ اللہ) اہلبیتؑ کے لئے بیان نہ کیا ہو، جب خطیب منبر سے اُترا اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام کھڑے ہوئے، پہلے تعریف و ثنائے خداوندِ عالم بیان کی پھر درود و سلام رسولؐ خدا پر بھیجا۔ پھر فرمایا مَعَاشِرَ النَّاسِ مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي فَأَنَا أُعَرِّفُهُ نَفْسِي۔ لوگو! جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا اُسے میں اپنے کو پہچنوائے دیتا ہوں۔ أَنَا ابْنُ مَكَّةَ وَمِنىٰ میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں، أَنَا ابْنُ الْمَرْوَةِ وَالصَّفَا، میں مروہ و صفا کا فرزند ہوں۔ أَنَا ابْنُ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفىٰ میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔ أَنَا ابْنُ مَنْ لَا يَخْفىٰ میں اُس کا فرزند ہوں جو پوشیدہ نہیں ہے۔ أَنَا ابْنُ مَنْ عَلىٰ فَاسْتَعْلىٰ فَجَازَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهىٰ میں اُس کا فرزند ہوں جو بلند ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے بڑھ گیا۔ وَكَانَ مِنْ رَبِّهِ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنىٰ اور اپنے رب سے اس کا فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔ أَنَا ابْنُ مَنْ صَلّىٰ بِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ مَثْنىٰ مَثْنىٰ میں اس کا فرزند ہوں جس کے پیچھے ملائکہ آسمان نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔ أَنَا ابْنُ مَنْ أُسْرِيَ بِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصىٰ میں اس کا فرزند ہوں جس کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی جانب لے جایا گیا۔ أَنَا ابْنُ عَلِيِّنِ الْمُرْتَضىٰ میں علی مرتضیٰؑ کی نشانی ہوں۔ أَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ میں فاطمہ زہرا کا لال ہوں۔ أَنَا ابْنُ خَدِيجَةَ الْكُبْرىٰ میں خدیجۃ الکبریٰ کی یادگار ہوں۔ أَنَا ابْنُ الْمَقْتُولِ ظُلْمًا میں اُس کا فرزند ہوں جس کو بجور و جفا قتل کر ڈالا گیا أَنَا ابْنُ الْمَحْزُوزِ الرَّأْسِ مِنَ الْقَفَا میں اُس کا فرزند ہوں جس کو پسِ گردن سے ذبح کیا گیا۔ أَنَا ابْنُ الْعَطْشَانِ حَتّىٰ قَضىٰ میں اُس پیاسے کا فرزند ہوں جس کو آخر دم تک پانی کا قطرہ نہ ملا۔ أَنَا ابْنُ طَرِيحِ كَرْبَلَا میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا کی ریتی پر خاک و خون میں لوٹا أَنَا ابْنُ الْمَسْلُوبِ الْعِمَامَةِ وَالرِّدَا میں اس کا فرزند ہوں جس کا عمامہ و ردا بعدِ شہادت لوٹ لیا گیا۔ أَنَا ابْنُ مَنْ بَكَتْ عَلَيْهِ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ میں اس کا فرزند ہوں جس پر ملائکہ آسمانی نے گریہ کیا۔ أَنَا ابْنُ مَنْ نَاحَتْ عَلَيْهِ الْجِنُّ فِي الْأَرْضِ وَالطَّيْرُ فِي الْهَوَاءِ۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر جنوں نے زمین پر، مرغانِ ہوا نے فضا میں نوحہ کیا۔ أَنَا ابْنُ مَنْ رَأْسُهُ عَلَى السِّنَانِ يُهْدىٰ میں اس کا فرزند ہوں جس کا

سرِاقدس نیزہ پر رکھ کر تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ اَنَا اِبْنُ مَنْ حَرَمُہٗ مِنَ الْعِرَاقِ اِلَی الشَّامِ تُسْبیٰ میں اُس کا فرزند ہوں جس کے اہلِ حرم عراق سے شام تک قیدی بنا کر لے جائے گئے (اس کے بعد فرماتے ہیں) اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ وَلَہُ الْحَمْدُ اِبْتَلاَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ بِبَلَاءٍ حَسَنٍ حَیْثُ جَعَلَ رَایَۃَ الْھُدیٰ وَالْعَدْلِ وَالتُّقیٰ فِیْنَا وَجَعَلَ رَایَۃَ الضَّلَالَۃِ وَالرَّدیٰ فِیْ غَیْرِنَا ۔ اے لوگو! شکر ہے خدا کا کہ اُس نے ہم اہلبیتؑ کا اچھی طرح امتحان لیا، اور ہم کو ہدایت عدل و تقویٰ کا علم عنایت کیا ہے جس طرح ہمارے حریف کو گمراہی و ہلاکت کا نشان دیا ہے۔ فَضَّلَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ بِسِتِّ خِصَالٍ ۔ ہم اہلبیت کو اللہ نے چھ خصلتوں سے ممتاز کیا ہے۔ فَضَّلَنَا بِالْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالشُّجَاعَۃِ وَالسَّمَاحَۃِ وَالْمَحَبَّۃِ الْمَحَلَّۃِ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ اس نے ہم کو علم و حلم و شجاعت و سخاوت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت و عزت[1] دے کر ہم کو فضیلت دی ہے۔ وَاٰتَانَا مَا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۔ اور ہم کو وہ کچھ دیا ہے جو ہم سے پیشتر عالمین میں سے کسی کو نہیں دیا فِیْنَا مُخْتَلَفُ الْمَلَائِکَۃِ وَتَنْزِیْلُ الْکُتُبِ ۔ ہم میں ملائکہ کی آمد و رفت ہے اور ہم میں کتب آسمانی نازل ہوئی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اسی قسم کے کلمات حضرت فرماتے رہے تا اینکہ مؤذن نے تکبیر کہی، حضرت نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس چیز کی جس کی تو گواہی دیتا ہے، پس مؤذن نے جس وقت کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ، حضرتؑ نے فرمایا: اے یزید! محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے؟ اگر اپنا جد جانتا ہے تو جھوٹا ہے اور اگر میرا جد کہتا ہے، پس کیوں تو نے میرے باپ کو قتل کیا اور اُن کے حرم کو قید کیا۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: ایہا النّاس! تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ اُس کا باپ و دادا پیغمبرِ خدا ہو؟ پس صدائے گریہ و بکا اہلِ مجلس میں بلند ہوئی۔ اس وقت ایک مردِ شیعیانِ امامؑ سے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا ابن رسولؐ اللہ! کس طرح سے آپ نے بسر کی؟ اور وہ منہال بن عمر وطائی اور بروایتِ دیگر مکحول صحابیِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) حضرت نے فرمایا: ہم نے اس طرح سے بسر کی جیسے بنی اسرائیل نے آلِ فرعون میں بسر کی تھی کہ وہ ان کے فرزندوں کو ذبح کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ عرب و عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں اور قریش تمام عرب پر فخر و مباہات کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں، اور اولادِ محمدؐ کا یہ حال ہے کہ وہ سب بے یار و مددگار تباہ و برباد ہیں۔ میں اپنے دشمنوں کی کثرت و غلبہ اور اپنی پریشانی و پراگندگی کی اللہ

[1] دوسری روایت کی بنا پر چھٹی چیز جو حضرت کے بیان کے مطابق اہلبیتؑ کو عطا کی ہوئی ہے وہ فصاحت ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ (جزائری)

دربارِ یزید و امام زین العابدینؑ کی گفتگو

شکایت کرتا ہوں۔

کتاب نسب میں یحییٰ بن حسنؒ سے روایت ہے کہ یزید نے امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا عجب بات ہے کہ آپ کے باپ نے اپنے تمام بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے باپ کو اپنے پدرِ بزرگوار سے بیحد الفت تھی اس لئے اس نام کو مکرّر رکھا۔ اور کتاب احمر میں مذکور ہے کہ یزید نے جنابِ زینبؑ سے کہا کچھ کلام کرو۔ اس مخدومہ نے حضرتِ سجّادؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ بات کریں گے، پس حضرتؑ نے یہ شعر پڑھے۔ ؎

لَاتَطْمَعُوْا اَنْ تُھِیْنُوْنَا فَنُکْرِمُکُمْ ۔۔۔ وَاَنْ نَکُفَّ الْاَذیٰ عَنْکُمْ تُؤْذُوْنَا

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَا لَانُحِبُّکُمْ ۔۔۔ وَلَا نَلُوْمُکُمْ اَنْ لَا تُحِبُّوْنَا

یعنی: "اے یزید! تو ہم سے اس کی امید نہ رکھ کہ تُو تو ہماری توہین میں کوئی کوشش فروگذاشت نہ رکھے اور ہم تیری تعظیم کریں، تو ہم کو ہر طرح کی اذیت دے اور ہم تیرا لحاظ کریں۔ خدا جانتا ہے کہ ہم تجھ کو دوست نہیں رکھتے اور نہ تجھ کو اس پر ملامت کرتے ہیں کہ تو ہم کو کیوں دوست نہیں رکھتا"۔ یزید نے کہا اے لڑکے تو سچ کہتا ہے ولیکن تمہارے باپ اور دادا نے چاہا کہ امارت و ریاست ہم میں رہے۔ شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور خون ان کے بہائے۔ حضرت نے فرمایا: تیرے پیدا ہونے سے پہلے ہمیشہ سے نبوّت و امارت ہمارے باپ اور دادا کے واسطے تھی۔ راوی کہتا ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السّلام نے اپنی قرابت پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے یزید پر ظاہر کی، اس وقت یزید نے خادم کو حکم دیا کہ ان کو باغ میں لے جا اور قتل کر اور وہیں دفن کر دے۔ خادم اُس مخدومِ دوجہاں کو باغ میں لے گیا اور قبر کھودنے میں مشغول ہوا اور جناب سیّد الساجدینؑ نماز میں مشغول ہوئے، جب قبر تیار ہو گئی اور اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور ایک ایسی ضرب لگی کہ منہ کے بل گر پڑا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ پس خالد پسرِ یزید نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنے باپ سے جا کر کہا۔ یزید نے یہ سنکر کہا کہ جلاد کو وہاں گاڑ دیں اور زین العابدینؑ کو چھوڑ دیں۔ اس وقت امام زین العابدین علیہ السّلام دوبارہ وہاں قید کر دیئے گئے جہاں پر آج کل مسجد ہے۔

شطرنج و شراب کا عالم

کتاب عیون الاخبار الرّضا میں فضل سے مروی ہے کہ اس نے کہا، میں نے سنا ہے امام رضا علیہ السّلام فرماتے تھے جب سرِ انور امام حسین علیہ السّلام کا شام میں یزید کے پاس گیا۔ شقی نے ۔۔ کہ سرِ انور نیچے رکھ کر اوپر دسترخوان بچھایا اور اس ملعون نے اپنے رفقاء کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب پی۔ جب فارغ ہوا تو حکم دیا کہ سرِ امامؑ کو طشت میں رکھ کر تخت کے نیچے رکھیں اور وہ ملعون خود تخت پر بیٹھا اور

شطرنج کھیلنا شروع کیا، اور امام حسین علیہ السّلام اور ان کے پدرِ بزرگوار اور جدِ نامدار کا مذاق اڑاتا تھا اور ہنستا تھا اور جب حریف سے بازی جیت لیتا تھا تو تین مرتبہ شراب پیتا تھا اور تلچھٹ اس کا متصلِ طشت زمین پر پھینکتا تھا۔ جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ہمارا شیعہ ہو اس کو چاہیے کہ شراب و شطرنج سے پرہیز کرے، اور جو شخص فقاع و شطرنج دیکھے امام حسینؑ کو یاد کرے اور یزید و آلِ زیاد پر لعنت کرے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو محو فرمائے گا اگرچہ وہ مانند ستارہ ہائے آسمان کے ہوں۔ ایضاً کتابِ مذکور میں امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ فقاع اسلام میں پہلے جس شخص کے لئے بنایا گیا وہ یزیدِ ملعون تھا۔ جب اُس کی محفل میں لائے وہ شقی دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا جو امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس پر بچھایا گیا تھا، وہ ملعون خود بھی پیتا تھا، اور اپنے یاروں کو بھی پلاتا تھا اور کہتا تھا پیو کہ یہ شراب مبارک ہے اور اس کی برکت یہ ہے کہ ہم اسے پیتے ہیں اور ہمارے دشمن کا سر ہمارے سامنے ہے اور اُس پر دسترخوان رکھا گیا ہے اور ہم کھانا کھا رہے ہیں اور ہمارے دل مطمئن ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا جو شخص ہمارا محب اور شیعہ ہو اُس کو لازم ہے کہ وہ فقاع سے اجتناب کرے، کیونکہ یہ شراب ہمارے اعدا کی ہے۔

بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام یزید کے پاس مع اہلبیتِ اطہارؑ گئے تو اس ملعون نے ان سب کو ایک خرابہ میں اُتارا۔ یہ دیکھ کر اہلبیتؑ اطہار آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو اس لئے اس ویرانہ میں قید کیا ہے کہ چھت اس کی ہم پر گر پڑے اور ہم ہلاک ہو جائیں۔ نگہبانوں نے یہ بات سنکر بزبانِ رومی آپس میں کہا کہ دیکھو یہ لوگ گھر کے گرنے کا خوف کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کل قتل کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ کوئی ہم میں سے سوا میرے رومی زبان نہ جانتا تھا۔

کتاب امالی میں ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام زین العابدینؑ بعد شہادت پدرِ بزرگوار داخلِ دمشق ہوئے۔ ابراہیم بن طلحہ اپنے سر کو ڈھانپے محمل پر سوار سامنے آیا اور اُس نے حضرت سے کہا، اے علی بتلاؤ! کون غالب آیا؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ اگر تجھے منظور ہے کہ معلوم کرے کون غالب ہوا تو بوقتِ نماز اذان و اقامت کہہ اور دیکھ کس کی آواز قیامت تک بلند رہے گی۔

کامل الزیارت میں یزید بن عمرو بن طلحہ سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں ایک روز مقام حیرہ میں خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السّلام میں حاضر تھا، حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھے منظور ہے کہ میں نے جو

وعدہ کیا تھا وفا کروں (یعنی زیارت قبرِ جناب امیر المومنین علیہ السّلام) میں نے کہا: جی ہاں! پس جناب امام جعفر صادقؑ اور اسماعیل سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا تا اینکہ مقام ثویہ میں جو درمیان حیرہ و نجف ہے گذرے پس وہ دونوں بزرگوار اُترے اور میں بھی اُترا۔ پس جناب امام جعفر صادقؑ نے اور اسماعیل نے نماز پڑھی اور میں نے بھی متابعت کی۔ پس حضرت نے اسماعیل سے کہا اُٹھ اور اپنے جدِ مظلوم امام حسینؑ پر سلام کر، میں نے عرض کیا قربان ہو جان میری، کیا امام حسین علیہ السّلام کربلا میں نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا: کربلا میں ہیں لیکن ان کا سرِ مبارک جب شام لے گئے تو ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص نے وہ سرِ اقدس چُرا کر پہلوئے حضرت امیر المومنینؑ میں دفن کر دیا۔ ایضاً کتاب کامل الزیارت میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں جب ابنِ زیادِ ملعون نے سرِ امام حسین علیہ السّلام کو شام بھیجا تو اس کو دوبارہ کوفہ واپس کر دیا گیا۔ ابنِ زیاد نے کہا اس کو کوفہ سے باہر لے جاؤ تاکہ اہلِ کوفہ اس پر گرویدہ اور مفتون نہ ہوں پس حق تعالیٰ نے اس سرِ مطہر کو نزدیک امیر المومنینؑ کے پہنچایا پس سرِ اقدس ساتھ جسم اور جسم ساتھ سر کے ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے فقرۂ آخر کے کئی احتمال لکھے ہیں۔ پہلے یہ کہ اگرچہ سرِ اطہر بظاہر وہاں مدفون ہے لیکن کربلا میں بدن کے ساتھ ملحق ہوا۔ دوسرے یہ کہ سر بدن کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ تیسرے یہ کہ جناب امیرؑ کا بدن اس سرِ مطہر کے اپنے بدن کے مثل ہے کیونکہ دونوں ایک ہی نور سے مخلوق ہوئے ہیں اس سبب سے حضرت نے فرمایا کہ سر ساتھ بدن اور بدن ساتھ سر کے ہے، واللہ اعلم۔ پھر مصنف نے فرمایا کہ تہذیب و کافی میں دیگر احادیث اس مضمون کے وارد ہوئے ہیں کہ سرِ مبارک امام حسین علیہ السّلام اپنے والدِ بزرگوار کی قبر کے نزدیک مدفون ہے۔

کتاب کامل الزیارات میں ابو زائدہ سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو کبھی کبھی میرے پدرِ بزرگوار کی زیارت کو جاتا ہے حالانکہ تو بادشاہ کے پاس رہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ کوئی ہمارے ساتھ دوستی رکھے اور ہماری بزرگی سمجھے اور ہمارے ان فضائل و حقوق کا اقرار کرے جو اس امت پر واجب ہیں۔ میں نے کہا قسم بخدا میں اس عمل سے سوائے خوشنودیِ خدا و رسولؐ کچھ نہیں چاہتا اور کسی کے غصہ و خفگی کی پرواہ نہیں کرتا، اور جو تکالیف اس کے سبب سے مجھے پہنچتی ہیں مجھ پر دشوار نہیں۔ حضرت نے فرمایا قسم بخدا یونہی ہے۔ میں نے بھی عرض کیا قسم بخدا یونہی ہے۔ حضرت نے بھی اس کلمہ کا تین مرتبہ اعادہ فرمایا، اور میں نے بھی۔ تب حضرت نے فرمایا تجھ کو بشارت ہو! تجھ کو بشارت ہو!! تجھ کو بشارت ہو!!! اب میں تجھ سے

ایک حدیث جو مکنوناتِ الٰہی سے ہے بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب ہم کربلا میں بلائے عظیم میں گرفتار ہوئے اور میرے والد بزرگوار اپنے یار و انصار اور بھائی بیٹوں کے ہمراہ صحرائے کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کے حرمِ محترم اسیرِ جفا ہوئے اور شترانِ بے کجاوہ پر سوار کیے گئے اور متوجہ کوفہ ہوئے اس وقت میں بہ نگاہِ حسرت اپنے باپ بھائیوں کی برہنہ لاشوں کو دیکھ رہا تھا، جو زمینِ گرمِ کربلا پر بے کسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں، اس کا میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے، یہ حالت میری پھوپھی زینبؑ نے دیکھ لی، آپ نے فرمایا اے میرے باپ، دادا، بھائی کی یادگار! میں دیکھتی ہوں کہ تیری روح جسم سے مفارقت کیا چاہتی ہے۔ میں نے کہا پھوپھی جان! میری یہ حالت کیوں نہ ہو درآنحالیکہ میرے آقا حسینؑ، بھائی اور چچا اور بنی عم سب خاک و خون میں غلطاں برہنہ بے گور و کفن پڑے ہیں اور کوئی ان کے قریب نہیں جاتا گویا یہ لوگ دیلم سے ہیں۔ جناب زینبؑ نے کہا یہ امر تجھ کو غمگین نہ کرے قسم ہے خدا کی ایک عہد رسولؐ خدا سے تیرے جد، باپ و چچا کے لئے ہوا تھا اور حق تعالیٰ نے اس اُمت کے کچھ لوگوں سے، جن کو زمین کے فراعنہ نہیں جانتے، مگر آسمان والے ان کو خوب جانتے پہچانتے ہیں، یہ عہد لیا ہے کہ وہ ان خاک پر بکھرے ہوئے اعضا کو اور ان خون میں آغشتہ لاشوں کو اکٹھا کر کے دفن کریں گے، اور تیرے باپ سید الشہداءؑ کے مزار پر ایک ایسا علم نصب کریں گے جو بہ مرور روز و شب سربلند رہے گا۔ ائمہ کفر و ضلالت ہر چند اس کو سرنگوں کرنا چاہیں گے مگر ان کی کوششوں کا اُلٹا اثر یہ ہوگا کہ یہ عَلم سربلند تر اور اس مزار کا نشان روشن تر ہوتا جائے گا۔ میں نے کہا وہ عہد کون سا ہے۔ جناب زینبؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اُمّ ایمن نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت ختمی مرتبت خانۂ حضرت فاطمہ زہراؑ میں تشریف لائے۔ شہزادی نے آپ کے لئے حریرہ تیار کیا، اور امیر المومنین علیہ السّلام نے آپ کے سامنے ایک طبق میں کھجوریں پیش کیں، میں بھی ایک کاسہ میں تھوڑا دودھ اور مکھن لے آئی۔ چنانچہ سرورِ عالمؐ، میری شہزادیؑ، امیر المومنینؑ و حسنینؑ سب نے وہ حریرہ و کھجوریں اور دودھ و مکھن نوش فرمایا۔ جب رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) دسترخوان سے بلند ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰؑ نے آپ کے ہاتھ پر پانی ڈالا، رسولؐ اللہ نے ہاتھ دھو کر چہرۂ مبارک پر مل لیا پھر آپ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے چہروں پر محبت بھری نظر ڈالی اور آپ کے چہرۂ انور سے خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پھر آپ نے جانبِ آسمان نگاہ کی۔ تھوڑی دیر دیکھتے رہے، پھر قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے، پھر سجدۂ خالق میں گر گئے اور بہ آوازِ بلند رونا شروع کیا۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا، اب بھی نگاہیں زمین کی جانب تھیں، اور

آنکھوں سے آنسو موسلادھار برس رہے تھے۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السّلام سخت بے چین ہو گئے اور میں بھی پریشان ہو گئی۔ مگر آپ کی ہیبت کی وجہ سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس گریہ و بکا کا سبب دریافت کر سکے۔ جب حضرتؐ کا گریہ کسی طرح نہ رکا تو علیؑ و فاطمہؑ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کے رونے کا کیا سبب ہے آپ کی حالت نے ہمارے دلوں کو مجروح کر دیا۔ حضرتؐ نے جواب میں فرمایا اے برادر! میں تم لوگوں کو دیکھ کر اس وقت کمال مسرور ہوا۔ اور مزاحم بن عبد الوارث کی حدیث کے مطابق حضرتؐ نے فرمایا: اے میرے حبیب! تم لوگوں کو دیکھ کر اس وقت مجھ کو وہ خوشی لاحق ہوئی جیسی اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوتی تھی۔ میں تم سب کو دیکھ خوش ہو رہا تھا۔ اور تمہارے وجود کی اللہ نے مجھے جو نعمت عنایت کی ہے اس پر اس کا حمد و شکر بجا لا رہا تھا، اتنے میں جبرئیل امین نازل ہوئے، اور انھوں نے کہا کہ خداوندِ عالم جو تمہارے دل میں ہے اس سے واقف ہے اور تمہارے اس سرور کو دیکھ رہا ہے جو تم کو اپنی بیٹی، بھائی اور دونوں نواسوں کو دیکھ کر لاحق ہوا ہے۔ لہٰذا اس نے اس نعمت کو آپ کے لئے مکمل کیا اور اس عطیہ میں اور اضافہ فرمایا۔ بہ این معنی کہ مجھے یہ مژدہ دے کر بھیجا ہے کہ یہ لوگ اور ان کی ذریت ان کے محب اور شیعہ سب کے سب آپ کے ساتھ جنت میں وہاں ہوں گے جہاں آپ ہوں گے، آپ کے اور ان کے درمیان جدائی نہ ہوگی، ان کی زندگی وہاں اسی طرح ہوگی جس طرح تمہاری زندگی، اور یہ اسی طرح موردِ انعام و اکرامِ باری تعالیٰ ہوں گے جس طرح تم ہو گے، اور ان کو خدا کی بارگاہ سے اتنا ملے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہاری رضا سے بھی بڑھ کر عطا ہوگا۔ اور یہ سب نوازش ان پر اس بنا پر ہوگی کہ دارِ دنیا میں ان پر بڑی بلائیں نازل ہوں گی، اور وہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے کوئی تعلق نہ ہوگا لیکن وہ خود کو تمہاری ملت کی طرف منسوب کرتے ہوں گے اور تمہاری اُمت ہونے کے دعویدار ہوں گے۔ مصائب جھیلنا پڑیں گے، ان لوگوں کے ہاتھوں تمہارے تمام اہلبیتؑ اس طرح قتل کر دیئے جائیں گے کہ اُن کے مقتل جُدا جُدا ہوں گے، قبریں بھی دُور دُور ہوں گی۔ اللہ نے آپ کے لئے اور اُن کے لئے یہی اختیار کیا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: خدا نے میرے اہلبیتؑ کے لئے جو کچھ اختیار فرمایا اُس کو سن کر میں نے اُس کی حمد کی اور اُس کی رضا پر تم لوگوں کے لئے راضی ہوا۔ پھر جبرئیلِ امین نے مجھ سے کہا: اے محمدؐ! تمہارا یہ بھائی تمہارے بعد مظلوم واقع ہوگا۔ تمہاری اُمت اس پر سرکشی کرے گی، تمہارے دشمنوں کے ہاتھوں یہ بڑی سختیاں جھیلے گا ازاں بعد ایک شخص بدترینِ خلائق جو مثل پے کنندہ ناقۂ صالح ہے اس سرزمین میں جو اس کا دار الہجرۃ ہوگا اس کو قتل کرے گا۔ یہ سرزمین اس کی اور اس کی اولاد کے شیعوں کا ٹھکانا ہوگی جہاں وہ سب مبتلائے تکالیف و مصائب

ہوں گے اور آپ کا یہ نواسہ (حسینؑ) اپنے اہلبیتؑ اور نیکوکارانِ اُمت کی ایک جماعت کے ساتھ کنارۂ نہرِ فرات، اس سرزمین پر قتل کر دیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اس سرزمین کی وجہ سے تمھارے اور تمھاری ذریت کے اعداء پر اُس دن شدید عذاب ہوگا، جس دن کہ عذاب و حسرتوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی، اس کے بعد جبرئیلؑ نے کہا: وَهِيَ أَطْهَرُ بِقَاعِ الْأَرْضِ وَأَعْظَمُهَا حُرْمَةً وَإِنَّهَا لَمِنْ بَطْحَاءِ الْجَنَّةِ یہ زمین تمام زمینوں سے پاکیزہ تر، محترم تر ہے اور یہ صحرائے جنّت کا ایک حصّہ ہے۔ پس جب وہ روز ہوگا جس میں تمھارا یہ محبوب نواسہ اور اُس کے گھر والے قتل کئے جائیں گے اور ملعون و کافر لوگوں کے لشکر ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوں گے اس دن زمین و پہاڑ تھرّا اٹھیں گے، سمندروں کی موجیں متلاطم ہوں گی، ساتوں آسمان اور اُن کے رہنے والے ہیجان میں آجائیں گے اور اس طرح اپنے غم و غصّہ اور غضب کا اظہار کریں گے جو تمھاری اور تمھاری اولاد پر ظلم و ستم اور ان کی ہتکِ حرمت کی وجہ سے ہوگا، اس روز کائنات کی کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جو خداوندِ عالم سے اہلبیتِ مظلوم جو خلقِ خدا پر اس کی حجّت ہیں کی نصرت کے لئے اجازت نہ طلب کرے۔ اس وقت خداوندِ عالم ان سے فرمائے گا کہ میں زمین و زمانہ کا حقیقی بادشاہ اور قادرِ مطلق ہوں، نہ مجھ سے کوئی بھاگ سکتا ہے نہ میرے انتقام کو کوئی روک سکتا ہے۔ مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم جن لوگوں نے میرے برگزیدہ پیغمبرؐ پر ظلم کیا اور اس کی ہتکِ حرمت کی اور اس کی عترت کو قتل کیا اور اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پسِ پشت ڈالا اور اس کے اہلبیتؑ پر ظلم کیا، ان پر ایسا عذاب کروں گا کہ تمام عالم میں کسی پر نہ ہوگا۔ اس وقت تمام زمین و آسمان کے رہنے والے ان لوگوں پر لعنت کریں گے، جنھوں نے تمھاری عترت پر ظلم کیا ہے اور اُن کی حُرمت ضائع کی، اور جب یہ برگزیدہ ہستیاں اپنی قتل گاہوں میں پہنچیں گی تو خداوندِ عالم خود اپنے دستِ قدرت سے ان کی روحیں قبض فرمائے گا۔ اور ساتویں آسمان سے بہت سے فرشتے ہاتھوں میں یاقوت و زمرد کے برتن لئے ہوئے جن میں آبحیات ہوگا اور حلّہ ہائے بہشت اور خوشبوہائے جنّت لے کر نازل ہوں گے اور اُن کے لاشوں کو آبحیات سے غسل دے کر حلّہ ہائے بہشت سے کفن دیں گے، خوشبوؤں سے حنوط کریں گے اور صف بستہ ہو کر ان پر نماز پڑھیں گے اور اس کے بعد حق تعالیٰ ایک قوم کو تمھاری اُمت سے اٹھائے گا وہ کافر نہیں ہیں، اور نہ شریک ہوں گے اس قتل میں اور نہ وہ قول و فعل و نیت سے شریک ہوں گے، وہ اُن کے جسد ہائے مطہر کو دفن کریں گے اور ایک نشانی قبر سیّد الشہداءؑ کی اس صحرا میں قائم کریں گے تاکہ وہ نشانی ہو نجات کی مومنین کے واسطے، اور ہزار فرشتے ہر آسمان سے شب و روز نازل ہوا کریں گے اور ضریحِ مبارک کو احاطہ کریں گے اور دُرود اُس پر بھیجیں گے اور اُس کے زائروں کے لئے تسبیح و استغفار کریں گے، اور جو لوگ تمھاری اُمت سے تمھارے تقرب اور رضائے خدا کیلئے

یہاں آئیں گے فرشتے ان سب کے نام اور اُن کے آباء و اقرباء اور اہلِ دیار کے نام لکھیں گے۔ وَيُوَسِّمُونَ فِي وُجُوهِهِمْ بِمِيسَمِ نُورِ عَرْشِ اللهِ هٰذَا زَائِرُ قَبْرِ خَيْرِ الشُّهَدَاءِ وَابْنِ خَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ۔ اور ان کے چہروں پر عرشِ الٰہی کے نور سے لکھ دیں گے کہ "یہ خیرِ شہداء اور فرزندِ خیرِ انبیاء کی قبر کا زائر ہے۔ جب قیامت کا روز ہوگا تو وہ نور اس طرح چمکے گا کہ سب کی آنکھوں میں چکا چوند ہو جائے گی اور اس نور سے وہ عرصۂ محشر میں پہچانے جائیں گے۔ گویا میں دیکھتا ہوں اے محمدؐ کہ تم میرے اور میکائیل کے درمیان کھڑے ہو اور علیؑ آگے آگے ہیں اور بے شمار فرشتے ہمارے ساتھ ہیں اور ہم جس کے چہرہ پر یہ نور دیکھتے ہیں اسکو خلق سے جدا کر لیتے ہیں اور اس روز کے ہول و شدّت سے نجات دیتے ہیں اور یہ عنایاتِ حق تعالیٰ کی اُس شخص کے حال پر ہیں جو تمھاری اور تمھارے بھائی اور نواسوں کی زیارت محض برائے خدا کرے۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ بدبخت انسان جو مستحقِ غضب اور عذابِ الٰہی ہیں اس مرقدِ منوّر کے مٹانے کے درپے ہوں گے۔ پس حق تعالیٰ ان کو اس بات پر قدرت نہ دے گا۔ پھر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ان باتوں نے مجھے رلایا اور غمگین کیا۔ جنابِ زینبؑ فرماتی ہیں کہ جب ابنِ ملجم ملعون نے میرے پدرِ بزرگوار کو ضربت لگائی اور میں آثارِ موت ان میں دیکھے یہ حدیث بہ زبانِ اُمّ ایمن میں نے بیان کی اور عرض کیا کہ چاہتی ہوں یہ حدیث آپ کی زبان سے سنوں فرمایا اے بیٹی! حدیث یوں ہی ہے، جیسے اُمّ ایمن نے نقل کی۔ گویا میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری بہنیں اس شہر میں اسیر اور مقید ہیں اور لوگوں سے خائف و ترساں ہیں۔ اے دختر! تم پر لازم ہے کہ قدم جادۂ صبر و شکر سے باہر نہ رکھنا۔ قسم اس کی جس نے انس و جن کو پیدا کیا ہے کہ آج روئے زمین میں کوئی تمھارے اور تمھارے شیعوں کے سوا خدا کا دوست نہیں ہے۔ اور جس وقت کہ پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے یہ حدیث ہم سے بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس روز شیطانِ رجیم بکمالِ خوشی اُڑے گا اور اپنے گروہ کے ساتھ زمین پر دوڑے گا اور کہے گا کہ اے گروہِ شیاطین! ہم ذریتِ آدم سے اپنے مطلب کو پہنچے اور ان کے ہلاک کرنے میں انتہا کر دی، اور اِن سب کو ہم نے مستحقِ آتشِ جہنم گردانا سوا اُن لوگوں کے جو متوسل بہ اہلبیتؑ ہیں۔ پس تم لوگ فرزندانِ آدم کو ان کے بارے میں بہکایا کرو اور ان کی عداوت پر ترغیب دیا کرو تاکہ گمراہی و کفر خلق مستحکم ہو جائے اور کوئی ان میں سے نجات نہ پائے اور شیطان دروغ گو نے سچ کہا کہ تم لوگوں کی عداوت کے ساتھ کوئی عملِ صالح نفع نہیں دیتا اور تمھاری محبّت میں کوئی گناہ سوائے کبیرہ ضرر نہیں پہنچاتا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب یہ حدیث بیان کر چکے تو فرمایا کہ اس حدیث کو یاد رکھو اگر ایک سال اس کی طلب میں تو مسافرت کرتا تب بھی کم تھا۔

قطب راوندی نے خرائج میں سلیمان بن مہران اعمش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ایک سال میں نے اثنائے طوافِ خانۂ کعبہ میں ایک شخص کو دیکھا وہ اس طرح سے دعا کرتا تھا کہ خدایا میرے گناہوں کو بخش دے اور میں بہ یقین جانتا ہوں کہ تو نہ بخشے گا۔ میں اس کلام کو سنکر لرز گیا اور میں نے کہا اے مرد تو حرمِ خدا و رسولؐ میں ایسے ایام متبرک اور ماہِ بزرگ میں کیوں حق تعالےٰ کی مغفرت سے نا امید ہوتا ہے۔ اُس نے کہا میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا تہامہ کے پہاڑ سے زیادہ بڑا ہے! اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا بیان کر۔ اُس نے کہا حرم کعبہ سے باہر چل۔ ہم آپس میں باہر گئے تو اُس نے کہا کہ میں لشکرِ نجس عمر بن سعد میں اُن چالیس آدمیوں میں تھا جو سرِ امام حسین علیہ السّلام کوفہ سے لے کر یزید کے پاس گئے تھے۔ راہِ شام میں متصل ایک دیرِ نصرانی کے اترے اور وہ سر ہمارے ساتھ نیزہ پر تھا اور نگہبان ساتھ تھے، ہم بیٹھے تھے اور کھانے میں مشغول تھے ناگاہ ایک ہاتھ دَیر کی دیوار سے نکلا اور اس نے یہ شعر لکھا ؎

اَتَرْجُوْ اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا　　شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

آیا جس اُمت نے کہ حسینؑ کو قتل کیا وہ روزِ قیامت اس کے جد سے شفاعت کی امیدوار ہو سکتی ہے، وہ شقی کہتا ہے کہ ہم اس حالت سے نہایت خوفناک ہوئے اور بعض لوگوں نے ہاتھ بڑھایا کہ اُس ہاتھ کو پکڑیں لیکن وہ غائب ہو گیا۔ پھر ہم کھانا کھانے میں مشغول ہوئے کہ ایک بار ہاتھ پھر نمودار ہوا اور یہ شعر لکھا ؎

فَلَا وَاللّٰہِ لَیْسَ لَھُمْ شَفِیْعٌ　　وَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی الْعَذَابِ

پس خدا کی قسم شفاعت کرنے والا اُن کا کوئی نہیں ہے اور وہ روزِ قیامت گرفتارِ عذاب ہونگے۔ پھر بعض لوگ اُس ہاتھ کی جانب گئے اور وہ غائب ہو گیا۔ پھر ہم کھانے کی طرف متوجہ ہوئے ساتھ کے بعد پھر وہ ہاتھ نکلا اور یہ شعر لکھا کہ ؎

وَقَدْ قَتَلُوا الْحُسَیْنَ بِحُکْمِ جَوْرٍ　　وَخَالَفَ حُکْمُھُمْ حُکْمَ الْکِتَابِ

اور امام حسین علیہ السلام کو بحکم ظلم وستم قتل کیا اور حکم ان کا خلافِ حکمِ کتاب مجید تھا۔ پس میں نے کھانا موقوف کیا کیونکہ مجھ کو گوارا نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک راہب نے اُس دَیر سے سر نکالا اور دیکھا کہ سرِ انورِ امام حسین علیہ السلام سے ایک نور ساطع ہے اور اُس نے ہمارے لشکر کو دیکھا کہ پس راہب نے نگہبانوں سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا عراق سے آتے ہیں۔ ہم لوگ حسینؑ سے لڑنے گئے تھے۔
راہب نے کہا، کون حسینؑ فرزندِ فاطمہؑ تمھارے پیغمبرؐ کا نواسہ اور تمھارے پیغمبر کے ابنِ عم کا بیٹا!

انھوں نے کہا ہاں! اس نے کہا وائے تم پر واللہ اگر عیسیٰؑ کا کوئی بیٹا ہوتا ہم اس کو آنکھوں پر بٹھاتے، پھر اس راہب نے کہا میری ایک بات مان لو۔ اپنے سردار سے کہو کہ میرے پاس دس ہزار درہم ہیں اپنے آباؤ اجداد سے میراث میں نے پائی ہے اس کو تمھارا امیر مجھ سے لے لے اور یہ سر تھوڑی دیر کے لئے مجھ کو دیدے جب تم لوگ جانے لگو گے میں اسے واپس کردوں گا۔ عمرِ سعد نے قبول کر لیا اور کہا کہ سر حوالے کر دو۔ یہ لوگ راہب کے پاس آئے اور مال طلب کیا، اُس نے دو ہمیان پانچ پانچ ہزار درہم کی ان کے آگے رکھیں عمرِ سعد نے صرّاف کو بلوا کر روپے پرکھوائے اور داروغہ کے پاس رکھوا دیئے اور سرِ اقدس راہب کو دلوا دیا۔ راہب نے سرِ اطہر کو لے کر دھویا اور پاک کیا اور مشک و کافور مل کر حریر کے کپڑے میں لپیٹ کر ایک حجرے میں رکھا اور نوحہ وگریہ شروع کیا مسلسل روتا رہا تا اینکہ ہمارے لوگوں نے سر طلب کیا پس مخاطب سرِ انور ہو کر کہنے لگا کہ اے سر بخدا میں اپنی جان کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا فردائے قیامت اپنے جد پیغمبرِ خدا کی روبرو گواہی دینا کہ میں کلمہ گو ہوں۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ ایک ہے اور محمد مصطفیٰؐ اس کے بندہ اور رسولؐ ہیں۔ اے حسینؑ تمھارے سامنے میں مسلمان ہوتا ہوں اور میں تمھارا غلام ہوں، اور ان لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے رئیس سے ایک بات کہوں اور سر اُس کے حوالہ کروں، پس عمرِ سعد کے نزدیک گیا اور اُسے خدا کا واسطہ دیا کہ اس سر کو ذلت وخواری سے نہ لے جا اور صندوق سے باہر نہ نکال۔ اس ملعون نے اس وقت قبول کر لیا۔ پس راہب نے سرِ اقدس دیدیا اور خود دیر سے اُتر کر کوہستان میں جا چھپا اور سجادہ نشین ومشغولِ عبادتِ رب العالمین ہوا، اور ادھر عمرِ سعد وہاں سے چلا اور سر کو اسی ذلت وبے اعتنائی سے ساتھ لیا، جب دمشق کے نزدیک پہنچا تو اپنے آدمیوں سے کہا منزل کرو اور خازن سے ہمیانیاں طلب کیں جب کھولیں تو دیکھا کہ وہ درہم ٹھیکریاں ہو گئے تھے اور سکہ ان کا ایک طرف یہ لکھا تھا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۴۲)
اور دوسری جانب یہ لکھا تھا وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ* یعنی سبحانہٗ تعالیٰ کو ظالموں کے افعال واطوار سے غافل نہ جان اور قریب ہے کہ ظالمین معلوم کریں گے کہ بازگشت ان کی کہاں ہوگی۔ عمرِ سعد نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دنیا وآخرت دونوں خراب ورائیگاں ہوئے۔ پھر اپنے غلاموں سے کہا کہ انھیں نہر میں ڈال دو۔
عمرِ سعد دوسرے روز دمشق میں داخل ہوا اور سرِ انور یزید کے پاس لے گیا۔ جب قاتلِ حسینؑ یزید کے پاس گیا اُس نے یہ شعر پڑھے ؎

* الشعراء آیت ۲۲۷

اِملَأرِکَابِی فِضَّۃً وَّذَھَبَا اِنِّی قَتَلْتُ الْمَلِکَ الْمُحَجَّبَا
قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبَا

"میرے پالانِ شتر کو سیم وزر سے بھر دے، میں نے ایک بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو حسب ونسب میں سب سے بہتر تھا۔" یزید نے یہ سنکر کہا "اس کو قتل کر دو" اور کہا "اگر تو جانتا تھا کہ حسینؑ نسب میں بہترین خلائق ہیں تو تُو نے انھیں کیوں قتل کیا۔" پس سرِ انور کو ایک طشت میں رکھوایا اور حضرتؑ کے دندانِ مبارک کو دیکھ کر اشعار پڑھنے لگا (جن کا ذکر سابقاً گذر چکا ہے) اس وقت زید بن ارقم وہاں آئے اور دیکھا سرِ انور کو یزید نے طشت میں رکھا ہے اور چھڑی دندانِ مبارک پر لگاتا ہے۔ پس زید نے کہا اس لکڑی کو اٹھا لے، میں نے بارہا پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا ہے کہ وہ ان دانتوں کو چومتے تھے۔ یزید نے کہا اگر تو بڈھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔

اس وقت ایک یہودی جو اپنی قوم کا سردار تھا یزید کے دربار میں آیا۔ اس نے پوچھا یہ سر کس کا ہے؟ یزید نے کہا "ایک خارجی کا"۔ اس نے پوچھا "وہ کون ہے؟" کہا "حسینؑ"۔ کہا "کس کا بیٹا؟" کہا "علیؑ کا"۔ کہا "اس کی ماں کون ہے؟" کہا "فاطمہؑ"۔ کہا "کون فاطمہؑ؟" یزید نے جواب دیا "رسولؐ کی بیٹی"۔ یہودی نے کہا "تمھارے رسولؐ کی بیٹی؟" یزید نے کہا "ہاں"۔ اس نے کہا خدا تجھے جزائے خیر نہ دے کل تمھارے پیغمبرؐ موجود تھے اور آج تم نے ان کے نواسے کو قتل کیا۔ وائے تم پر میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد ہوں باوجودیکہ تیس پشتوں سے زیادہ گذر چکی ہیں جب یہود مجھ کو دیکھتے ہیں نہایت تعظیم وتوقیر وتواضع وفروتنی کرتے ہیں۔ بعدہٗ جانبِ طشت متوجہ ہوا اور سرِ مبارک کے بوسے لئے اور کلمۂ شہادتین پڑھا اور چلا گیا۔ یزید نے اس کے قتل کا حکم دیا اور قتل کر ڈالا۔ پھر جس مکان میں شراب پیتا تھا اس کے مقابل ایک قبّہ تھا، وہاں شہداء کے سر رکھوائے اور مجھ کو معین کیا۔ میرے دل میں یہ سب باتیں تھیں جس کی وجہ سے میری نیند جاتی رہی۔ جب دوسری شب ہوئی آدھی رات کو ایک آواز آسمان سے آئی کوئی کہتا تھا کہ اے آدم نیچے آؤ۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ ہمراہ بہت سے فرشتوں کے اترے، پھر ایک صدا سنی کہ اے ابراہیمؑ نیچے آؤ اور خلیل اللہ ہمراہ بہت سے ملائکہ کے نازل ہوئے پھر منادی نے کہا کہ اے موسیٰ نازل ہو کلیم اللہ بہت سے فرشتوں کے ساتھ نیچے آئے پھر ندا آئی کہ اے عیسیٰؑ زمین پر آؤ روح اللہ بہت سے فرشتوں کے ساتھ اترے اس مرتبہ آوازِ عظیم سنی کہ اے محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائیے پس حبیب اللہؐ نے ملائکہ کثیر کے ہمراہ نزول فرمایا اور سب فرشتوں نے اس قبہ کو گھیر لیا اور پیغمبر قبہ میں داخل ہوئے اور سر کو اٹھا لیا ایک روایت میں ہے کہ حضرت نیزہ سر حسین علیہ السلام کے نیچے بیٹھے اور سرِ مبارک

نیزہ سے حضرتؐ کی گود میں گرا۔ حضرتؐ نے سر کو لے لیا اور حضرت آدمؑ کے پاس گئے اور کہا اے پدرِ بزرگوار! دیکھئے میرے بیٹے کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا گیا۔ راوی کہتا ہے اس بات کے سننے سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اُس وقت حضرتؐ نے جبرئیل سے عرض کیا کہ میں زلزلہ پر مؤکل ہوں فرمائیے تو زمین کو ہلا دوں اور ایک نعرہ ایسا ماروں کہ یہ اشقیاء ہلاک ہو جائیں۔ حضرتؐ نے منع فرمایا۔ روح الامین نے عرض کیا: یا محمدؐ ان چالیس ملعونوں کو جو سرِ اقدس پر معین ہیں ہلاک کرنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت نے اجازت دی، اور جبرئیلِ امین ہر ایک کو نفسِ آتشیں پھونکتے تھے۔ پھر وہ میرے پاس آئے اور کہا تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ پیمبرؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، خدا اس کو نہ بخشے، مجھ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے چنانچہ سرِ حسینؑ اُس تاریخ سے ناپید ہوا اور حال اس کا معلوم نہ ہوا، اور عمرِ سعد جانبِ رے گیا، اور اپنی حکومت کو پہنچنے نہ پایا کہ حق تعالیٰ نے اُس کو ہلاک کیا۔ سلیمان اعمش کہتا ہے، جب وہ یہ نقل کر چکا تو میں نے کہا دور ہو میرے پاس سے مبادا میں تیری آگ میں جل جاؤں، اور وہاں سے میں چلا آیا، معلوم نہیں کہ اس کا کیا حال ہوا۔

قطب راوندی نے کتاب خرائج میں منہال بن عمر سے روایت کی وہ کہتا ہے بخدا حسینؑ کا سر میں نے دمشق میں دیکھا اور ایک شخص سامنے سرِ مبارک کے سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب اس نے یہ آیت پڑھی کہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا* یا گمان کرتا ہے تو کہ اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم ہماری نشانیوں سے عجیب تھے، اس وقت سرِ فرزندِ رسالت پناہی بقدرتِ کاملۂ الٰہی گویا ہوا اور بفصاحتِ لسان وطلاقتِ بیان، کہا کہ میرا قتل ہونا اور میرے سر کا نیزہ پر رکھا جانا اصحابِ کہف سے عجیب تر ہے۔

کتابِ محاسن میں عمر بن علی بن حسینؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے، زنانِ بنی ہاشم نے سیاہ کپڑے اور پلاس کا لباس پہنا اور سردی گرمی سے کچھ پروا نہ کرتے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ان کے واسطے طعامِ عزا تیار کرتے تھے۔

کتابِ مجالسِ مفید علیہ الرحمہ میں عبداللہ بن عامر سے منقول ہے کہ جب خبرِ شہادتِ امامؑ مدینۂ منورہ پہنچی اسماء دخترِ عقیل بن ابی طالب چند عورتوں کے ہمراہ نکلیں اور مرقدِ منورِ سرورِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر گئیں اور فریاد وزاری کی بعد ازاں متوجہ مہاجرین وانصار ہو کر کئی شعر باین مضمون پڑھے کہ تم کیا کہو گے اس وقت جبکہ بروزِ حساب جنابِ رسالتمآبؐ تم سے خطاب کریں گے اور کہیں گے کہ میری اولاد کو تم نے چھوڑ دیا غائب ہو گئے تھے، ان کو تم نے ظالموں کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا۔ اب

* سورۂ الکہف آیت ۹

بروزِ قیامت تم میں سے کسی کی شفاعت نہ ہوسکے گی اور سچی بات سننے کے قابل ہوتی ہے اور حق ولی امر کے پاس مجتمع ہوتا ہے اور فرمائیں گے آیا میری عترتِ اطہارؑ کو ظالمانِ جفاکار کے حوالہ کر دیا پس کوئی تم میں سے برائے شفاعت نزدیک جنابِ احدیت کے نہ کیا جائے گا کوئی شخص روزِ عاشورہ اجل سے نہ بچا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نوحہ کو سنکر اس قدر گریہ و بکا ہوا کہ اس سے زیادہ گریہ کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

کتابِ تہذیب میں امام محمدؑ باقر علیہ السّلام سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں چار مسجدیں امام حسین علیہ السّلام کے قتل کی خوشی میں تجدید کی گئیں، مسجدِ اشعث و مسجدِ جریر و مسجدِ سماک و مسجدِ شبث ربعی۔

بعض تالیفات میں روایت ہے کہ ایک نصرانی سفیر بادشاہِ روم یزیدِ شوم کے پاس آیا، اس وقت سرِ اطہرِ امام حسین علیہ السّلام اس کی محفل میں تھا۔ نصرانی نے جب سرِ امام دیکھا تو شور و نالہ بلند کیا تا اینکہ اس کے محاسن اشکوں سے تر ہوگئے۔ پھر اس نے کہا اے یزید میں حینِ حیاتِ سرورِ کائناتؐ مدینہ میں بغرضِ تجارت آیا تھا۔ میں نے چاہا کچھ تحفہ حضرتؐ کے واسطے لے جاؤں۔ اصحاب سے پوچھا کیا چیز جنابِ رسالتمآبؐ کو محبوب و مرغوب ہے لوگوں نے کہا خوشبو حضرتؐ دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے مشک کے دو نافہ اور تھوڑا سا عنبرِ اشہب لیا اور حضرتؐ کی خدمت میں لے گیا۔ اُس روز پیمبرؐ اپنی زوجہ اُمِّ سلمہؓ کے گھر میں تھے۔ غرض جب میں نے جمالِ باکمال حضرتؐ کا مشاہدہ کیا چہرۂ نورانی سے ایک نور ساطع نظر آیا اور دل کو فرحتِ تازہ اور مسرّت بے اندازہ حاصل ہوئی اور خود بخود محبت و الفت آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی میرے دل میں آئی، میں نے سلام کیا اور مشک و عنبر حضرت کے سامنے رکھا۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک ہدیہ محقر ہے جو حضرت کی خدمت میں لایا ہوں۔ فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ عرض کیا کہ عبدالشمس۔ فرمایا اپنا نام بدل ڈال میں تیرا نام عبدالوہاب رکھتا ہوں۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو میں تیرا تحفہ بھی قبول کروں۔ میں نے حضرتؐ کی طرف بغور نگاہ کی تو معلوم ہوا کہ آپ ہی وہ رسولِ برحق ہیں جن کی بشارت حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو دی تھی اور کہا تھا کہ: اِنِّی مُبَشِّرٌ لَکُمْ بِرَسُوْلٍ یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَد۔ میں بشارت دیتا ہوں تم کو ایک پیغمبر کی جو میرے بعد مبعوث ہوگا۔ اس کا نام احمد ہے۔ پس میں اسی وقت ایمان لایا اور روم کو مراجعت کی اور اپنے اسلام کو لوگوں سے چھپاتا رہا یہاں تک کہ اس بات کو ایک مدت گذر گئی، میں چار بیٹوں اور چار بیٹیوں کے ساتھ مسلمان ہوں اور بادشاہِ روم کا وزیر ہوں اور کوئی عیسائی میرے حال سے مطلع نہیں، اور سن اے یزید کہ جس روز میں خدمتِ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں مشرف اندوز ہوا آپ خانۂ اُمِّ سلمہؓ میں تھے۔ جس بزرگوار کا سر

تیرے روبرو رکھا ہے اس کو کمسن میں نے دیکھا تھا۔ یہ حجرہ کے دروازے سے نانا کے پاس آیا پیغمبرِ خداؐ نے اس بچہ کو دیکھتے ہی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور کہا اے محبوب میرے آ! اور آغوش میں لے لیا اور گود میں بٹھایا اور اس کے لبوں کو چومنے لگے۔ آپ امام حسینؑ کے دانتوں کو چوستے تھے اور فرماتے تھے اے حسینؑ! دُور ہے رحمتِ الٰہی سے جو تجھے قتل کرے اور جو تیرے قتل میں مدد کرے، یہ فرماتے تھے اور روتے تھے۔ دوسرے روز میں پیغمبرِ خداؐ کے ساتھ مسجد میں تھا کہ حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ آکر کہنے لگے یا جدّاہ! ہم دونوں بھائی آپس میں زور آزمائی کرنا چاہتے ہیں کہ معلوم کریں کہ کس کا زور زیادہ ہے، پیغمبرِ خدا نے فرمایا اے میرے محبوب تم ایسا نہ کرو بلکہ تم دونوں جاؤ اور کچھ لکھو جس کا خط اچھا ہوگا اس کا زور زیادہ ہے۔ پس دونوں نورِ دیدۂ رسولؐ گئے اور ایک ایک سطر لکھ لائے وہ تختی حضرتِ پیغمبرِ خداؐ کے ہاتھ میں دی، جنابِ رسولِ خداؐ تھوڑی دیر دونوں کی طرف دیکھتے رہے اور نہ چاہا کہ کسی کا دل ٹوٹے کہا اے پیارو! اپنے باپ کے پاس جاؤ وہ تمہارا فیصلہ کر دیں اور دیکھیں کہ کس کا خط اچھا ہے۔ یہ سنکر دونوں شہزادے اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں گئے اور پیغمبرِ خداؐ بھی ساتھ تشریف لے گئے جب خانۂ فاطمہؑ میں داخل ہوئے تھوڑی دیر کے بعد پیغمبرِ خداؐ باہر آئے اور سلمانِ فارسی بھی باہر نکلے میری تھا سلمانؓ کی دوستی اور محبت تھی۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ ان صاحبزادوں کے والدِ ماجد نے کیا کہا اور کس کا خط اچھا ٹھہرا، سلمانؓ نے کہا پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کسی کے خط کو ترجیح نہ دی اس واسطے کہ خیال کیا اگر حسنؑ کے خط کو اچھا کہوں گا حسینؑ غمگین ہوں گے اور اگر حسینؑ کے خط کو بہتر کہوں گا حسینؑ ملول ہوں گے۔ پس ان کو ان کے باپ کے پاس بھیجا۔ میں نے کہا اے سلمانؓ! تمہیں قسم دیتا ہوں اُس دوستی اور برادری کی جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں ہے کہو کہ ان کے باپ نے کیا کہا؟ تب سلمانؓ نے بیان کیا کہ جس وقت وہ دونوں گلِ گلزارِ نبوت اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں گئے تو آپ نے بغور اُن کے حال میں نظر کی، آپ کا دل بھی متاثر ہوا اور نہ چاہا کہ ایک کا دل توڑیں کہا اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تمہارے درمیان حکم کریں۔ پس وہ نبی زادے اپنی ماں کے پاس گئے اور تختی پیش کی اور کہا اے امّاں! ہمارے نانا نے ہم کو لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جس کا خط اچھا ہو اُس کا زور و قوت زیادہ ہے پس ہم دونوں نے لکھا اور حضرت کے پاس لے گئے، پس ہم دونوں کو بابا کے پاس بھیجا انھوں نے بھی کچھ نہ کہا، اب آپ کے پاس بھیجا ہے۔ جنابِ فاطمہؑ نے یہ سنکر تامل کیا اور دل میں کہا ان کے نانا نے اور باپ نے دل شکنی ان کی نہ چاہی میں کیا کروں، اور کس طرح ان کا فیصلہ کروں۔ آخر آپؑ نے فرمایا کہ اے میرے نورِ چشمو! میں اپنے موتیوں کا ہار تمہارے سروں کے اوپر توڑتی ہوں۔ پس تم میں سے جو اس کے موتی زیادہ چنے گا اُسی کا خط اچھا ہے اور اسی کا زور زیادہ ہے۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس ہار

میں سات موتی تھے، پس آپ نے دونوں بچوں کے سر پر وہ ہار توڑا فوراً امام حسن علیہ السلام نے تین موتی اٹھالیے اور تین موتی حسینؑ نے ایک موتی پڑا رہ گیا۔ دونوں نے چاہا کہ اس موتی کو اٹھائیں کہ جبرئیل بحکم ربِّ جلیل زمین پر نازل ہوئے اور اپنے بازو سے اس موتی کے دو حصّے کر دیئے چنانچہ ان دو گوہرِ صدفِ عصمت اور شب چراغِ اکلیلِ امامت نے ایک ایک حصّہ اٹھا لیا۔ اے یزید! دیکھ رسولِ خدا ان کی دل شکنی کے خوف سے ایک کے خط کو دوسرے پر ترجیح نہ دی اور اسی طرح جناب امیرالمومنین علیہ السّلام اور سیّدہ نسارِ عالمین نے اور اسی طرح خداوندِ جہاں آفرین اور مالکِ آسمان و زمین نے بھی ان کی خاطرداری میں دانۂ مروارید کو شق کیا اور تو یہ سلوک پیغمبرؐ کے نواسے کے ساتھ کرتا ہے۔ وائے تجھ پر اور تیرے دین پر! بعدہٗ نصرانی نے اٹھ کر سر کو گود میں لے لیا اور بوسے دیئے اور اشک ہائے آبدارِ چشم گہر بار سے برسائے اور کہتا تھا کہ اے حسینؑ اپنے جد محمدؐ مصطفےٰؐ اور والد علی مرتضیٰؑ اور والدہ فاطمہ زہراؑ کے سامنے میری گواہی دینا۔

خونِ حسینؑ سے یہودی کی لڑکی کا شفا پانا

اہلبیت سے مروی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور نعشِ مبارک خاکِ کربلا میں پڑی تھی اور خون مثلِ فوّارہ حلقومِ بریدہ سے جاری تھا، ایک جانور سفید اڑتا ہوا آیا اور حضرت کا خون اپنے بدن پر ملا، جب اڑا تو وہ خون اس کے بال و پر سے ٹپکتا تھا، وہ طائر جب اور پرندوں کے پاس پہنچا اور ان سب کو شاخہائے درخت پر سایہ میں دیکھا کہ فکرِ آب و دانہ میں مشغول ہیں، ان سے کہا کہ وائے تم پر! تم دنیا کے لہو و لعب میں مصروف ہو اور حسین علیہ السّلام کربلا میں اس لوں اور دھوپ اور گرمیٔ آفتاب میں زمینِ گرم پر لب تشنہ ذبح کیے پڑے ہیں اور خاک و خون میں غلطاں ہیں اور فوّارہ ہائے خون آپ کے بدن سے رواں ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی تمام طیور جانبِ کربلا روانہ ہوئے، جب اس دشتِ بلاخیز میں پہنچے اور اپنے سیّد و مولا اور سردار و آقا امام حسین علیہ التحیۃ والثنا، کو اس حال میں دیکھا کہ جگرِ دردمند کباب اور دلِ سنگ آب ہو جائے، دیکھا کہ آپ کی نعشِ مبارک بے سر و بے غسل و کفن پڑی ہے جنگل کی ہوا نے گرد کی چادر اس پر بچھا دی ہے اور وہ بدنِ نازنین جو زینتِ آغوشِ سیّدالمرسلینؐ تھا گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا ہے۔ وحوشِ صحرا اس کے پرسہ خوان ہیں اور جنّات اس پر نوحہ گر ہیں ایک نور جسمِ انور سے صفحۂ دشت پر پھیلا ہوا ہے اور زمین و آسمان کے مابین اس کی روشنی ہے۔ طیور نے یہ حال دیکھ کر فریاد و فغان اور گریہ و زاری کی اور سب کے سب خونِ ناحق میں غلطاں ہوئے اور اڑ کر ایک ایک سمت کو روانہ ہوئے اور باشندگانِ بلاد کو مطلع کیا، اتفاقاً ایک ان میں سے مدینہ منورہ پہنچا اور اس نے روضۂ مبارک خاتم الانبیاءؐ کا طواف کیا اور قطراتِ خون اس کے پروں سے ٹپکتے تھے اور وہ شیون کرتا تھا کہ آگاہ ہو حسینؑ کربلا میں شہید ہوئے، خبردار ہو حسینؑ کربلا میں ذبح کیے گئے، وہاں کے سب طائر جمع ہوئے اور انھوں نے بھی فرزندِ سیّدِ عالمؐ کا نوحہ و ماتم کیا۔ اہلِ مدینہ

یہ حال ان بے زبانوں کا دیکھتے تھے اور اس جانور کے پروں سے خون ٹپکتا پاتے تھے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا تا اینکہ جب خبرِ قتلِ امام حسین علیہ السّلام پہنچی معلوم ہوا کہ وہ طائر مقبول پیغمبرؐ کو خبرِ شہادت جگر گوشۂ بتول اور نورِ دیدۂ رسولؐ سے اطلاع دیتا تھا۔ منقول ہے کہ ان دنوں ایک مردِ یہودی مدینہ میں تھا جس کی بیٹی اندھی، بہری، لولی، لنگڑی اور کوڑھی اور زمین گیر تھی، یہودی نے اس کو شہر کے باہر ایک باغ میں رکھا تھا، طائر مذکور اسی باغ میں ایک درخت پر آ کے بیٹھا اور تمام شب گریہ و زاری اور اضطراب و بیقراری کرتا رہا۔ یہودی اس روز کسی کام کو شہر کو گیا تھا رات کو کسی سبب سے باغ میں نہ آسکا تھا وہ لڑکی بسبب تنہائی اور باپ کی جدائی کے تمام شب بیدار و بیقرار رہی کیونکہ اسکے باپ کا معمول یہ تھا کہ وہ رات کو اسے قصّے سناتا تھا اور اسے تسلّی و تشفّی دیتا تھا تب اُسے نیند آتی تھی غرض صبح کو آوازِ حزیں اس جانور کی لڑکی نے سنی، افتاں و خیزاں اس درخت کے نیچے گئی اور طائر کے نالہائے غمگین کا اپنے دلِ محزون سے جواب دیتی تھی۔ اس اثنا میں ایک قطرۂ خون اس طائر کے پر سے ٹپکا اور اس کی آنکھ پر پڑا آنکھ فوراً کھل گئی بعدہٗ ایک قطرہ دوسری آنکھ پر گرا اور وہ بھی روشن ہو گئی۔ اسی طرح ایک اور قطرہ ہاتھوں پر پڑا اور ایک قطرہ پاؤں پر گرا اور ہاتھ اور پاؤں اچھے ہو گئے، اور جب قطرہ گرتا تھا وہ تمام بدن میں مل لیتی تھی، تھوڑی دیر میں وہ لڑکی بالجملہ بالکل صحیح و سالم ہو گئی۔ صبح کو جب اس کا باپ آیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک لڑکی باغ میں پھر رہی ہے، اس نے نہ پہچانا پوچھا کہ میری ایک لڑکی اس باغ میں تھی جو چل پھر نہ سکتی تھی۔ لڑکی نے کہا میں ہی تیری لڑکی ہوں۔ یہودی نے یہ سنکر اتنا تعجب کیا کہ غش کر گیا، جب ہوش میں آیا اٹھا اور لڑکی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے باپ کو اس طائر کے پاس لے گئی۔ دیکھا کہ ایک جانور درخت پر بیٹھا ہے اور مصیبتِ امام تشنہ دہن پر نالہ و شیون کر رہا ہے۔ یہودی نے اس سے خطاب کر کے کہا کہ تجھ کو قسم دیتا ہوں اُس ذات کی جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے کہ بقدرتِ الٰہی گویا ہو اور بتلا دے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ سنکر وہ طائر بحکمِ خدا گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میں ایک روز بوقت دوپہر دوسرے طائروں کے ہمراہ آشیانہ میں بیٹھا تھا، ایک بلا ایک طائر ہمارے پاس آ کر کہنے لگا، اے جانورو! تم بے فکر خوش و خرم ہو اور رسولِ خدا کا نواسہ حسینؑ زمینِ گرم کربلا پر پڑا ہوا ہے۔ اور اس کا سرِ مبارک نیزہ پر اٹھایا گیا ہے اور حرمِ محترم پابرہنہ و بے ردا و چادر اسیرِ قومِ ستمگر ہوئے ہیں۔ جب ہم نے یہ باتیں دردناک اس کی زبان سے سنیں بیتابانہ سب اُڑ کر کربلا پہنچے، دیکھا نعشِ مبارک اپنے خون میں غلطاں ہے اور خون سے غسل ہوا ہے، اور جنگل کی خاک نے کفن پہنایا ہے۔ ہم سب اس خون میں لوٹنے لگے اور فریاد و ماتم کرنے لگے پھر ہر ایک طائر ایک ایک سمت کو روانہ ہوا اور

میں یہاں آیا۔ یہودی یہ حال سنکر حیران و متعجب ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر حسینؑ خدا کے نزدیک صاحبِ قدر و منزلت نہ ہوتا خون اس کا ہر درد کی شفا نہ ہوتا۔ پھر وہ یہودی مع اپنی لڑکی کے مسلمان ہوا اور پانچ سو خویش و اقوام اس کے اسلام سے مشرف ہوئے۔

ایک مردِ اسدی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب لشکرِ بنی امیہ نے کوچ کیا، میں کنارِ نہرِ علقمہ زراعت کرتا تھا، پس اس قدر عجائب میں نے وہاں دیکھا جن کا ذکر تحریر و تقریر میں نہیں آسکتا از انجملہ ایک یہ ہے کہ جب وہاں ہوا چلتی تھی بوئے مشک و عنبر میرے مشام میں پہنچتی تھی اور جب ٹھہر جاتی تھی تو ستارے دکھائی دیتے تھے کہ آسمان سے زمین پر اتر رہے ہیں اور زمین سے آسمان پر جا رہے ہیں اور میں اپنے متعلقین کے ساتھ تنہا تھا اور کوئی نہ پاتا تھا کہ کیفیت ماجرا اس سے پوچھتا، وقتِ غروبِ آفتاب ایک شیر جانبِ قبلہ سے آتا تھا، میں اس کو دیکھ کر گھر پھر جاتا تھا، جب صبح ہوتی تھی اور آفتاب طلوع کرتا تھا میں گھر سے نکلتا تھا اس وقت شیر کو قبلہ کی طرف جاتا دیکھتا تھا، ایک دن مجھے خیال آیا کہ یہ لوگ خارجی تھے جنھوں نے ابنِ زیاد پر خروج کیا تھا لیکن ان نعشوں سے عجیب کرامتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ آج رات کو دیکھنا چاہیئے دیکھوں یہ شیر ان نعشوں کو چھیڑتا ہے یا نہیں۔ جب شام ہوئی تو حسبِ معمول شیر آیا، میں اس کی صورت دیکھ کر ڈرا اور دل میں کہا کہ اگر یہ آدمی کا گوشت کھاتا ہوگا تو ضرور میرا قصد کرے گا۔ پس روبرو اس کے کھڑا ہوا وہ لاشوں کے اوپر سے گذرتا تھا تا اینکہ ایک نورانی لاشہ پر سے جو نور و ضیا میں مشابہ آفتابِ عالمتاب تھا، یہ شیر اس کے پاس گیا اور بیٹھ گیا، میں نے کہا اب یہ لاش کو کھائے گا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اس پر اپنا منہ ملنے لگا اور نوحہ کرنے لگا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ عجیب ماجرا ہے پس میں وہاں مزید نگرانی کرتا رہا یہاں تک کہ رات خوب تاریک ہوگئی ناگاہ جنگل سے بہت سی شمعیں نمودار ہوئیں جن سے تمام صحرا روشن و منور ہوگیا اور فریاد و نالہ و ماتم اور نوحۂ غم بلند ہوئی میں اس آواز کی تلاش میں چلا، معلوم ہوا کہ زمین کے نیچے سے ہے اور ایک ان نوحہ کرنے والوں سے یہ کہتا تھا کہ واحسینا واماماہ۔ یہ سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں ان لوگوں کے نزدیک گیا اور اُن کو قسم خدا و رسولؐ دے کر پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم جنوں کی عورتیں ہیں۔ میں نے کہا کہ تم کیا کرتی ہو، انھوں نے کہا ہم شب و روز عزائے امام حسین علیہ السلام کرتے ہیں، جن کو پیاسا ذبح کیا گیا۔ میں نے کہا یہی حسینؑ ہیں جن کے پاس شیر بیٹھا ہے۔ کہا ہاں! پس میں وہاں سے روتا ہوا پھرا۔

منقول ہے کہ سکینہ دخترِ امام حسین علیہ السلام نے یزید سے کہا کہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے، اگر تو سنے تو بیان کروں۔ کہا بیان کر۔ سکینہ نے کہا کہ شب کو بعدِ فراغِ نماز میں نے دعائیں پڑھیں

اور بہت روئی اور خستہ ہوگئی، ذرا آنکھ لگی تھی کہ میں نے دیکھا گویا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور ایک نور آسمان سے زمین پر پہنچا ہے اور حورانِ جنت اتری ہیں اور ایک باغ خورم و تر و تازہ وہاں ہے۔ اس کے درمیان ایک قصر ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ پانچ بزرگوار اُس مکان میں داخل ہوئے ہیں ان کے ساتھ ایک خادم ہے، میں نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ اس نے کہا تیرے باپ حسینؑ کا۔ حق تعالیٰ نے ان کو ان کے صبر کے عوض میں بے شمار درجات عطا فرمائے ہیں۔ میں نے کہا یہ بزرگوار کون ہیں؟ کہا اوّل آدمؑ صفی اللہ، دوسرے نوحؑ نجی اللہ، تیسرے ابراہیمؑ خلیل اللہ، چوتھے موسیٰؑ کلیم اللہ۔ میں نے پوچھا پانچویں بزرگ کون ہیں جو اپنے محاسن ہاتھ میں لئے ہوئے غمگین و محزون ہیں اور گریہ و نالہ کرتے ہیں۔ کہا اے سکینہ تم ان کو نہیں جانتی ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ تمھارے جد رسولِ خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ میں نے کہا یہ سب بزرگوار کہاں جاتے ہیں، کہا تمھارے باپ حسینؑ کے پاس جاتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا جدِ عالی کے پاس جا کر دل کا احوال بیان کروں گی۔ پس وہ حضرت آگے چلے گئے اور میں نہ پہنچ سکی اور متفکر ہوئی۔ اسی اثنا میں اپنے جد علی ابنِ ابی طالبؑ کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے فریاد کی یا جداہ! میرے باپ آپ کے بعد قتل کر ڈالے گئے۔ پس حضرت بہت روئے اور مجھ کو سینہ سے لگایا اور کہا، اے بیٹی! صبر و شکیبائی اختیار کر اور مدد و اعانت جنابِ احدیت کی کی جانب سے ہے پھر تشریف لے گئے اور میں نہ جانتی تھی کہ کہاں جاتے ہیں۔ پس میں متعجب کھڑی رہی، ناگاہ آسمان کے دروازے کھلے اور میں نے دیکھا کہ فرشتے میرے باپ کے سرِ انور پر اتر رہے ہیں اور اوپر جا رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ یزید پلید نے جب یہ جگر سوز خواب سنا تو اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگا، ظالم کہتا تھا مالی و للحسینؑ یعنی میں نے حسینؑ کو کیوں قتل کیا! اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ سکینہ نے کہا بعدہٗ میرے سامنے ایک بزرگوار آئے جن کا چہرہ چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، میں نے خادم سے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا تمھارے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ میں نے حضرتؐ کے قریب جا کر عرض کیا یا جداہ! قسم بخدا کہ ہمارے مردوں کو قتل کیا گیا اور ہمارے خون بہائے گئے اور ہماری حرمت ضائع کی گئی اور شترانِ بے کجاوہ پر سوار کیا گیا اور یزید کے پاس لے گئے۔ پس حضرتؐ نے مجھے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور آدمؑ و نوحؑ اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، دیکھتے ہو کہ میری امت نے میرے فرزند کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ بعد ازاں اسی خادم نے کہا اے سکینہ فریاد و فغاں کم کر کہ تو نے رسول اللہؐ کو رلایا، پھر خادم میرا ہاتھ پکڑ کر قصر میں لے گیا وہاں پانچ بیبیاں با وقار و حشمت دیکھیں جن کے چہروں سے نور ساطع تھا، ان کے درمیان ایک خاتون بزرگ

صاحبِ شکوہ وتجمل بال پریشان کئے سیاہ کپڑے پہنے تھیں اُن کے ہاتھ میں ایک خون بھرا کُرتا تھا، جس وقت وہ بی بی کھڑی ہوتی تھیں سب بیبیاں بھی کھڑی ہو جاتی تھیں۔ میں نے خادم سے پوچھا کہ یہ بیبیاں کون ہیں؟ اس نے کہا کہ اے سکینہ یہ حوّا ام البشر ہیں اور یہ مریم دخترِ عمران ہیں اور یہ خدیجہ دخترِ خویلد ہیں اور یہ ہاجرہ اور یہ سارہ ہیں اور وہ جو کُرتہ خون آلود ہاتھ میں لئے ہیں جن کے بیٹھنے سے سب بیبیاں بیٹھ جاتی ہیں اور کھڑے ہونے سے سب کھڑی ہو جاتی ہیں وہ تمھاری دادی فاطمہ زہرا سیدۂ عالم ہیں۔ پس میں ان کے نزدیک گئی اور کہا اے دادی بخدا میرے بابا قتل ہوئے اور میں اس کمسنی میں یتیم ہو گئی۔ پس انھوں نے مجھے چھاتی سے لگایا اور ڈاڑھیں مار مار کر روئیں اور سب عورتیں روئیں اور سب نے کہا اے فاطمہ! حق تعالیٰ تمھارے اور یزید کے درمیان بروزِ جزا حکم کرے گا۔ لکھا ہے یزید نے اس خواب کی کچھ اعتنا نہ کی۔

ہندہ زوجۂ یزید سے منقول ہے وہ کہتی ہے کہ میں اپنی خوابگاہ میں تھی، میں نے دیکھا ایک دروازہ آسمان کا کھل گیا اور ملائکہ سرِ انور امام حسینؑ پر گروہ در گروہ اترتے تھے اور کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اس اثنا میں ایک ابر نمودار ہوا اس میں بہت سے آدمی تھے اور ایک بزرگوار باچہرۂ تاباں و رخسارہ درخشاں ان کے درمیان تھے وہ دوڑتے ہوئے حسینؑ کے سر کی طرف آئے اور جھک کر دندانِ حسینؑ چومنے لگے، کہتے تھے اے میرے فرزند تجھ کو قتل کیا، تجھ کو نہ پہچانا، تجھ کو پانی تک نہ دیا۔ اے میرے فرزند! میں تیرا جد رسولِ خدا ہوں اور یہ تیرا باپ علی مرتضیٰؑ ہے اور یہ تیرا بھائی حسن مجتبیٰؑ اور یہ تیرا چچا جعفر طیارؑ اور یہ عقیلؑ اور یہ حمزہؑ و عباسؑ ہیں۔ اسی طرح ایک ایک کا نام اپنے اہلبیت سے لیتے تھے۔ ہندہ کہتی ہے میں اس خواب کو دیکھ کر بہت ڈری اور بعالمِ پریشانی بیدار ہوئی، ناگہاں ایک نور دیکھا کہ سرِ امام حسین علیہ السّلام پر پھیلا ہے پس میں نے یزید کو ڈھونڈا کیا دیکھا کہ وہ ایک خانۂ تاریک میں اپنا منہ دیوار کی طرف کئے ہوئے نہایت غم میں کہتا تھا کہ مَالِیْ وَلِلْحُسَیْنِ مجھ کو حسینؑ سے کیا کام تھا۔ اس وقت میں نے اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا، وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ راوی کہتا ہے صبح کو یزید نے حرمِ محترم کو بلایا اور پوچھا اگر منظور ہو یہاں اقامت کیجیے ورنہ مدینہ کو مراجعت فرمائیں اور آپ کو میں صلہ اور جائزہ دیتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا اولاً ہم چاہتے ہیں کہ عزاداری حسینؑ میں نوحہ و ماتم کریں، کہا بہتر ہے اور ان کے واسطے مکانات خالی کرا دیئے اور کوئی عورت ہاشمی و قریشی باقی نہ رہی جس نے سیاہ کپڑے پہنے نہ ہوں۔

منقول ہے کہ اہلِ حرم سات دن نوحہ و بکا میں مشغول رہے اور آٹھویں دن ان کو بلوا کر پنے

اور سفر کرنے میں اختیار دیا اُنھوں نے مراجعت کو اختیار کیا، یزید نے آراستہ محملیں حاضر کیں، اور ریشمی فرشوں پر اموال انڈیل دیئے اور جنابِ اُمِّ کلثوم سے کہا کہ جو مصائب آپ کو پہنچے ہیں اُن کے بدلہ یہ اموال قبول کرلیں۔ جنابِ اُمِّ کلثوم نے یہ سنکر فرمایا کہ اے یزید! تو کتنا بے حیا اور ڈھیٹ ہے! تو نے میرے بھائی اور گھر والوں کو قتل کر ڈالا اس پر اُن کا خوں بہا دیتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اُمِّ کلثوم جب مدینہ جانے لگیں تو روتی تھیں اور یہ اشعارِ دلفگار پڑھتی تھیں ؎

(۱) مَدِیْنَةَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِیْنَا ‏ فَبِالْحَسَرَاتِ وَالْاَحْزَانِ جِئْنَا
(۲) اَلَا فَاخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنَّا ‏ بِاَنَّا قَدْ فُجِعْنَا فِیْ اَبِیْنَا
(۳) وَاِنَّ رِجَالَنَا بِالطَّفِّ صَرْعٰی ‏ بِلَا رُؤُسٍ قَدْ ذَبَحُوا الْبَنِیْنَا
(۴) وَاَخْبِرْ جَدَّنَا اَنَّا اُسِرْنَا ‏ وَبَعْدَ الْاَسْرِ یَا جَدُّ سُبِیْنَا
(۵) وَرَھْطُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَضْحَوْا ‏ عَرَایَا بِالطُّفُوْفِ مُسَلَّبِیْنَا
(۶) وَقَدْ ذَبَحُوا الْحُسَیْنَ وَلَمْ یُرَاعُوْا ‏ جَنَابَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْنَا
(۷) فَلَوْ نَظَرَتْ عُیُوْنُکَ لِلْاُسَارٰی ‏ عَلٰی اَقْتَابِ الْجِمَالِ مُحَمَّلِیْنَا
(۸) رَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَ الصَّوْنِ صَارَتْ ‏ عُیُوْنُ النَّاسِ نَاظِرَةً اِلَیْنَا
(۹) وَکُنْتَ تَحُوْطُنَا حَتّٰی تَوَلَّتْ ‏ عُیُوْنُکَ ثَارَتِ الْاَعْدَاءُ عَلَیْنَا
(۱۰) اَفَاطِمُ لَوْ نَظَرْتِ اِلَی السَّبَایَا ‏ بَنَاتُکِ فِی الْبِلَادِ مُشَتَّتِیْنَا
(۱۱) اَفَاطِمُ لَوْ نَظَرْتِ اِلَی الْحَیَارٰی ‏ وَلَوْ اَبْصَرْتِ زَیْنَ الْعَابِدِیْنَا
(۱۲) اَفَاطِمُ لَوْ رَاَیْتِنَا سَہَارٰی ‏ وَمِنْ سَہَرِ اللَّیَالِیْ قَدْ عَمِیْنَا
(۱۳) اَفَاطِمُ مَا لَقِیْتِ مِنْ عِدَاکِ ‏ وَلَا قِیْرَاطُ مِمَّا قَدْ لَقِیْنَا
(۱۴) فَلَوْ دَامَتْ حَیَاتُکِ لَمْ تَزَالِیْ ‏ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ تَنْدُبِیْنَا
(۱۵) وَعَرِّجْ بِالْبَقِیْعِ وَقِفْ وَنَادِیْ ‏ اَ ابْنَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَا
(۱۶) وَقُلْ یَا عَمِّ یَا الْحَسَنُ الْمُزَکّٰی ‏ عِیَالُ اَخِیْکَ اَضْحَوْا ضَائِعِیْنَا
(۱۷) اَیَا عَمَّاہُ اِنَّ اَخَاکَ اَضْحٰی ‏ بَعِیْدًا عَنْکَ بِالرَّمْضَاءِ رَھِیْنَا
(۱۸) بِلَا رَأْسٍ تَنُوْحُ عَلَیْہِ جَہْرًا ‏ طُیُوْرٌ وَالْوُحُوْشُ الْمُوْحِشِیْنَا
(۱۹) وَلَوْ عَایَنْتَ یَا مَوْلَایَ سَاقُوْا ‏ حَرِیْمَاہُ لَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مُعِیْنَا
(۲۰) عَلٰی مَتْنِ النِّیَاقِ بِلَا وِطَاءٍ ‏ وَشَاھَدْتَ الْعِیَالَ مُکَشَّفِیْنَا

(۲۱) مَدِيْنَةَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِيْنَا — فَبِالْحَسَرَاتِ وَالْاَحْزَانِ جِئْنَا

(۲۲) خَرَجْنَا مِنْكِ بِالْاَهْلِيْنَ جَمْعًا — رَجَعْنَا لَا رِجَالَ وَلَا بَنِيْنَا

(۲۳) وَكُنَّا فِي الْخُرُوْجِ بِجَمْعِ شَمْلٍ — رَجَعْنَا حَاسِرِيْنَ مُسَلَّبِيْنَا

(۲۴) وَكُنَّا فِي اَمَانِ اللّٰهِ جَهْرًا — رَجَعْنَا بِالْقَطِيْعَةِ خَائِفِيْنَا

(۲۵) وَمَوْلَانَا الْحُسَيْنُ لَنَا اَنِيْسٌ — رَجَعْنَا وَالْحُسَيْنُ بِهٖ رَهِيْنَا

(۲۶) فَنَحْنُ الضَّائِعَاتُ بِلَا كَفِيْلٍ — وَنَحْنُ النَّائِحَاتُ عَلٰى اَخِيْنَا

(۲۷) وَنَحْنُ السَّائِرَاتُ عَلَى الْمَطَايَا — نُشَالُ عَلٰى جِمَالِ الْمُبْغِضِيْنَا

(۲۸) وَنَحْنُ بَنَاتُ يٰسٓ وَطٰهٰ — وَنَحْنُ الْبَاكِيَاتُ عَلٰى اَبِيْنَا

(۲۹) وَنَحْنُ الطَّاهِرَاتُ بِلَا خِفَاءٍ — وَنَحْنُ الْمُخْلَصُوْنَ الْمُصْطَفَوْنَا

(۳۰) وَنَحْنُ الصَّابِرَاتُ عَلَى الْبَلَايَا — وَنَحْنُ الصَّادِقُوْنَ النَّاصِحُوْنَا

(۳۱) اَلَا يَا جَدَّنَا قَتَلُوْا حُسَيْنًا — وَلَمْ يَرْعَوْا جَنَابَ اللّٰهِ فِيْنَا

(۳۲) اَلَا يَا جَدَّنَا بَلَغَتْ عِدَانَا — مُنَاهَا وَاشْتَفَى الْاَعْدَاءُ فِيْنَا

(۳۳) لَقَدْ هَتَكُوا النِّسَاءَ وَحَمَّلُوْهَا — عَلَى الْاَقْتَابِ قَهْرًا اَجْمَعِيْنَا

(۳۴) وَزَيْنَبُ اَخْرَجُوْهَا مِنْ خِبَاهَا — وَفَاطِمُ وَالِهٌ تُبْدِي الْاَنِيْنَا

(۳۵) سَكِيْنَةُ تَشْتَكِيْ مِنْ حَرِّ وَجْدٍ — تُنَادِي الْغَوْثَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَا

(۳۶) وَزَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بِقَيْدِ ذُلٍّ — وَرَامُوْا قَتْلَهٗ اَهْلَ الْخَئُوْنَا

(۳۷) فَبَعْدَهُمْ عَلَى الدُّنْيَا تُرَابٌ — فَكَاْسُ الْمَوْتِ فِيْهَا قَدْ سُقِيْنَا

وَهٰذِيْ قِصَّتِيْ مَعْ شَرْحِ حَالِيْ
اَلَا يَا سَامِعُوْنَ ابْكُوْا عَلَيْنَا

ترجمہ: (۱) اے ہمارے نانا کے مدینہ تو ہم کو قبول نہ کر کیونکہ ہم غم واندوہ لے کر آئے ہیں (۲) اے مدینہ رسولِ خدا کی خدمت میں ہماری طرف سے عرض کر کہ ہم اپنے والدِ بزرگوار کی مصیبت میں گرفتار ہوئے، (۳) اے مدینہ ہمارے مرد کربلا میں بے سر پڑے ہیں اور فرزند ہمارے ذبح ہوگئے (۴) ہمارے جد کو خبر کر کہ ہم گرفتار کر کے قیدی بنا[illegible] گئے۔ (۵) اور اے خدا کے رسولؐ! آپ کا خاندان کربلا میں بے گور وکفن پڑا ہے ان کے کپڑے تک چھین لے گئے (۶) اور حسینؑ کو شہید کیا اور آپ کی رعایت ہمارے باب میں نہ کی (۷) اے رسول اللہؐ! کاش آپ اپنی آنکھوں سے ان قیدیوں کو پالانِ شتر پر سوار دیکھتے (۸) یا رسول اللہؐ!

پردہ وحجاب کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ لوگ ہمارے تماشے کے لئے آئے (۹) یا رسولؐ اللہ! آپ ہماری حفاظت ونگہداشت فرماتے تھے، آپ کے بعد دشمنوں نے ہم پر ہجوم کیا ہے (۱۰) اے فاطمہؑ کاش آپ اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں کہ کس طرح شہر بشہر اسیر کر کے پھرائی گئیں (۱۱) اے فاطمہؑ! کاش ہم سرگشتوں کی طرف آپ دیکھتیں اور کاش زین العابدینؑ کی حالت کو ملاحظہ فرماتیں (۱۲) اے فاطمہؑ! کاش آپ دیکھتیں کہ راتوں کی بیداری نے ہم کو اندھا کردیا۔ (۱۳) اے فاطمہؑ! جو مصائب ہم نے دشمنوں کے ہاتھوں برداشت کئے ہیں ان مظالم سے کہیں سوا ہیں جو آپ نے اپنے دشمنوں سے اٹھائے تھے۔ (۱۴) اے فاطمہؑ! اگر آپ زندہ ہوتیں تو ہماری حالت دیکھ کر قیامت تک روتیں اور نوحہ کرتیں (۱۵) ذرا بقیع میں جا کر فرزندِ حبیبِ خدا کو پکارو (۱۶) اور کہو کہ اے چچا حسنؑ مجتبیٰ آپ کے بھائی کے عیال واطفال مار ڈالے گئے۔ (۱۷) اے چچا! آپ کا ماں جایا آپ سے دور کربلا کی ریگ پر (۱۸) بغیر سر کے آرام کر رہا ہے جس پر پرندہ ودرندہ نوحہ بکا کر رہے ہیں (۱۹۔ ۲۰) اے آقا! کاش کہ آپ وہ منظر دیکھتے جبکہ بے یار ومددگار اہلِ حرم کو شترانِ بے کجاوہ پر تشہیر کیا جارہا تھا اس وقت آپ اپنے عیال واطفال کو سر برہنہ دیکھتے (۲۱) اے ہمارے نانا کے مدینے! اب تجھ میں رہنے کے قابل نہیں رہے کیونکہ بڑے رنج وغم کو لے کر آئے ہیں (۲۲) جب ہم تجھ سے نکلے تھے تو تمام اہل وعیال کے ساتھ نکلے تھے اور اب جو پلٹے ہیں تو نہ مردوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہے نہ بچے ہماری گودیوں میں ہیں (۲۳) مدینہ سے نکلتے وقت ہم سب اکٹھا ہو کر نکلے تھے لیکن جب پلٹے تو سر برہنہ ہو چکے تھے ہماری چادریں چھینی جا چکی تھیں (۲۴) مدینہ سے نکلتے وقت ہم اللہ کی امان میں تھے جب پلٹے تو خائف وترساں ہیں (۲۵) جب ہم نکلے تھے ہمارا والی ووارث حسینؑ ہمارے سر پر موجود تھا اور اب ان کو کربلا میں دفن کر کے آرہے ہیں۔ (۲۶) ہم وہ خانماں برباد ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے۔ ہم اپنے بھائی کے نوحہ گر ہیں (۲۷) ہم وہ ہیں جن کو شترانِ برہنہ پر دربدر پھرایا گیا (۲۸) ہم یٰسٓ وطٰہٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ہم اپنے باپ کی نوحہ گر ہیں (۲۹) ہم وہ پاکیزہ مخدرات ہیں جن کی طہارت پردۂ خفا میں نہیں ہے۔ ہم خالص برگزیدہ ہیں (۳۰) ہم بلاؤں پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم صدق وصفا والے ہیں (۳۱) اے نانا! آپ کی امت نے حسینؑ کو مار ڈالا اور آپ کی کوئی رعایت نہ کی (۳۲) اے نانا! دشمن اپنی مراد کو پہنچ گئے اور ہمارے بارے میں انھوں نے اپنی شقاوت کی انتہا کردی (۳۳) انھوں نے عورتوں کی بیحرمتی کی اور بہ ظلم وقہر ان کو اونٹوں پر پھرایا۔ (۳۴) انھوں نے زینبؑ کو خیمے سے باہر نکالا فاطمہؑ گریاں ہیں (۳۵) سکینہ سوزشِ غم سے فریاد کناں ہے اور پروردگارِ عالم کو مدد کے لئے پکار رہی ہے (۳۶) خیانت کاروں نے زین العابدین کو ذلت کے ساتھ

ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنائی ہیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا (۳۷) اِن مَرنے والوں کے بعد زندگانیِ دنیا پر خاک ہے کیونکہ اسی دنیا کے خاطر ہم کو موت کا جام پلایا گیا۔ (۳۸) یہ ہے میری داستانِ غم اور میری شرحِ حال اے سننے والو! ہم پر گریہ وبکا کرو۔

راوی کہتا ہے کہ زینبؑ جگر سوختہ مسجدِ رسولؐ کا دروازہ پکڑ کر پکارتی تھیں کہ یا جدّاہ! مَیں بھائی حسینؑ کی خبرِ شہادت لائی ہوں اور سیلابِ اشکِ خون آنکھوں سے بہاتی تھیں اور ایک گھڑی آرام نہ لیتی تھیں اور گریہ و نوحہ موقوف نہ کرتی تھیں اور جب علی ابن الحسینؑ کو دیکھتی تھیں غم والم اُن کا دوگنا ہوجاتا تھا۔

کتاب طرائف میں مسندِ احمد حنبل سے نقل کیا ہے کہ اُمِّ سلمہؓ زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے کہ جب خبرِ شہادت سیّد الشہداء علیہ السّلام ان مخظمہ کو پہنچی تو انھوں نے اہلِ کوفہ پر لعنت کی اور فرمایا کہ حسین علیہ السلام کو قتل کیا، خدا ان کو قتل کرے اور حسین علیہ السّلام کو فریب دیا اور ذلیل کیا، خدا اُن پر لعنت کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک شب جنابِ فاطمہ علیہا السّلام خدمتِ رسولؐ میں ایک دیگ کھانے کی لائیں جس میں کوئی غذا آپ نے تیار نہیں کی پس آپ نے وہ طعام ایک طبق میں نکال کر آنحضرتؐ کے سامنے رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ تیرے ابنِ عم کہاں ہیں ہمجناب سیّدہ نے عرض کیا گھر میں ہیں۔ فرمایا جاؤ اور ان کو اور دونوں فرزندوں کو لے آؤ۔ اُمِّ سلمہ کہتی ہیں کہ فاطمہؑ حسنینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئیں اور اُن کے پیچھے جناب امیر المومنین علیہ السّلام تھے۔ آنحضرتؐ نے حسنینؑ کو گود میں بٹھایا اور جانبِ راست امیر المومنین علیہ السّلام اور جانبِ چپ سیدہ علیہا السلام بیٹھیں، اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت نے ایک چادر جو خیبر سے آئی تھی میرے نیچے سے کھینچی ہم اسے بچھایا کرتے تھے۔ جنابِ رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُسے اوڑھ لیا اور دونوں کنارے چادر کے پکڑے اور دستِ راست بطرفِ آسمان بلند کیا اور کہا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔ یعنی خداوندا یہ سب میرے اہلبیتؑ ہیں پس ناپاکی ان سے دور رکھ اور اُن کو طاہر و مطہر رکھ۔

شارحِ دیوان حضرتِ امیر علیہ السّلام نے ہشامِ کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب جنابِ سیّد الشہداء علیہ السّلام درجۂ شہادت بہ فائز ہوئے ایک ہاتف کی دہشتناک آواز آسمان سے سنی گئی وہ یہ شعر پڑھتا تھا، اَیُّھَا الْقَاتِلُوْنَ جَھْلًا حُسَیْنًا۔[1] الخ

[1] اشعار اور ترجمہ کے لیے دیکھیے صفحہ (جزائری)

مصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض افاضل کے خط سے لکھا پایا انھوں نے شہید علیہ الرحمہ کے خط سے نقل کیا کہ جب سرہائے شہداء مع اہلبیتِ اطہار دربارِ یزید میں وارد ہوئے یزید نے باین مضمون اشعار پڑھے ؎

لَمَّا بَدَتْ تِلْکَ الرُّؤُسُ وَاَشْرَقَتْ تِلْکَ الشُّمُوْسُ عَلٰی رُبٰی جَیْرُوْنٖ
صَاحَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صِحْ اَوْلَا تَصِحْ فَلَقَدْ قَضَیْتُ مِنَ النَّبِیِّ دُیُوْنِیْ

یعنی جب یہ سر قصرِ جیرون کی بلندیوں سے ظاہر ہوئے اور یہ آفتاب روشن ہوئے تو زاغ نے آواز دی پس میں نے کہا کہ تو آواز دے یا نہ دے میں نے پیغمبرؐ سے اپنا بدلہ لے لیا۔

دعواتِ راوندی میں مذکور ہے کہ جب علی بن الحسین علیہما السّلام یزیدِ ملعون کے پاس گئے۔ اس لعین نے حضرت کے قتل کا قصد کیا اور اپنے روبرو حضرت کو کھڑا کیا اور حضرت سے کلام کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ کوئی کلمہ حضرت کی زبان سے ایسا نکلے کہ موجب اُن کے قتل کا ٹھہرے لیکن جناب امام اُس کے سوال کے موافق جواب دیتے رہے اور ہاتھ سے تسبیح کو حرکت دیتے رہے۔ پس یزید پلید نے کہا میں تم سے بات کرتا ہوں اور تم مجھے جواب دیتے ہو اور انگلیوں سے تسبیح کے دانوں کو بھی حرکت دیتے ہو یہ کیونکر درست ہوسکتا ہے، حضرت نے فرمایا مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے اور انھوں نے میرے جدِّ عالی مقدار سے روایت کی ہے کہ وہ جناب جب نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تھے تو کسی کلام کئے بغیر فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُسَبِّحُکَ وَاُمَجِّدُکَ وَاَحْمَدُکَ وَاُھَلِّلُکَ بِعَدَدِ مَا اُدِیْرُ بِہٖ سُبْحَتِیْ خدا وندا! میں تیری تسبیح وتمجید وتحمید وتہلیل کرتا ہوں بمقدار اس تسبیح کی حرکت کے۔ آنحضرت یہ فرما کر لوگوں سے کلام کرتے تھے اور تسبیح کو گردش دیتے جاتے تھے بغیر اس کے کہ کچھ پڑھیں اور فرماتے تھے کہ یہ ثواب میں محسوب ہے اور تا وقتِ خواب حرز وامانِ الٰہی ہے اور وقتِ خواب پھر وہی کلمات فرماتے تھے اور تسبیح کو سرہانے رکھ دیتے تھے اور شام سے صبح تک ان کے لئے ذخیرۂ ثواب ہوتا تھا۔ پس میں نے بھی اپنے جدِّ بزرگوار کے اتباع میں یہ عمل کیا۔ یزید نے کہا مَیں تم میں سے جس کے ساتھ کلام کرتا ہوں ایسا جواب پاتا ہوں جو اس کے موافق ہی ہوتا ہے۔ پس حضرت کے قتل سے درگزرا۔

نوادر علی بن اسباط میں باسنادِ کثیرہ مذکور ہے کہ جب مصعب بن زبیر عبدالملک بن مروان سے جنگ کے لئے تیار ہوا، جناب سیّد الشہداء علیہ السّلام کی قبرِ اطہر پر آکر کھڑا ہوا اور

[1] اشعار اور ترجمہ کے لئے دیکھئے صـ جزائری

حضرت سجاد کی تسبیح اور یزید کا اعتراض

کہا یا ابا عبداللہ! اگرچہ ان لوگوں نے آپ کے حق کو غصب کیا، لیکن آپ کے دین کو متغیر نہ کر سکے۔ اس کے بعد ایک شعر بدین مضمون پڑھتا ہوا وہاں سے پھرا کہ جو بزرگوار ہاشمی کربلا میں تھے اپنے آبائے کرام کی راہ پر چلے۔

کتابِ مذکور میں باسنادِ متعدد منقول ہے جب خبرِ شہادتِ امام حسین علیہ السّلام شہروں میں شائع ہوئی ایک لاکھ عورتیں حضرت کی زیارت کو گئیں، ان میں سے کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی۔ پس بہ برکتِ زیارت فرزندِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب صاحبِ اولاد ہوئیں۔

باب ۳

اُن چیزوں کے بیان میں جو بعدِ شہادتِ امام حسین علیہ السّلام مانندِ گریہ آسمان و زمین و کسوف ماہ و خورشید ظاہر ہوئیں

تفسیر علی بن ابراہیم میں مروی ہے کہ ایک شخص دشمنانِ خدا و رسولؐ سے جنابِ امیر علیہ السّلام کے سامنے سے گذرا حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی فما بکت علیھم السّماء والارض وما کانوا منظرین۔ یعنی ان پر آسمان و زمین نہ روئے اور اُن کو مہلت نہ ملی۔ بعدہٗ امام حسین علیہ السّلام اُن حضرت کے سامنے گئے، ان کو دیکھ کر فرمایا، لیکن اس پر آسمان و زمین روئیں گے اور فرمایا زمین و آسمان نہیں روئے مگر یحییٰؑ بن ذکریّا اور حسینؑ بن علیؑ پر۔

کتاب قرب الاسناد میں امام محمّد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حسینؑ کی زیارت کو جاؤ اور ان پر ظلم نہ کرو کیونکہ وہ سردارِ جوانانِ بہشت اور سردارِ جوانانِ شہدا، شبیہ یحییٰ بن ذکریا ہیں اور ان دونوں پر زمین و آسمان نے گریہ کیا اور حدیث ابنِ شبیب میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین و آسمان نے حسینؑ کے شہید ہونے پر گریہ کیا۔

شیخ ابوجعفر طوسیؒ نے کتاب امالی میں ابی فاختہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں در ابوسلمہ سراج اور یونس بن یعقوب اور فضل بن یسار خدمتِ سراپا برکت امام محمد باقرؑ میں حاضر تھے، میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں میں اہلِ خلاف کی مجلسوں میں جاتا ہوں پس میں اسوقت آپ کا خیال کرتا ہوں اُس حالت میں کیا پڑھنا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا جس وقت تو اُن کی محفل میں جائے تو اس طرح پڑھ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الرَّخَاءَ والسُّرُوْرَ تو اپنے مطلب کو پہنچے گا۔ میں نے عرض کیا میں فدا ہوں جب امام حسینؑ کو یاد کروں کیا کہوں؟ فرمایا تین مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہ بعدازاں حضرت ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس وقت امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے ہفت طبقہ آسمان و ہفت طبقہ زمین اور جو کچھ کہ ان کے درمیان میں تھا اور جو کچھ کہ بہشت و دوزخ میں تھا اور جو کچھ کہ دیکھا جاتا ہے اور جو کچھ کہ نہیں دیکھا جاتا سب اُن حضرت پر روئے مگر تین چیزیں نہ روئیں۔ میں نے کہا فدا ہوں، وہ تین چیزیں کون سی ہیں جو اُن حضرت پر نہ روئیں؟ فرمایا بصرہ و دمشق و اولادِ حکم بن ابی عاص۔

کتابِ امالی اور علل الشرائع میں جبلہ مکیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے میثم تمارؓ جو محبان و یارانِ حیدرِ کرارؑ سے تھے سُنا وہ کہتے تھے قسم خدا کی کہ یہ امت فرزندِ پیغمبرؐ کو محرّم کی دسویں تاریخ کو قتل کرے گی اور دشمنانِ خدا اُس روز کو روزِ برکت قرار دیں گے اور یہ امر ہونے والا ہے اور حق تعالیٰ کے علم میں گذرا ہے اور یہ ایک عہد ہے جو حق تعالیٰ کے علم میں گذرا ہے اور یہ ایک عہد ہے جو حق تعالیٰ نے جناب امیر علیہ السلام سے لیا ہے اور مَیں نے اپنے مولا علیؑ کی زبانِ معجز بیان سے سُنا ہے' اور انھوں نے فرمایا کہ تمامی کائنات حتیٰ کہ وحوشِ صحرا میں، مچھلیاں دریا میں اور طیور ہوا میں اس شہید مظلوم پر روئیں گے اور چاند و سورج اور ستارے اور آسمان و زمین اور مومنین اور فرشتے آسمان و زمین کے اور رضوان و مالک اور حاملِ عرشِ بریں اس پر گریہ کریں گے اور آسمان سے خون اور راکھ برسے گی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لعنتِ خدا قاتلانِ حسینؑ پر واجب ہوئی ہے جیسا کہ مشرکوں اور یہودیوں اور فرنگیوں اور مجوس پر واجب ہوئی۔ جبلہ کہتی ہے میں نے میثمؓ سے کہا کہ لوگ کس طرح سے روزِ قتلِ حسینؑ کو روزِ برکت قرار دیں گے۔ یہ سنکر وہ روئے اور کہا ایک حدیث مخالفین نے وضع کی ہے کہ اس روز توبہ آدم و داؤد علیہما السلام کی مقبول ہوئی اور یونسؑ مچھلی کے شکم سے نکلے حالانکہ یہ باتیں ماہِ ذوالحجہ میں واقع ہوئی تھیں اور گمان کرتے ہیں کشتیِ نوحؑ آج کے دن جُودی پر ٹھہری حالانکہ یہ امر ذی الحجہ کی اٹھارویں کو ہوا تھا اور سمجھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے واسطے دریا اس روز شق ہوا حالانکہ یہ واقعہ ربیع الاوّل میں ہوا تھا، بعدہٗ میثمؓ نے کہا اے جبلہ جان تو کہ حسینؑ بن علیؑ بروزِ قیامت سردار ہوں گے اور اصحابِ حضرت سب شہدا سے بہتر ہیں۔ اے جبلہ جب تو دیکھے کہ آفتاب سرخ ہوا اور برنگ خونِ تازہ ہو گیا۔ جان تو کہ حسینؑ شہید ہوئے۔ جبلہ کہتی ہے کہ ایک روز میں نکلی اور میں نے دھوپ کو دیوار پر مانند رنگین چادر کے سرخ دیکھا۔ پس میں رونے پیٹنے لگی اور کہنے لگی کہ بخدا حسینؑ ابن علیؑ قتل ہوئے۔

کتاب کامل الزیارت میں ابوبصیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے میرے والد بزرگوار کو مدینہ سے شام بلوایا پس حضرت حسبِ طلب ہشام متوجہ شام ہوئے۔ جب ہشام کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یا ابا جعفر! آپ کو ایک ایسے مسئلہ کے دریافت کے لئے بلوایا ہے جس کو میرے سوا کسی شخص نے آپ سے نہ پوچھا ہوگا اور کسی کو سوا آپ کے اس قابل نہیں پاتا ہوں کہ اس کا درست جواب دے۔ حضرت نے فرمایا پوچھ جو تیرا جی چاہے۔ ہشام نے کہا بتلایئے جو شخص شبِ قتل علی علیہ السّلام کوفہ میں موجود نہ تھا اس کو حضرت کے قتل سے کس طرح خبر ہو گئی۔

اور کس علامت سے لوگوں نے اس شب کو حضرت کا قتل ہونا معلوم کیا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ شبِ قتلِ علیؑ تا وقتِ صبح جس پتھر کو اٹھایا جاتا تھا کہ اس کے نیچے تازہ خون ملتا تھا، اور شبِ قتلِ ہارونؑ و موسیٰؑ علیہما السلام کی بھی یہی کیفیت تھی، جس رات حضرت یوشع بن نون مارے گئے، جس رات حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے، جس شب ان کے وصی شمعون بن حمون کو قتل کیا گیا زمین سے خون اُبلا تھا، اور اسی طرح شبِ شہادت حضرت علیؑ اور شبِ شہادت حضرت امام حسین بن علی علیہما السّلام زمین سے خون اُبلا اور لوگوں کو خبر ہو گئی۔ ہشام اس کلام سے غصہ میں آیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اُس نے میرے والد ماجد کے قتل کا ارادہ کیا۔ میرے والد عالی وقار نے فرمایا کہ اے ہشام! خلق پر امام کی اطاعت و خیر خواہی واجب ہے، اور میں نے تیرے سوال کے جواب میں محبتِ علیؑ کا اظہار کیا اس کا سبب یہ ہے کہ میں ان کو اپنا امام مفترض الطاعۃ جانتا ہوں اور تجھ کو بھی لازم ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھے۔ ہشام نے کہا آپ اپنے متعلقین کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں پس حضرت روانہ ہوئے اور ہشام نے اس وقت حضرت سے کہا کہ مجھ سے کہ مادام الحیات یہ حدیث کسی سے نہ کہوں گا۔ اس حدیث کو راوی نے بسط و طول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

کتابِ مذکور میں ساکنانِ بیت المقدس میں سے ایک شخص سے مروی ہے وہ کہتا ہے ہم سب لوگ بیت المقدس اور اس کے اطراف میں شبِ شہادت امام حسین علیہ السلام کو پہچان گئے لوگوں نے پوچھا کس طرح سے اُس نے کہا کہ اُس شب جس جگہ سے پتھر اٹھایا یا ڈھیلا اٹھایا اس کے نیچے خون جوش مارتا تھا اور تمام دیواریں سرخ ہو گئی تھیں اور تین روز برابر آسمان سے خون برستا رہا اور شب کو یہ منادی سنی کہ کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا تھا۔ ؎

اَتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا — شِفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ
مَعَاذَ اللّٰہِ لَا نِلْتُمْ یَقِیْنًا — شِفَاعَۃَ اَحْمَدَ وَ اَبِیْ تُرَابِ
قَتَلْتُمْ خَیْرَ مَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا — وَخَیْرَ الشَّیْبِ طُرًّا وَالشَّبَابِ

ترجمہ: "کیا وہ امت جس نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اُن کے جد کی شفاعت کی امیدوار ہو سکتی ہے؛ خدا کی پناہ! تمہارا جرم اتنا سنگین ہے کہ تم کو حضرت رسالتمآبؐ اور ابوترابؑ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی؛ کیونکہ تم نے اس کو قتل کیا ہے جو ہر اُس شخص سے جو سواری پر سوار ہو اور ہر بوڑھے اور جوان سے بہتر تھا۔" اُس کے بعد راوی کہتا ہے کہ تین روز سورج کو گہن رہا اور ستارے دن کو نکلتے تھے، تھوڑے عرصے کے بعد خبرِ قتلِ شہیدِ کربلا ہم کو پہنچی اور ہم کو معلوم ہوا کہ یہ حوادث اسی روز واقع ہوئے تھے۔

کتابِ مذکور میں زہری سے منقول ہے کہ اُس نے کہا کہ جب امام حسین علیہ السّلام قتل ہوئے کوئی سنگریزہ بیت المقدس میں ایسا نہ تھا کہ اس کے نیچے خونِ تازہ نہ پایا گیا ہو، اور عمرِ سعد سے بھی اسی طرح نقل ہے۔

کتابِ مذکور میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ انس و جن و وحوش و طیور امام حسین بن علی علیہما السّلام پر زار زار روئے اور محمّد بن حسین سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

کتابِ مذکور میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میرے ماں باپ فدا ہوں حسینؑ پر یہ جانبِ پشتِ کوفہ شہید ہوگا بخدا میں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے جانورانِ وحشی اسکی قبر کی طرف اپنی گردنیں اٹھائے اس پر گریہ و نوحہ کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روتے ہیں۔ جب یہ امرِ عظیم واقع ہوگا تم کو لازم ہے (کہ ترکِ زیارت کرکے) اس پر ظلم نہ کرنا۔

کتابِ مذکور میں حسین بن ثویر اور ابن ظبیان و ابی سلمہ سراج سے مروی ہے یہ سب کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سُنا فرماتے تھے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے اور جو کچھ ان کے درمیان اور جو اُن کے اوپر ہے اور جو مخلوقات بہشت میں ہے اور جو مخلوقات دوزخ میں ہے اور جو چیز دیکھنے میں نہیں آتی ہے یہ سب حضرت پر روئے اور محمد بن حسین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

کتابِ مذکور میں یونس و ابی سلمہ سراج و مفضل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے ہم نے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تمام مخلوقاتِ خدا اُن حضرات پر روئی مگر تین چیزیں نہیں روئیں میں نے پوچھا وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا بصرہ، دمشق اور آلِ عثمان۔

کتابِ مذکور میں حسین بن نور سے منقول ہے کہ اس نے کہا میں اور ظبیان اور مفضل اور ابو سراج چراغِ شبستانِ حقائق امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، اس وقت یونس بول رہے تھے، وہ سِن میں ہم سے زیادہ تھے پھر راوی ایک طولانی حدیث ذکر کرکے کہتا ہے کہ بعدہٗ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وہی ارشاد فرمایا جس کا ذکر سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

کتابِ مذکور میں زرارہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے زرارہ آسمان چالیس دن حسینؑ پر خون رویا اور زمین چالیس دن سیاہ اشکوں

سے روئی اور آفتاب اس طرح رویا کہ اس کو چالیس دن گہن رہا اور اس کی رنگت سرخ ہوگئی، اور پہاڑ ریزہ ریزہ و پراگندہ ہوگئے اور دریا جوش میں آئے اور فرشتے چالیس دن اُس جناب پر روئے اور ہماری عورتوں میں سے کسی نے اس وقت تک سر میں خضاب نہ کیا اور تیل نہ ڈالا اور کنگھی نہ کی اور سرمہ نہ لگایا جب تک عبید اللہ بن زیاد کا سر نہ آیا اور اُس کے بعد بھی ہم اُن حضرت پر گریہ و بکا کرتے رہے اور ہمارے جد امام زین العابدین علیہ السّلام جب اُس جناب کو یاد کرتے تھے اس قدر روتے تھے کہ آپ کے محاسن شریف اشک سے تر ہوجاتے تھے اور جو شخص دیکھتا تھا اُسے رحم آتا تھا اور اُن کے رونے سے روتا تھا اور جو فرشتے ضریحِ امام حسین علیہ السّلام کے قریب ہیں اُس جناب پر روتے ہیں اور اُن کے رونے سے اور فرشتے جو آسمان اور درمیان آسمان و زمین کے ہیں وہ بھی روتے ہیں اور جب روحِ پاک امام حسین علیہ السّلام کے بدنِ مطہر سے جدا ہوئی تو جہنم نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا شق ہوجائے اور جس وقت کہ روحِ نجس عبید اللہ بن زیاد اور یزید بن معاویہ کی نکلی تھی جہنم نے ایسا نعرہ مارا تھا کہ اگر اس کے خازن بحکمِ خدا اس کو نہ روکتے یقیناً ساکنانِ زمین کو جلا دیتی اور اگر اجازت ملتی سب کو نگل جاتی لیکن دوزخ تحتِ حکمِ الٰہی ہے اور اُس کے دروازے بند ہیں اور دوزخ نے اپنے خازنوں کی نافرمانی بارہا کی مگر اُن کو اس کے روکنے کی طاقت نہ رہی تا اینکہ جبرئیلِ امینؑ کے اپنے بازو سے اُس کا شعلہ روکا اُس وقت وہ ساکن ہوئی اور دوزخ امام حسینؑ پر گریہ و نوحہ کرتی تھی اور ان کے قاتلوں پر جوش و خروش کا مظاہرہ کرتی تھی، اگر حجت ہائے الٰہی روئے زمین پر نہ ہوں زمین اپنے ساکنوں کو ہلاک کرنے میں کافی ہے اور زلزلے زیادہ نہیں ہوں گے مگر جب قیامت نزدیک پہنچے گی، اور کوئی آنکھ و اشک پیشِ خدا اُس آنکھ سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ جو امام حسینؑ پر روئے اور اشک جاری کرے اور جو شخص حضرت کے لئے روتا ہے حضرت فاطمہ زہراؑ کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور اُن کی مدد کرتا ہے اور پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پر احسان کرتا ہے اور ہمارا حق ادا کرتا ہے اور روزِ قیامت سب کی آنکھیں گریاں ہوں گی لیکن جو لوگ کہ میرے جد کی مصیبت پر روئے ہیں ان کی آنکھیں خنک اور چہرے شگفتہ اور بشاش ہونگے اور جس وقت کہ لوگ خوف و خطر اور ہولِ روزِ محشر میں مبتلا ہوں گے امام حسین پر رونے والے حق تعالیٰ کی پناہ میں ہوں گے جب خلق حساب کے واسطے حاضر کی جائے گی اس وقت امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عرش کے نیچے اور سایۂ رب العالمین میں داخل ہوں گے

اور ان کو حساب کی کچھ پروا نہ ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ اور یہ قبول نہ کریں گے اور مجلسِ سید الشہداء علیہ السّلام کو بہشت پر ترجیح دیں گے اور بہشت کی حوریں ان کو پیام بھیجیں گی اور ولدان مخلدین اشتیاق و انتظار ظاہر کریں گے مگر یہ لوگ بہ سبب اس بزرگی اور خوشی کے جو اس مجلس میں پائیں گے حور و غلمان کی طرف رُخ نہ کریں گے اور ان کے دشمنوں کی پیشانی پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچا جائے گا۔ وہ لوگ کہیں گے کہ کوئی ہمارا شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی ہمارا دوست ہے جو اس وقت مصیبت میں کام آئے اور وہ مراتب و درجات ان لوگوں کے دیکھیں گے مگر نزدیک نہیں پہنچ سکیں گے اور فرشتے ان کی ازواجِ مطہرہ کا پیامِ شوق اور خازنانِ بہشت کا کلامِ ذوق لا دیں گے اور جو نعمتیں بہشتِ عنبر سرشت میں ان کے لئے مقرر ہیں ان کا ان کے روبرو ذکر یں گے مگر وہ جواب دیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہشت میں آئیں۔ پس فرشتے یہ جواب وہاں پہنچا دیں گے اور حورانِ جناں ان کے درجات کا حال سن کر اور اُس مجلس و قرب و منزلتِ امام حسینؑ معلوم کر کے زیادہ مشتاق ہوں گی اور وہ شکرِ خداوندِ عالمیان ادا کریں گے اور کہیں گے کہ شکر ہے خدا کا کہ ہم کو اُس نے روز کے مصائب و شدائد سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے کہ ہم ڈرتے تھے نجات دی، پھر ان کے لئے سواریاں حاضر کی جائیں گی، پس وہ سوار ہوں گے اور شکرِ الٰہی اور دُرود رسالت پناہی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بجا لاتے ہوئے بہشتِ بریں میں اپنے درجات و منازل میں پہنچیں گے۔

کتابِ مذکور میں ابوبصیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السّلام میں حاضر تھا کہ حضرت کا ایک صاحبزادہ آپ کے پاس آیا حضرت نے اس کو مرحبا کہہ کر سینہ سے لگایا اور پیار کیا اور فرمایا خدا اُن لوگوں کو حقیر و ذلیل کرے جنھوں نے تم کو ذلیل و حقیر کیا اور خدا انتقام لے اُن لوگوں سے جنھوں نے تمھارے ساتھ عداوت و کینہ رکھا اور خدا چھوڑ دے ان لوگوں کو جنھوں نے تم کو چھوڑ دیا، اور لعنت کرے ان پر جنھوں نے تم کو شہید کیا، اور خدا یار و مددگار اور نگہبان ہے۔ کس قدر رونا عورتوں کا اور انبیاء اور مومنین اور شہداء اور ملائکہ آسمان کا تمہارے اوپر ہوتا رہا ہے۔ اے ابوبصیر! میں جب ذرّیتِ حسینؑ کو دیکھتا ہوں میرا حال اس قدر متغیر ہوتا ہے کہ میں بسبب اس جور و ستم کے جو انکے پدرِ عالی مقدار پر کئے گئے ان کو یاد کر کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اے ابوبصیر! جب فاطمہؑ حسینؑ پر روتی ہیں اور نالہ و فریاد کرتی ہیں تو جہنم سے آوازِ خروش بلند ہوتی ہے اور جب خازنانِ

دوزخ آواز اس مخدومۂ عالم کی سنتے ہیں جہنّم کو روکتے ہیں کہ مبادا شعلہ زن ہو اور اس کا دھواں باہر نکلے اور تمام اہلِ زمین کی آنکھیں جلا دے جب تک سیّدۂ عالم، عالمِ گریہ و بکا میں رہتی ہیں تو فرشتے محافظت دوزخ کرتے رہتے ہیں اور شعلہ ہائے جہنّم کو پھیرتے رہتے ہیں اور دروازوں کو بند کر دیتے ہیں تاکہ ساکنانِ زمین محفوظ رہیں اور دوزخ ساکن نہیں ہوتی جب تک کہ وہ سیّدۂ عالم چپ نہ ہو جائیں اور قریب ہوتا ہے کہ تمام سمندر جوش ماریں اور متلاطم ہو کر ایک دوسرے سے مل جائیں لیکن ہر قطرۂ دریا پر ایک فرشتہ مؤکل ہے جب یہ فرشتے اس مخدومۂ جہاں کی آواز سنتے ہیں، دریاؤں کو روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اور بازوؤں سے اُن کا جوش تھامے رہتے تاکہ اہلِ زمین غرق نہ ہو جائیں اور تمام ملائکہ ہمیشہ ترساں اور ہراساں اور ان مخدومہ کے رونے سے گریاں و نالاں رہے ہیں اور تضرع و زاری درگاہِ باری میں کرتے ہیں اور بخوفِ عذاب اہلِ زمین تسبیح و تقدیس کی آوازیں بلند کرتے ہیں، اور اگر ان میں سے ایک کی آواز ساکنانِ زمین کو پہنچے تو وہ بے ہوش ہو جائیں اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں اور زمین کو زلزلہ آ جائے۔ میں نے عرض کیا مولا! میں آپ پر فدا ہوں، یہ امرِ عظیم ہے، فرمایا جو میں نے ذکر نہیں کیا اس سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ پس فرمایا اے ابوبصیر کیا تو نہیں چاہتا ان لوگوں سے ہو جو گریہ و زاری میں فاطمہؑ کی مدد کرتے ہیں، پس یہ کلمہ سن کر میں رونے لگا اور اس قدر رویا کہ بات نہ کر سکتا تھا۔ بعد ازاں حضرت نماز کے لئے گئے اور دعا میں مشغول ہوئے، میں حضرت کو اس حال میں چھوڑ کر جدا ہوا اور کھانا نہ کھا سکا رات کو مجھے نیند بھی نہ آئی دوسرے دن ترساں و ہراساں حضرت کی خدمت میں گیا جب میں نے دیکھا کہ وہ جناب ساکن ہیں تو میں بھی ساکن ہوا اور شکرِ جنابِ باری کیا کہ اس بارے کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

کتابِ مذکور میں ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ایک روز امیرالمومنین علیہ السّلام برآمد ہوئے اور مسجد میں اصحاب اطیاب کے جھرمٹ میں آ کر بیٹھے اس وقت امام حسینؑ اپنے پدرِ بزرگوار کے روبرو کھڑے ہوئے، حضرت نے اپنے دستِ شفقت ان کے سرِ مبارک پر رکھ کر فرمایا اے میرے فرزند حق تعالیٰ نے ایک جماعت کا ذکر قرآنِ مجید میں اس عبارت سے بیان فرمایا کہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ[۴۴] کہ آسمان و زمین ان پر نہ روئیں گے اور ان کو مہلت نہ ملے گی بخدا کہ تجھے قتل کریں گے۔ اور آسمان و زمین تیرے اوپر روئیں گے، اور ابنِ ابی خطاب سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

غمِ حسینؑ میں فاطمہ زہراؑ کی گریہ و زاری

۴۴ سورۂ الدخان آیت ۲۹

کتابِ مذکور میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے تھے کہ
سمان و زمین امام حسین علیہ السّلام کے شہید ہونے سے روئے اور سُرخ ہوگئے اور کبھی آسمان و
زمین کسی شخص کے لئے نہیں روئے ہیں مگر یحییٰ بن زکریا اور حسینؑ شہید کربلا کے لئے۔

کتابِ مذکور میں علی بن مسہر قرشی سے نقل ہے وہ کہتا ہے میری دادی امام حسین علیہ السّلام
ی شہادت کے وقت وہاں موجود تھیں وہ بیان کرتی تھیں کہ حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک سال
و مہینے آسمان خون کے مانند سُرخ رہا۔ اس طرح سے کہ آسمان دکھائی نہ دیتا تھا۔

کتابِ مذکور میں عبدالخالق بن عبدربہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے امام جعفر صادق
علیہ السّلام سے میں نے سنا کہ وہ فرماتے تھے لَمْ نَجْعَلْ لَهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا نہ حسینؑ ابن علیؑ کا کوئی
سمی و ہمنام پیشتر ہوا تھا، یہ یحییٰؑ بن زکریاؑ کا کوئی ہمنام تھا اور آسمان کسی پر نہیں رویا صرف
ان دو شخصوں پر چالیس دن روتا رہا۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا آسمان کا رونا کیا ہے؟ فرمایا
آسمان بوقتِ طلوع و غروب سُرخ ہوتا تھا[۲]

کتابِ مذکور میں مروی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خاک سُرخ
برسی۔

کتابِ مذکور میں علی بن الحسینؑ سے منقول ہے کہ آسمان جب سے خلق ہوا نہیں رویا مگر
یحییٰ بن زکریا اور حسینؑ ابن علیؑ پر، راوی نے پوچھا آسمان کا رونا کیا ہے، فرمایا جب کوئی کپڑا
زیرِ آسمان رکھ دیتے تھے لہو کے دھبے اُس پر پڑ جاتے تھے۔

کتابِ مذکور میں حنان سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام
سے عرض کیا کہ زیارت امام حسین علیہ السّلام کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کیونکہ میں نے بعض
لوگوں سے سُنا ہے کہ حضرت کی زیارت ایک حج اور ایک عمرہ کے برابر ہے۔ حضرت نے فرمایا تعجب
نہ کر جس نے یہ کہا ہے درست نہیں کہا لیکن حضرت کی زیارت کیا کر اور اُس جناب پر جفا نہ کر کہ وہ
سردار جوانانِ بہشت اور سردار جوانانِ شہداء اور شبیہ یحییٰؑ بن ذکریا ہیں اور ان دونوں بزرگوں

[۱] اس مضمون کی متعدد روایات بحار میں متفرق طرق و اسناد سے مروی ہیں۔ مکرّر ہونے کی وجہ سے ان کو حذف کیا گیا ہے۔ جزائری

[۲] مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام سے قبل شاید آسمان کے کنارے طلوع و غروب کے وقت اس قدر سُرخ نہیں ہوتے تھے جتنا کہ اس وقت کے بعد سے ہونے لگے۔ جزائری

پر آسمان و زمین روئے۔ اور روایت عبدالصمد بن محمدؒ و ابن بزیع میں بھی اسی طرح منقول ہے۔
مُصنّف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت نے جو یہ فرمایا کہ یہ بات اس شخص نے غلط
کہی ہے ازراہِ تقیّہ کے فرمایا۔[۱]

کتابِ مذکور میں حسین بن زیاد نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے
فرمایا کہ قاتل یحییٰ بن زکریا ولدالزنا تھا اور قاتلِ حسینؑ بھی ولدالزنا تھا، اور آسمان کسی پر نہ رویا
تھا مگر یحییٰ اور حسینؑ پر، میں نے عرض کی آسمان کس طرح رویا، فرمایا آفتاب سُرخی پر طلوع کرتا
تھا اور سرخی میں غروب کرتا تھا۔

کتابِ مذکور میں داؤد رقی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی
دولت سرا میں بیٹھا تھا ایک کبوتر راعبی حضرت کے مکان میں بول رہا تھا اور میں دیکھ رہا تھا
حضرت دیر تک میری طرف نظر کرتے رہے اس کے بعد فرمایا تو جانتا ہے یہ جانور
کیا کہتا ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں بخدا کچھ نہیں جانتا فرمایا قاتلانِ حسینؑ پر نفرین
کرتا ہے، پھر فرمایا اس جانور کو پالا کرو۔ اور جاموراتی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

کتابِ مناقب میں نضرہ ازدیہ سے مروی ہے وہ کہتی ہے کہ وقتِ شہادت امام حسین علیہ السّلام
آسمان سے اتنا خون برسا کہ کپڑے رنگین ہو گئے اور ہمارے برتن خون سے لبریز ہو گئے اور قرظہ
بن عبداللہ کہتا ہے کہ ایک روز دوپہر کو بارش ہوئی جس سے سفید کپڑا سرخ ہو گیا۔ میں نے
دیکھا وہ خون تھا جب اونٹ پانی پینے کے لئے صحرا کو گئے پانی سب خون ہو گیا تھا معلوم ہوا
کہ وہ روزِ شہادت حسین علیہ السلام تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آسمان حسینؑ پر
چالیس دن خون رویا۔ اور زرارہ نے بھی ان حضرت نے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے آسمان یحییٰؑ بن
ذکریا اور حسینؑ ابن علیؑ پر چالیس روز رویا اور سوا ان کے کسی پر نہیں رویا۔ میں نے کہا آسمان کا

[۱] علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اگرچہ اس روایت کو تقیۃ پر محمول فرمایا ہے مگر میرے نزدیک اس کے دو معنی اور ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ زیارت امام حسین علیہ السلام حج و عمرہ واجب کے برابر نہیں ہے (یعنی اس کی مُسقط نہیں ہے) اگرچہ ثواب میں اس سے زیادہ ہے جس طرح جواب سلام واجب ہے مگر ابتداء سلام (جو مستحب ہے) اس کا ثواب ۹۹ درجہ زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت کی زیارت کا ثواب صرف ایک حج و عمرہ کے برابر نہیں ہے بلکہ وہ ستر حجوں اور عمروں کے برابر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بجا لائے گئے ہوں جیسا کہ فریقین شیعہ سنی کی کتابوں سے ثابت ہے، لہٰذا امام کی نفی (یعنی ایک حج و عمرہ کے برابر نہیں ہے) درست ہے۔
جزائری

رونا کیا ہے؟ فرمایا آفتاب برنگِ سُرخ طلوع و غروب کرتا تھا اور اُمِّ سلیم سے روایت ہے، کہ جب حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے اتنا خون برسا کہ دیواریں اور گھر سُرخ ہو گئے، اور کتاب الاھانتہ میں ایک روایت ایسی مذکور ہے اور تفسیر قشیری میں سدی سے منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے آسمان نے ان حضرت پر گریہ کیا اور اس کے رونے کی علامت یہ تھی کہ اس کے کنارے سُرخ ہو گئے تھے۔ محمد ابن سیرین نے کہا ہے ہم کو خبر پہنچی ہے کہ آسمان پر شفق بیش از شہادت امام حسین علیہ السّلام ظاہر نہ ہوتی تھی، اور تاریخ نسوی میں محمد سے مروی ہے انھوں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ سرخی افق کی کس سبب سے ہے۔ پھر خود ہی کہا کہ روزِ شہادت امام حسینؑ ظاہر ہوئی ہے اور صاحبِ مناقب نے ابوعیسیٰ ترمذی سے اسی طرح روایت کی ہے۔ اور مناقب میں اسود بن قیس نے روایت کی ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے ایک سُرخی جانبِ مشرق سے اور ایک جانب مغرب سے ظاہر ہوئی اور بیچ آسمان میں دونوں مل گئیں۔ چھ مہینے یہی حال رہا اور تاریخ نسوی میں ابوقبیل سے مروی ہے کہ جب حسین علیہ السّلام شہید ہوئے سورج کو گہن لگا حتی کہ ستارے دن کو بوقتِ دوپہر ظاہر ہو گئے اور ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ قیامت برپا ہو گئی اور ابنِ لہیعہ نے ابن قبیل سے اسی طرح روایت ہے۔ علی بن مسہر نے اپنی جدّہ سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام میں سیانی لڑکی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ حسینؑ کی شہادت کے وقت آسمان کئی دن ہمرنگ خون رہا۔ اور نضرہ ازدیہ سے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خون برسا اور صبح کو تمام چیزیں خون سے بھری پائیں، اور اُمِّ حبّان سے مروی ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ تین دن تاریکی رہی اور جو شخص آپ کی زعفران مُنہ پر لگاتا تھا جل جاتا تھا اور جو پتھر بیت المقدس اٹھاتے تھے اس کے نیچے خون تازہ پاتے تھے۔

مناقب میں حرز خامس صحیح مسلم سے اس آیت کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ہ جب حسینؑ شہید ہوئے آسمان رویا اور اُس کا رونا اس کا سرخ ہونا ہے۔ اور ثعلبی میں اپنی تفسیر میں اس آیت کی روایت کی ہے کہ شفق کی سرخی قبلِ قتلِ امام حسین علیہ السلام نہ تھی۔ ایضاً ثعلبی نے اس حدیث مرفوع ذکر کی ہے کہ ایّام قتلِ حسینؑ خون برسا۔

شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرّحمہ نے امالی میں عمّار بن ابی عمارہ سے نقل کیا ہے کہ روزِ قتلِ

حسینؑ خونِ تازہ آسمان سے برسا۔ ایضاً۔ امالی ابن بابویہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حسینؑ کو صحرائے کربلا میں زخمی و مجروح کیا گیا اور وہ ستمگر سر کاٹنے کے لئے حضرت کے قریب گئے، تو ایک منادی نے جنابِ احدیت کی طرف سے عرش پر سے اہلِ زمین کو ندا کی اے اُمتِ سیہ کار اپنے پیغمبر کے بعد تم نے ان کے اہلبیتؑ پر ظلم و ستم کئے حق تعالیٰ تم کو توفیق عید قربان و عیدِ رمضان کی نہ دے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بخدا توفیق نہیں پاتے اور ہمیشہ توفیق نہ پائیں گے جبتک کہ قائمِ آلِ محمدؐ ظاہر نہ ہو۔ کتابِ علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ ان کے توفیق نہ پانا، یا بسببِ اشتباہ ہلال کے ہے کہ اکثر اوقات ان مہینوں میں چاند مشتبہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر علماء یہی معنی سمجھے ہیں یا اس راہ سے ہے کہ امامِ حق ظاہر نہیں اس لئے نمازِ عید کامل نہیں ہوتی یا اشتراط امامؑ کے قول کی بناء پر منعقد نہیں ہوتی، یا یہ معنی کئے جائیں کہ یہ حکم اہلِ خلاف کے واسطے مخصوص ہے کہ وہ توفیقِ عیدین نہ پائیں گے۔ مؤلفِ بحار علیہ الرحمہ نے آخری معنی کو اختیار کیا ہے۔

کتابِ مذکور میں محمد بن اسماعیل رازی نے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اہلِ باطل کے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ان کو توفیق روزہ کی نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا ان کے حق میں فرشتوں کی بد دعا قبول ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی وہ کس طرح میں آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا کہ جب حسین بن علی علیہما السّلام کو شہید کیا تو ایک فرشتہ نے ندا کی کہ اے امتِ جفا کار قاتلِ عترتِ احمدِ مختارؐ حق تعالیٰ تم کو روزہ اور فطرہ کی توفیق نہ دے۔ ایک اور حدیث میں بجائے صوم و فطر فطر و اضحیٰ مذکور ہے۔

ایضاً کتابِ امالی ابن بابویہ میں مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کی ہے اُن حضرت نے اپنے جدِّ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام ایک روز اپنے بھائی حسن علیہ السّلام کے پاس گئے اور ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ امام حسنؑ نے پوچھا یا اباعبداللہ کیوں روتے ہو؟ امام حسینؑ نے کہا اُس ظلم کو یاد کر کے روتا ہوں جو آپ پر ہوگا۔ امام حسنؑ نے کہا ظلم جو مجھ پر ہوگا وہ اسی قدر ہے کہ مجھ کو زہر دیں گے اور اسی سے میں وفات پاؤں گا لیکن کوئی مصیبت تمھاری شہادت کے برابر نہیں ہے۔ یا اباعبداللہ! تیس ہزار نامرد جو اپنے کو ہمارے جد کی امت جانتے ہوں گے اور وہ دینِ اسلام کے مدعی ہوں گے۔ تمھارا خون بہانے اور اہلِ حرم

کی ہتکِ حرمت کرنے اور ان کا مال واسباب لوٹنے کے لئے کمربستہ ہوں گے اُس وقت بنی اُمیّہ لعنتِ ابدی میں گرفتار ہوں گے اور تمھارے لئے آسمان خون اور راکھ برسا کر روئے گا اور تمام چیزیں حتیٰ کہ چرند جنگل میں، مچھلیاں دریا میں تم پر گریہ کریں گی۔

کتاب کامل الزیارات میں عروۃ بن زبیر سے روایت ہے کہ جن ایّام میں عثمان بن عفّان نے ابوذر غفّاری علیہ الرحمہ کو مدینہ سے ربذہ بھیجا لوگوں نے ان بزرگوار کو تسلّی دینے کے لئے کہا کہ اے ابوذرؓ! تم کو بشارت ہو کیونکہ راہِ خدا میں آپ پر جو مصیبت بھی نازل ہو تھوڑی ہے۔ یہ سُنکر جناب ابوذرؓ نے جواب دیا ہاں! یہ کچھ نہیں ہے لیکن تمھارا کیا حال ہوگا جب حسینؑ بن علیؑ قتل کئے جائیں گے یا ذبح کئے جائیں گے۔ قسم خدا کی کوئی حادثہ بعد از شہادت سردارِ اوصیا اس سے زیادہ عظیم نہ ہوگا اور حق تعالیٰ اپنے غضب کی شمشیر اس امّت پر اس طرح کھینچے گا کہ پھر کبھی اسے نیام میں نہ کرے گا اور ایک عوض لینے والا اُس کی اولاد میں پیدا کرے گا وہ لوگوں سے بدلہ لے گا۔ پھر ابوذرؓ نے فرمایا: ایّہا النّاس اگر تم کو اس انقلابِ عظیم کی اطلاع ہو جو وقتِ شہادتِ حسینؑ زمین و آسمان، دریاؤں اور پہاڑوں میں ظاہر ہوگا تو تم اتنا گریہ کرو کہ تمھاری جانیں نکل جائیں، جس آسمان سے روحِ مطہر امام حسینؑ گذرے گی ستّر ہزار فرشتے دہشت سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور شدّتِ خوف سے ان کے بدن قیامت تک کانپتے رہیں گے اور جو ابر ہوا میں اُڑتا ہے اور رعد و برق رکھتا ہے وہ حسینؑ کے قاتل پر لعنت کرتا ہے اور ہر روز روحِ پاک حسینؑ کی اپنے جد کے پاس جائے گی اور دونوں آپس میں ملاقات کریں گے۔

باب ۴

ملائکہ کا حسین علیہ السّلام کی مدد کو آنا اور آپ کی شہادت پر گریہ و زاری کرنا اور تمام انبیاء اور فاطمہ زہرؑا کا نوحہ و ماتم

شیخ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ چار ہزار فرشتے امام حسین علیہ السّلام کی مدد کے لئے آسمان سے نازل ہوئے لیکن حضرت نے اُن کو لڑنے کی اجازت نہ دی وہ واپس چلے گئے، پھر اُس وقت نازل ہوئے جب حضرت شہید ہو چکے تھے اس وقت سے تا بہ قیامت وہ حسینؑ پر ژولیدہ مُو خاک بسر گریہ و بکا کرتے رہیں گے اُن کا سردار ایک فرشتہ ہے جس کو منصور کہتے ہیں۔ ایضًا کتاب کامل الزیارات میں بسندِ دیگر ابی الخطاب سے اسی طرح روایت ہے۔

امالی شیخ طوسیؒ میں محمّد بن حمران سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب امام حسین علیہ السّلام پر وہ حادثۂ عظیم واقع ہوا فرشتوں نے جنابِ باری میں تضرع و زاری کی کہ پروردگارا! ان اہلِ جفا نے تیرے برگزیدہ اور تیرے پیغمبرؐ کے فرزند حسینؑ پر یہ ظلم و ستم کیا۔ اُس وقت جنابِ احدیت نے نشانِ ظفر نشان حضرت صاحب الزمانؑ کے فرشتوں کو دکھلائے اور فرمایا میں اس شخص کے ہاتھوں سے خونِ حسینؑ کا انتقام لوں گا۔

کتاب علل الشرائع میں ثمالی سے روایت ہے اُس نے کہا میں نے امام محمّد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی یا ابن رسول اللہؐ! آیا آپ امام برحق نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کی پس امامِ دوازدہم کو کس واسطے قائم کہتے ہیں اور کسی امام کو قائم نہیں کہتے ہیں۔ فرمایا جب میرے جد حسینؑ شہید ہوئے فرشتوں نے جنابِ احدیت میں رو رو کر عرض کی کہ اے معبود! تو ایسے شقی سے تغافل فرماتا ہے جس نے بہترین مخلوقات کو مارا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے ان کو وحی کی کہ ساکن رہو، قسم ہے اپنی عزت و بزرگی کی میں ان سے انتقام لوں گا ہر چند بعد مدّت عمل میں آئے گا، بعدہٗ جنابِ احدیت نے نسلِ حسینؑ سے نو اماموں کی صورتیں فرشتوں کو دکھلائیں اور تمام ملائکہ ان کے جمالِ باکمال کے مشاہدہ سے مسرور و محظوظ ہوئے۔ ان صورتوں میں سے ایک کو ملائکہ نے دیکھا کہ

حالتِ نماز میں قائم ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو قائم ہے اس کے ہاتھوں سے میں حسینؑ کے خون کا بدلہ لونگا۔

کتاب کامل الزیارت میں روایت ہے کہ جو فرشتہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اور اُس نے حضرت کو شہادتِ امام حسین علیہ السّلام کی خبر دی تھی وہ فرشتہ دریاؤں کا تھا اور یہ اس طرح سے ہوا تھا کہ ایک فرشتہ فرشتگانِ جنّت سے اُترا اپنے بازو کھول کر ایک نعرہ مارا کہ اے ساکنانِ دریا لباسِ غم پہنو! کیونکہ جگر گوشۂ رسولؐ ذبح کیا جائے گا۔ پھر وہ اس مقامِ مقدس کی خاکِ پاک اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔ پس کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جس نے اُس مٹی کو نہ سونگھا ہو اور ہر فرشتہ کے پاس اُس خاک کا نشان باقی رہا اور ہر ایک نے قاتلانِ امامؑ پر اور ان کے تابعین پر لعنت کی۔

کتابِ مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم لوگ امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کو نہیں جاتے، چار ہزار فرشتے تا روزِ قیامت ان کی ضریحِ مقدس کے قریب گریاں بیٹھے ہیں۔

کتابِ مذکور میں بسندِ دیگر ان حضرت سے اسی طرح روایت ہے۔ ایضاً کتاب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے، فرمایا کہ چار ہزار فرشتے گرد و خاک آلود اور ژولیدہ مُو تا روزِ قیامت حسینؑ کی مصیبت میں روتے رہیں گے۔

کتابِ مذکور میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے لئے خدا کیطرف سے مؤکل ہیں جو حضرت کے یومِ شہادت سے جب تک خدا چاہے حضرت پر دُرود و سلام بھیجتے رہیں گے اور خاک آلودہ اور ژولیدہ مُو رہیں گے۔ ایضاً کتابِ محاسن میں ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ چار ہزار فرشتے غبار آلودہ ژولیدہ مُو امام حسین علیہ السّلام کی قبر پر تا قیامت گریہ کرتے رہیں گے اور جو شخص حضرت کی زیارت کو آتا ہے اُس کا استقبال کرتے ہیں اور جو زائر بیمار ہو جاتا ہے اس کی عیادت کرتے ہیں اور جو زائر مر جاتا ہے اُس کے جنازہ کی مشایعت کرتے ہیں اور اُس کے واسطے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ایضاً کتابِ مذکور میں عبدالملک بن مقرن نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کی ہے، آپ نے فرمایا جب تم زیارتِ امام حسینؑ

لہ اس مطلب کی بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں جن کے اسناد مختلف مطلب واحد ہے لہٰذا ان کو بجہت تکرار مطلب ترک کیا گیا۔ جزائری

کو جاؤ تو لازم ہے اس وقت خاموش رہو اور بیکار کی باتیں نہ کرو کیونکہ حرمِ حسینؑ میں فرشتہائے پاسبانِ شب و روز ان فرشتوں کے پاس آتے ہیں جو قبرِ حسین علیہ السّلام کے نگہبان ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں مگر فرشتہائے پاسبانِ حرم بسبب شدّتِ گریہ و بکا ان کو جواب نہیں دیتے ہیں پس یہ منتظر رہتے ہیں تا اینکہ زوالِ آفتاب ہوتا ہے یا صبح ہو جاتی ہے اُس وقت وہ بات کرتے ہیں اور آسمان کی خبریں پوچھتے ہیں لیکن ان دُو وقتوں کے درمیان کوئی بات نہیں کرتے اور ایک گھڑی بھی گریہ زاری سے نہیں رکتے نہ آرام کرتے ہیں وہ تم کو دیکھتے رہتے ہیں اور جو کچھ دعائیں پڑھتے ہو سنتے ہیں وہ میں نے عرض کہ وہ فرشتوں سے کیا پوچھتے ہیں! اور کون سے فرشتے پوچھتے ہیں! آیا جو قبرِ منوّر پر مؤکل ہیں وہ پوچھتے ہیں! یا جو نگہبان روز و شب ہیں؟ حضرت نے فرمایا جو فرشتے مؤکل قبرِ شریف ہیں وہ نگہبانوں سے پوچھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے اور یہ ہمیشہ آسمان پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ اسمٰعیل فرشتے سے جو ہوا پر مؤکل ہے ملاقات کرتے ہیں اور بسا اوقات جہاں رسالت آبؐ و فاطمہ زہرا و حسن مجتبیٰ و حسین علیہم السّلام سیّد الشہداء اور جو ائمہ نجبا سے اس دارِ بقا میں تشریف فرما ہیں اُن کی خدمت میں باریاب ہوتے ہیں۔ پس حضراتِ معصومینؑ ان ملائکہ سے بہت سی چیزیں پوچھتے ہیں اور جو لوگ حائرِ حسینی میں حاضر ہیں اُن کا استفسارِ حال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو اپنی دعا کی خوشخبری دو پس یہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم کس طرح بشارت دیں وہ تو ہمارا کلام نہیں سنتے۔ پس حضراتِ معصومین فرماتے ہیں کہ تم ان کے واسطے برکتیں ہدیہ کرو اور ان کے لئے دعا مانگو کہ یہی خوشخبری ہے اور جب یہ مراجعت کرنے لگیں اپنے بازوؤں سے ان کو احاطہ کر دو تاکہ یہ تمہاری آہٹ پائیں اور ہم اپنے محبّوں کو اس کے سپرد کرتے ہیں جس کے پاس کوئی امانت ضائع نہیں ہوتی اور اگر لوگوں کو حسینؑ کی زیارت کا ثواب معلوم ہو جائے تو اُس کے لئے آپس میں قتال کرنے لگیں اور اپنا مال اس راہ میں بیچیں آگاہ ہو کہ جب حضرتِ فاطمہ زہرا ان کی طرف نگاہ کرتی ہیں اور ہزار پیغمبر اور ہزار صدیق اور ہزار شہید اور ہزار فرشتے ان کے ہمراہ روتے ہیں، اور اس عزاداری میں ان کے شریک مددگار ہوتے ہیں اور وہ مخدومہ اس طرح فریاد و فغاں کرتی ہیں کہ تمام فرشتے ان کے ساتھ روتے ہیں اور آپ ساکت نہیں ہوتیں تا اینکہ پیغمبرِ خدا تشریف فرما ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں، اے بیٹی! تو نے تمام اہلِ آسمان کو اتنا رُلایا کہ ملائکہ نے عبادت چھوڑ دی، بس کر تاکہ یہ مشغولِ ذکرِ الٰہی ہوں اور حق تعالیٰ تیرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے اور وہ مخدومہ روضۂ حسینؑ میں تم لوگوں پر نظرِ رحمت کرتی ہیں اور دعائے خیر اُن کے لئے کرتی ہیں پس آنحضرتؑ کی زیارت میں کوتاہی نہ کرنا چاہیئے

کیونکہ اس کے حسنات و درجات بے شمار ہیں۔

ایضاً کتابِ مذکور میں ابو عبیدہ بزار سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہوں آپ حضرات کی بقا کا زمانہ اس دارِ فنا میں بہت کم ہوتا ہے اور وفاتیں آپ کی بہت قریب اور نزدیک ہوتی ہیں حالانکہ احتیاجِ خلائق آپ کی طرف بہت ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم میں سے ہر ایک کے واسطے ایک صحیفہ اور نامہ ہوتا ہے۔ اس میں جس چیز کی احتیاج امام کو مادام الحیات ہوتی ہے لکھی ہوتی ہے اور جن چیزوں کا اس کو حکم ہوتا ہے جب وہ ختم ہو جاتی ہیں، امام جانتا ہے کہ اُس کی عمر تمام ہوئی پس جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے قریب آتے ہیں اور خبرِ وفات اس کی ظاہر کرتے ہیں اور جو درجات و منازل اس کے لئے خدا کے نزدیک ہیں اس کو بتاتے ہیں۔ امام حسین علیہ السّلام نے جب اپنا صحیفہ پڑھا اُس صحیفہ میں جو چیزیں کہ آنے والی تھیں اور جو امر کہ باقی رہنے والے تھے وہ سب مرقوم تھے، اور وہ امر جو باقی رہے تھے یہ تھے کہ فرشتوں نے جنابِ احدیت سے حضرت کی مدد کی اجازت طلب کی چنانچہ یہ باذنِ خدا اس وقت نیچے اترے اور اُس وقت پہنچے جب آپ شہید ہو چکے تھے۔ پس فرشتوں نے دعا کی کہ خداوندا! تو نے ہم کو اترنے کی اور مدد کرنے کی اجازت دی، جب ہم نیچے اُترے تو نے حسینؑ کو اپنے جوارِ رحمت میں ساکن کیا۔ پس حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ تم اس مرقدِ منوّر کے مجاور رہو جب حسینؑ کو دیکھو کہ قبر سے نکلے اس وقت ان کی مدد کرنا اب ان کی مصیبت اور اپنی کم خدمتی پر گریاں و نالاں رہو اور تم اُن کی عزاداری کے لئے مخصوص کئے گئے ہو قربۃً الی اللہ حسرتِ نارسائی سے روتے ہیں اور جب حضرت رجعت کریں گے یہ انصار و مددگار رہوں گے۔ کتابِ کافی میں جریر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ایضاً کتاب کامل الزیارات میں صفوان جمال سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے راہِ مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ یا ابن رسولؐ اللہ! کیا سبب ہے کہ میں ہمیشہ آپ کو غمگین و ملول و شکستہ پاتا ہوں۔ فرمایا کہ جو کچھ میں سنتا ہوں اگر تُو سنتا تو اس امر کے پوچھنے سے باز رہتا۔ میں نے عرض کیا آپ کیا چیز سنتے ہیں! آپ نے فرمایا میرے کان میں ان فرشتوں کے رونے کی آواز آتی ہے جو حسینؑ کی ضریح کے گرد ہیں، وہ قاتلانِ حسینؑ مظلوم پر لعنت کرتے ہیں، میں جنوں کے نوحے سنتا ہوں۔ پس کون شخص ہوگا جو ان حالات کو دیکھے اور کھانا اور سونا اس کو گوارا ہو۔

کامل الزیارات میں اسحٰق بن عمار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ میں شب عرفہ حائر حسین علیہ السلام میں تھا اور نماز پڑھ رہا تھا میں نے اُس جگہ پچاس ہزار کے قریب خوش رو نوجوان دیکھے سب نے رات کو نماز پڑھی صبح کو میں سجدہ میں تھا جب میں نے سر اُٹھایا ان میں سے کسی کو نہ پایا۔ حضرت نے فرمایا جب امام حسین علیہ السّلام صحرائے کربلا میں گرفتارِ اشقیاء تھے اس وقت پچاس ہزار فرشتے حضرت پر گذر کر جانبِ آسمان گئے تھے پس حق تعالیٰ نے اُن سے خطاب کیا کہ تم میرے حبیبؐ کے نواسہ پر بوقتِ شہادت گذرے اور تم نے اس کی مدد نہ کی اب زمین پر جاؤ اور اُس کی قبر پر تار و زِ قیامت ژولیدہ مُو اور غبار آلودہ رہو۔

ایضاً کتابِ مذکور میں ابان بن تغلب سے ماثور ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا چار ہزار فرشتے امام حسین علیہ السّلام کی مدد کے لئے آسمان سے اُترے مگر امام حسینؑ نے ان کو نصرت کرنے کی اجازت نہ دی، وہ واپس چلے گئے جب دوبارہ نیچے اُترے اُس وقت حضرت شہید ہو چکے تھے۔ پس وہ فرشتے غبار آلود بال پریشاں کئے ہوئے نزدیکِ قبرِ امامؑ مجتمع ہیں تا قیامت حضرت پر روتے رہیں گے۔ اُن کا سردار ایک فرشتہ ہے جس کا نام منصور ہے، جو زائر زیارت کے لئے جاتا ہے۔ فرشتے اُس کا استقبال کرتے ہیں جب زائر رخصت ہوتا ہے یہ اُس کی مشایعت کرتے ہیں، اگر بیمار ہوتا ہے اُسکی عیادت کرتے ہیں اور اگر وفات پاتا ہے تو اس کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں اور اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور یہ سب منتظرِ ظہورِ امام صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ ہیں۔

کتابِ مناقب و جامع ترمذی و کتاب سدی و فضائل سمعانی میں اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضرت کا سرِ مبارک گرد و غبار میں اَٹا ہوا تھا، میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی مقتلِ حسینؑ میں حاضر تھا۔

ابنِ فورک نے فصول میں اور ابو یعلی نے مسند میں اور عامری نے ابانہ میں بسندہائے کثیرہ روایت کی ہے کہ ایک روز حسینؑ وقتِ وحی جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت کی پشتِ مبارک پر سوار ہو گئے۔ اس وقت حضرتؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جبرئیلؑ نے پوچھا یا حضرتؐ آپ حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں؟ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے فرزندوں کو نہ چاہوں۔ جبرئیلؑ امین نے عرض کیا آپ کی اُمّت اس کو آپ کے بعد شہید کرے گی اور ہاتھ بڑھا کر ایک سفید

خاک ہاتھ میں لی اور کہا یہ وہ خاک ہے جس پر آپ کا فرزند شہید ہوگا اور اس کا نام طف ہے یعنی کنارِ دریا۔

ایضاً کتاب سالم بن جعد میں اس طرح مذکور ہے کہ وہ فرشتہ میکائیل تھا اور مسند ابی یعلی میں یوں ہے کہ یہ فرشتہ مینہ کا تھا اور احمد بن حنبل نے مسند میں انس سے اور غزالی نے کیمیائے سعادت میں اور ابن بطہ نے کتاب الابانہ میں پندرہ سند سے روایت کی ہے و نیز ابنِ حسین تمیمی نے بھی روایت کی ہے کہ ابنِ عباس کہتے ہیں ایک روز میں سو رہا تھا ناگہاں ایک شور و فغاں اور غلغلہ اُمّ سلمہ کے گھر سے اُٹھا آپ فرماتی تھیں اے دخترانِ عبدالمطلب میری فریاد کو پہنچو اور میرے ساتھ گریہ وزاری کرو کہ تمہارا آقا جو سردارِ جوانانِ بہشت تھا قتل ہوگیا کسی نے پوچھا آپ کو کہاں سے معلوم ہوا۔ جناب اُمّ سلمہ نے فرمایا، میں نے ابھی ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو با مُوئے پریشان و حال تباہ خواب میں دیکھا ہے، میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرا فرزند حسینؑ مع اپنے اہلبیتؑ کے اس وقت شہید ہوا ہے، اور میں اُن سب کو دفن کر کے آرہا ہوں پس میری آنکھ کھل گئی جب میں نے تربتِ حسینؑ کو دیکھا تو وہ خون ہوگئی ہے یہ خاک جبرئیلِ امین کربلا سے لائے تھے اور جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ خون ہوجائے جانیئے کہ آپ کا فرزند شہید ہوا، اور آنحضرت صلعم نے اُس خاک کو میرے پاس رکھوایا تھا کہ اس کو شیشہ میں رکھ چھوڑو جب یہ خاک خون ہوجائے تو جاننا کہ حسینؑ شہید ہوئے پس میں نے اس وقت اس شیشہ کو دیکھا اس میں خونِ تازہ جوش مار رہا ہے۔

، کتاب امالی نیشاپوری میں مذکور ہے کہ زرہ ایک زنِ نوحہ گر تھی اُس نے حضرت سیّدہؑ کو خواب میں دیکھا کہ امام حسین علیہ السّلام کی قبرِ مبارک پر کھڑی روتی ہیں، پھر آپ نے مجھ کو یہ اشعار پڑھنے کا حکم فرمایا ؎

أَيُّهَا الْعَيْنَانِ فِيْضَا وَاسْتَهِلَّا لَا تَغِيْطَا
وَابْكِيَا بِالطَّفِّ مَيْتًا تُرِكَ الصَّدْرُ رَضِيضًا
لَمْ أُمَرِّضْهُ قَتِيْلًا لَا وَلَا كَانَ مَرِيضًا

(ترجمہ) اے میری دونوں آنکھو! سیلِ اشک بہاؤ اور اس میں کمی نہ کرو، کربلا کے اس شہید پر روؤ جس کے سینہ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا گیا میں (عالمِ ظاہر میں) اس کے پاس نہ تھی جو اُس کی تیمارداری کرتی، وہ تو مارا گیا مریض نہ تھا۔

آسمان پر حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی تصاویر

کتاب کافی میں کرام سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے (واقعۂ کربلا سے متاثر ہوکر) قسم کھائی اور اپنے اور خدا کے درمیان عہد کیا کہ تا قیامِ قائمِ آلِ محمدؐ ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی دن کو کھانا نہ کھاؤں گا۔ پس خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السّلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص نے آپکے شیعوں سے عہد کیا ہے دن کو کھانا نہ کھائے جب تک کہ قیامِ امام صاحب العصر نہ ہو۔ فرمایا اے کرام روزہ رکھو لیکن عیدین و ایّامِ تشریق اور سفر اور مرض میں افطار کرو، جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے آسمان و زمین اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے سبنے جنابِ کبریائی میں نالہ و استغاثہ کیا اور کہا کہ خداوندا! ہم کو حکم دے کہ خلق کو ہلاک کردیں کیونکہ انھوں نے تیری حرمت کو ہتک کیا اور تیرے اولیاء کو قتل کیا۔ پروردگارِ عالم نے وحی کی اے فرشتو اور اے طبقہ ہائے آسمان ٹھہرو اور ساکن رہو۔ لعدازاں ایک حجاب کو ان کے اوپر کھولا، انھوں نے پسِ پردہ محمدؐ مصطفٰےؐ اور بارہ وصی ان کے مشاہدہ کئے پس حق تعالیٰ نے قائمِ آلِ محمدؐ کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا کہ اے آسمان و زمین اور اے فرشتو! اس شخص کے ہاتھ سے میں حسینؑ کی نصرت کروں گا۔

کتاب معراج میں اعمش نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور ان حضرت نے اپنے والدِ بزرگوار سے انھوں نے اپنے جدِ امجد سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شب مجھ کو آسمان پر لے گئے جب میں پانچویں آسمان پر پہنچا تو وہاں میں نے صورت علی ابن ابی طالب کو مشاہدہ کیا۔ میں نے جبرئیل امین سے پوچھا یہ کیسی صورت ہے۔ جبرئیل نے کہا فرشتے زیارتِ علیؑ کے مشتاق ہوئے تھے، انھوں نے درگاہِ علی اعلیٰ میں عرض کی کہ بارالٰہا! بنی آدم علیؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور ہم محروم رہتے ہیں ہمیں بھی امام ہمام کی زیارت سے شادکام رکھ۔ جناب احدیت نے ان کی آرزو کے مطابق اپنے نور سے صورتِ علی علیہ السّلام پیدا کی، پس روز و شب گویا علیؑ ان کے روبرو ہیں اور فرشتے صبح شام ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اعمش کہتا ہے کہ جب ابنِ ملجم ملعون نے حضرت کے سرِ اقدس پر ضربت لگائی ویسی ہی ضربت صورتِ آسمانی میں بھی ظاہر ہوئی۔ پس فرشتگانِ سمٰوات شام و سحر اس صورتِ نور پر نظر کر کے قاتل ستمگر پر لعنت کرتے ہیں اور جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے فرشتوں نے نالہ و فغاں کیا اور آپ کی صورتِ مثالی کو پانچویں آسمان پر لے گئے اور اُس کو حضرت علی علیہ السّلام کی شبیہ کے سامنے لاکر رکھا جس وقت کہ فرشتے اوپر سے نیچے آتے ہیں اور آسمانِ پنجم پر زیارتِ علی و حسین علیہما السّلام کے لئے اُترتے

ہیں۔ یزید و ابنِ زیاد اور قاتلانِ حضرت پر تا دمِ قیامت لعنت کرتے رہیں گے۔
راوی کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ حدیث اسرارِ مکنونہ اور علومِ مخزونہ سے ہے، جو شخص اس کے سننے کا اہل نہ ہو اس سے چھپانا چاہیئے۔

باب ۵

جنابِ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہ کے خواب کے بیان میں

مجالسِ شیخ مفیدؒ اور امالی شیخ طوسیؒ میں غیاث بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز اُمّ سلمہؓ روتی اور فریاد کرتی اٹھیں جب ان سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرا فرزند حسینؑ آج قتل ہوگیا۔ جب سے جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وفات پائی میں نے آپ کو خواب میں کبھی نہ دیکھا تھا مگر آج شب کو غمگین و ملول دیکھا۔ میں نے خواب میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا کیا حال ہے، فرمایا آج کی رات کو میں حسینؑ اور اُس کے اصحاب کی قبریں تیار کرتا رہا ہوں۔

کتاب امالی شیخ ابن بابویہ میں وہب بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی طرح روایت کی ہے۔ کتاب امالی میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز گھر میں سو رہا تھا ناگاہ جناب اُم سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر سے صدائے فریاد بلند ہوئی یہ سُن کر میں باہر نکلا اور اُم المومنین کے گھر آیا۔ میں نے دیکھا کہ مدینہ کے مرد و زن وہاں جمع ہیں، میں نے نزدیک جا کر پوچھا اے اُم المومنین! آپ کس لئے فریاد و فغاں کر رہی ہیں؟ مگر آپ نے مجھکو جواب نہ دیا اور زنان بنی ہاشم کی طرف منہ کر کے فرمایا! اے دختران عبدالمطلب میری مدد کرو اور میرے رونے میں میرا ساتھ دو قسم خدا کی تمہارا سردار سید جوانانِ بہشت اور نواسۂ رسولؐ اور گل گلزار پیغمبر حسینؑ شہید ہوا میں نے کہا اے اُم المومنین! یہ خبر آپکو کیسے معلوم ہوئی۔؟ فرمایا اس وقت پیغمبر خدا کو میں نے خواب میں دیکھا بال پریشان کئے با حالِ تباہ تشریف لائے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ آج میرا فرزند حسینؑ اور اس کے اصحاب واہلبیتؑ شہید ہوگئے اور میں اُن کے دفن میں مصروف تھا اس وقت فارغ ہوا ہوں۔ جب خواب سے میں بیدار ہوئی گھبرائی ہوئی سراسیمہ جانب حجرہ دَوڑی، مجھ کو کوئی ہوش نہ تھا، مَیں اُس خاک کی طرف دَوڑی جو جبرئیلؑ کربلا سے لائے تھے، اور پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ لہو ہوجائے تو سمجھنا کہ تمہارا فرزند حسینؑ شہید ہوگیا۔ یہ خاک حضرت نے مجھے دی تھی، اس وقت میں نے دیکھا شیشہ میں خونِ تازہ جوش مار رہا ہے۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ اُمّ سلمہؓ نے اُس کو شیشی سے لے کر اپنے چہرہ پر ملا اور نوحہ و ماتم برپا کیا۔ آخر خبر پہنچی کہ امام حسین علیہ السّلام اُسی دن شہید ہوئے، اور عمر بن ثابت نے کہا ہے کہ ایک روز امام محمد باقر علیہ السّلام کی دولت سرا میں حاضر تھا اور اس حدیث کو بروایت سعید بن جبیر میں نے ذکر کیا ——— حضرت نے فرمایا مجھ

سے عمرو بن ابی سلمہؓ نے بھی اپنی ماں اُمِ سلمہؓ سے اسی طرح روایت کی ہے اور پہلی روایت میں مذکور ہے کہ ابنِ عباسؓ نے کہا دوسری رات کو میں نے بھی جنابِ رسالت پناہ کو ژولیدہ مُو اور غبار آلود دیکھا میں نے جب پوچھا، فرمایا تو نہیں جانتا کہ میں حسینؑ اور اس کے اصحاب کو دفن کر کے آیا ہوں۔

سدیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپنے فرمایا جبرئیلِ امین خدمتِ سیدالمرسلینؐ میں خاکِ شہیدِ حسینؑ لائے تھے بعدہٗ امامؑ نے فرمایا کہ وہ خاکِ پاک اَب ہمارے پاس ہے۔

بعض کتبِ مناقب میں عمارؓ سے روایت ہے کہ ابنِ عباسؓ نے بوقتِ دوپہر جنابِ سیّدالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں باموہائے ژولیدہ اور صورتِ غبار آلود دیکھا آپ اپنے ہاتھ میں ایک شیشہ خون سے مملو لئے ہیں، مَیں نے پوچھا: یارسول اللہؐ! یہ خون کیسا ہے؟ فرمایا! یہ خونِ حسینؑ ہے آج تمام روز اس کو میں نے جمع کیا پس ابنِ عباسؓ نے اس تاریخ کو ضبط کیا بعدہٗ معلوم ہوا کہ شہادت امام علیہ السّلام اُسی روز واقع ہوئی تھی۔

سلمہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ مَیں جنابِ اُمِّ سلمہؓ کے پاس گئی میں نے دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں، میں نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا: میں نے پیغمبرِ خداؐ کو خواب میں اِس صورت سے دیکھا کہ سرِ مبارک اور محاسن شریف گرد و غبار سے اَٹے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا ابھی میں قتل گاہِ حسینؑ میں تھا، اور وہیں سے آتا ہوں۔

مدائنی نے کہا پیغمبرِ خداؐ نے اُمِ سلمہ کو ایک   جس میں کربلا کی خاک تھی، اور فرمایا جب یہ خاک خونِ تازہ ہو جائے اس وقت حسینؑ شہید ہوگا۔ سلمیٰ کہتی ہے کہ ایک روز خانۂ اُمِ سلمہؓ سے نوحہ و نالہ بلند ہوا پس سبسے پہلے وہاں گئی اور ماجرا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ سرِ مبارک گرد و غبار آلود ہے۔ میں نے کہا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا، لوگوں نے میرے فرزندِ دل بند پر چڑھائی کی اور اُسے شہید کر ڈالا، مَیں اس کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں دوڑی اور شیشی دیکھی۔ مَیں نے دیکھا کہ خونِ تازہ اس میں جوش مارتا تھا۔ سلمیٰ کہتی ہے میں نے دیکھا اُمِ سلمہؓ اُس شیشی کو آگے رکھے ہوئے تھیں۔

کتاب طرائف میں کتاب جمع بین الصحیحین سے نقل ہے کہ لوگوں نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں روتے دیکھا، پوچھا کیا حال ہے رسول اللہ! فرمایا حسینؑ میرا فرزند دلبند ابھی شہید ہوا ہے۔

باب ٦

امام حسین علیہ السّلام کی شہادت پر جنوں کا نوحہ و ماتم

بعض معتبر کتابوں میں ہند بنتِ جَون سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جنابِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مع اصحاب اُمِ معبد کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے، اس کی ایک لاغر گوسفند نے حضرت کے دوہنے کی برکت سے بہت دودھ دیا چنانچہ یہ واقعہ لوگوں میں مشہور و معروف ہے اس کے بعد حضرت نے مع اصحاب کے وہاں آرام کیا اُس روز گرمی بشدت تھی جب تمازتِ آفتاب کم ہوئی حضرت فرشِ خواب سے اُٹھے اور پانی منگوایا ہاتھ دھو کر کُلّی کی، کنارِ خیمہ ایک عوسج کا درخت خاردار تھا آپنے تین مرتبہ اپنے دہنِ مبارک سے اس کے نیچے کُلّی کی۔ جب وضو سے فارغ ہوئے، حضرت نے فرمایا اس درخت سے بہت سے امورِ عجیب ظاہر ہوں گے۔ پس اصحابنے بھی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی۔ ہند کہتی ہے میں اور میرے خاندان کی دوسری لڑکیاں اُس وقت تک نماز کی کیفیت سے ناواقف نہ تھیں اس لئے اس کو دیکھ کر ہم متعجب ہوئے جب صبح کو ہم اُٹھے اس جگہ نظر کی تو دیکھا کہ وہ ایک نہایت بلند درخت ہوگیا اور اُس کے کانٹے سبھی گر گئے اور شاخیں نکل آئیں اور سبز و شاداب ہوگئیں، بعدہٗ پھل لایا، ہر پھل قد میں بڑے کمات جتنا، رنگ میں ورس جیسا تھا جس کی خوشبو عنبر جیسی تھی اور مزا شہد جیسا تھا۔ جو بھوکا پیاسا اس کو کھاتا سیر و سیراب ہو جاتا تھا اور جو بیمار کھاتا تھا شفا پاتا تھا اور جو محتاج و صاحبِ مطلب کھاتا تھا تونگر ہو جاتا تھا اور مطلب اس کے برآتے تھے اور جس اونٹ اونٹنی یا بکری کو کھلاتے تھے فربہ و تیار و شیر دار ہو جاتی تھی اور جس روز و تاریخ سے کہ حضرت وہاں تشریف فرما ہوئے تھے ہم اپنے مال و اموال میں برکت اور زیادتی پاتے تھے۔ جب ہمارے شہر میں ارزانی و آبادی اور سبزہ بہت زیادہ ہوا ہم نے اس درخت کا نام "مبارک" رکھا۔ دور و نزدیک سے برابر لوگ ہمارے پاس آتے تھے اور اس درخت کے سایہ میں اُترتے تھے اور اس کی پتیاں سفر کے لیے لے جاتے تھے اور جنگلوں میں جہاں ان کو کھانا پانی نہ ملتا تھا اس کو بجائے آب و طعام صَرف کرتے تھے، کئی برس اسی طرح گزرے ناگاہ ایک روز ہم نے دیکھا کہ اس کے میوے گر گئے، پتّے بھی جھڑ گئے۔ یہ حال دیکھ کر ہم سخت غمگین ہوئے، کئی روز کے بعد ہم کو خبرِ وحشت اثر وفاتِ سیّدالبشر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پہنچی معلوم ہوا کہ جس دن درخت متغیر ہوا تھا اسی روز یہ واقعۂ عظمیٰ اور مصیبتِ کبریٰ واقع ہوئی

تھی، بعدہٗ اُس درخت نے پھر میوہ دیا جو پہلے میووں کی طرح بڑا اور خوش مزا تھا۔ وہ درخت اس کے بعد تیس برس تک ایک حال پر رہا، ناگاہ ایک روز صبح کو ہم نے دیکھا کہ اس درخت میں تمام کانٹے پیدا ہو گئے اور اُس کے پتے گر گئے اور ڈالیوں میں تر و تازگی باقی نہیں رہی اور میوے بھی سب گر گئے ہیں۔ تھوڑی مدت کے بعد خبرِ وفات جناب امیر المومنین علیہ السلام آئی۔ پھر اس میں میوہ مطلق نہ لگا لیکن ہم اور دیگر قبیلہ ہائے عرب ہمیشہ اس کے پتے توڑ کر بیماروں کو دوا میں دیتے تھے اور اُن سے علاج کرتے تھے۔ ایک عرصہ اس حال پر گذرا پھر ایک صبح کو ہم اٹھے اور دیکھا کہ اس درخت سے خونِ تازہ نکل کر زمین پر بہ رہا ہے۔ اُس کے پتے بھی کمہلا گئے اور ہر پتے سے خونِ تازہ کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ہم نے کہا یقیناً کوئی بڑا واقعہ واقع ہوا ہے۔ تمام شب ہم سب غمگین و ہراساں رہے اور کسی اہم خبر کے منتظر تھے۔ جب رات کی تاریکی چھائی تو اس درخت کے نیچے سے نالہ و شیون کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی عورت یہ کہہ کر رو رہی ہے یَا بْنَ النَّبِی وَیَا بْنَ الْوَصِی وَیَا مِن بَقِیَّةِ سَادَاتِنَا الْاَکْرَمِیْنَ۔ اے فرزندِ نبیؐ و وصیؑ اے یادگارِ ساداتِ کرام۔ اور اسی قسم کی آوازیں اور صدائیں بلند تھیں جو ہماری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد خبرِ ہوشربا واقعۂ کربلا ہم کو پہنچی، پھر وہ درخت بالکل خشک ہو گیا اور شاخیں اُس کی ہوا اور بارش کی وجہ سے ٹوٹ گئیں اور اس کا مطلق نشان باقی نہ رہا۔

عبداللہ بن محمد انصاری کہتا ہے کہ مدینہ منورہ میں مجھ سے دعبلِ خزاعی سے ملاقات ہوئی اُن سے جب یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے بھی اس کی صحت بیان کی اور کہا کہ میرے باپ نے میرے دادا سے، انھوں نے اپنی ماں سعیدہ دخترِ مالکِ خزاعی سے روایت کی ہے کہ عہدِ جناب امیر علیہ السّلام میں میں نے اس درخت کو دیکھا تھا اور اُس کا میوہ کھایا تھا اور اُس شب جنّات کا نوحہ سنا تھا، ان کو زنانِ جن کا یہ شعر بھی یاد تھا۔ ؎

یَابْنَ الشَّھِیْدِ وَیَاشَھِیْدًا عَمُّہٗ   خَیْرُ الْعُمُوْمَةِ جَعْفَرُ الطَّیَّارُ
عَجَبٌ لِمَصْقُوْلٍ اَصَابَکَ حَدُّہٗ   فِی الْوَجْہِ مِنْکَ وَقَدْ عَلَاکَ غُبَارُ

اے فرزندِ شہید! اور اے وہ شہید جن کے چچا بہترین اعمام حضرت جعفرِ طیّار تھے۔ تعجب ہے اُس شمشیرِ بُرّاں پر جس نے تیرے چہرے کو زخمی کیا اور اب وہ چہرہ غبار آلود ہے۔ اس کے بعد دعبل کہتے ہیں کہ اس شعر کو میں نے اپنے اشعار میں تضمین بھی کیا ہے اور وہ یہ ہے۔ ؎

زُرْ خَیْرَ قَبْرٍ بِالْعِرَاقِ یُزَارُ   وَاعْصِ الْحِمَارَ فَمَنْ نَھَاکَ حِمَارُ

لِمَ لَا اَزُوْرُکَ یَاحُسَیْنُ لَکَ الْفِدَاءُ   قَوْمِی وَمَنْ عَطَفَتْ عَلَیْہِ نِزَارُ
وَلَکَ الْمَوَدَّةُ فِی قُلُوْبِ ذَوِی النُّھٰی   وَعَلٰی عَدُوِّکَ مَقْتَةٌ وَدِمَارُ
یَابْنَ الشَّھِیْدِ وَیَاشَھِیْدًا عَمُّہٗ   خَیْرُ الْعُمُوْمَةِ جَعْفَرُ الطَّیَّارُ

یعنی عراق میں جو بہترین قبر ہے اُس کی زیارت کر اور اُس کارِ خیر سے منع کرنے والے گدھے کی مخالفت کر۔ اے حسینؑ! میری ساری قوم آپ پر فدا ہو جس پر آپ کی نظرِ توجہ ہو وہ لائقِ زیارت ہے (آپ کی شان تو بلند ہے) صاحبانِ خرد و ہوش کے دل میں آپ کی محبت ہے اور آپ کے دشمن کے لئے ذلّت و خواری ہے۔ اے شہید کے فرزند شہیدِ کربلا آپ کے چچا خیر الاعمام ہیں۔

ابنِ نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ جن اُس امامِ جن و البشر پر نوحہ کرتے تھے اور بہت سے اصحابِ رسالتمآبؐ مثلاً مسور بن مخزومہ وغیرہ اُن کی فریاد و بکا سنتے تھے۔ صاحبِ ذخیرہ نے عکرمہ سے نقل کی ہے کہ لوگوں نے شبِ شہادت امام حسین علیہ السلام کسی کی آواز سنی لیکن کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے ؎ آیھا القاتلون جھلاً حسینًا الخ (یہ اشعار سابقاً گزر چکے ہیں) یعنی اے قاتلانِ حسینؑ ازراہِ جہل و گمراہی تم کو بشارت ہو کہ بروزِ قیامت عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو گے۔ تمامی اہلِ آسمان و گروہِ پیغمبران و فرشتگان ان شہدا کے حال پر گریہ کرتے ہیں اور تم بزبان سلیمانؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ ملعون ہوئے۔

مروی ہے کہ ایک ہاتف کی آواز شب کو سنی گئی جو یہ شعر پڑھتا تھا ؎

اِنَّ الرِّمَاحَ الْوَارِدَاتِ صُدُوْرَھَا   نَحْوَ الْحُسَیْنِ تُقَاتِلُ التَّنْزِیْلَا
وَیُھَلِّلُوْنَ بِاَنْ قُتِلْتَ وَاِنَّمَا   قَتَلُوْا بِکَ التَّکْبِیْرَ وَالتَّھْلِیْلَا
فَکَاَنَّمَا قَتَلُوْا اَبَاکَ مُحَمَّدًا   صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ اَوْجِبْرِیْلَا

یعنی جو نیزے کہ حسینؑ کو مارے ہیں حقیقت میں وہ قرآن کو مارے ہیں اور یہ کفار حسینؑ کو قتل کر کے خوشی میں تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کرتے ہیں حالانکہ ان کو نہیں معلوم کہ انھوں نے تکبیر و تہلیل کو قتل کیا اور گویا کہ سیّد المرسلینؐ اور جبرئیلِ امینؑ کو شہید کیا۔

ابنِ جوزی نے کتابِ النور فی فضائل الایّام والشہور میں لکھا ہے کہ جن حضرت پر روتے تھے اور رخساروں پر طمانچے مارتے تھے اور انھوں نے فرزندِ رسولؐ کے غم میں سیاہ لباس پہنا تھا۔

کتاب الابانہ ابن بطّہ میں مذکور ہے کہ نوحہ جنّات سے یہ سنا گیا ؎

اَیَاعَیْنُ جُوْدِی وَلَا تَجْمُدِی   وَجُوْدِی عَلَی الْھَالِکِ السَّیِّدِ

فبالطف امسی صریعاً فقد   مرزینا الغداة بامر بدی

اے آنکھ آنسو بہا اُس سردار کی مصیبت پر جو صحرائے کربلا میں بخاک و خون غلطاں ہوا اور ہم پر ایک مصیبتِ عظیم اس شہادت سے نازل ہوئی اور نوحہ جنّات سے زنانِ جن غم والم سے روتی ہیں اور گریہ وزاری میں زنانِ بنی ہاشم کی یاری ومددگاری کرتی ہیں اور امام حسین علیہ السّلام پر نوحہ کرتی ہیں اور اپنے رخساروں پر طمانچے مارتی ہیں اور سیاہ کپڑے پہنتی ہیں۔ ؎

اُن کے نوحوں میں سے ایک یہ ہے:-

احمرّت الارض من قتل الحسین   کما احمرّ عند سقوط الجونة العلق

یاویل قاتله یاویل قاتله فانه   فی سعیر النار یحترق

یعنی حسینؑ کے قتل سے زمین یوں سُرخ ہوگئی جس طرح غروبِ آفتاب کے وقت شفق سُرخ ہوجاتی ہے۔ لعنت ہے اُن کے قاتل پر وہ آتشِ جہنم میں جل رہا ہے۔ نیز جنوں کے نوحوں میں سے ایک یہ بھی ہے ؎

ابکی ابن فاطمة الذی من قتله شاب الشعر   ولقتله زلزلتم ولقتله خسف القمر

میں پسرِ فاطمہؑ پر روتی ہوں جن کے قتل کے غم نے سر کے بال سفید کر دیئے اور ان کے قتل سے زمین میں زلزلہ آگیا اور چاند کو گہن لگ گیا اور جو جن حضرت کی نصرت کے لئے آئے تھے اُن کا یہ نوحہ تھا ؎

واللّٰه ماجئتکم حتی بصرت به   بالطف منعفر الخدین منحورا

خدا کی قسم میں نے کربلا کے میدان میں حسینؑ مظلوم کو مذبوح اور خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھا ہے۔

طبری نے لکھا ہے کہ جب اہلِ کین قتلِ سرورِ دیں واہلبیتِ طاہرین اور اصحابِ اکرمین سے فارغ ہوکر متوجہ شام ہوئے پہلی منزل میں جو اُترے تو اُن کو فرشتوں کی یہ آواز سنائی دی ؎

ایھا القاتلون جھلاً حسیناً الخ

یعنی اے قاتلانِ حسینؑ از روئے نادانی بشارت ہو کہ تم کو عذابِ آخرت کی تمام اہلِ آسمان انبیاء اور فرشتے تم کو نفرین کرتے ہیں اور تم بزبانِ ابنِ داؤد و موسیٰ و صاحبِ انجیل ملعون ہو۔

کتاب کامل الزیارت میں عبداللہ بن حسان کنانی سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ جن نوحہ امام حسین علیہ السّلام میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ ؎

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم   ماذا فعلتم وانتم اخر الامم

باھل بیتی واخوانی ومکرمتی   من بین اسری وقتلی ضرجوا بدم

یعنی کیا کہو گے پیغمبرِ خداؐ کے جواب میں جب وہ حضرت فرمائیں گے کہ اے آخر امم تم نے میرے اہلبیتؑ و

برادران ناموس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کس قصور میں ان کو خاک و خون میں غلطاں کیا اور قید کیا۔

کتابِ مذکور میں حضرت امام رضا علیہ السّلام سے نقل ہے کہ جب حضرت سید الشہداء علیہ السّلام متوجہ عراق ہوئے ایک رات حضرت کے اصحاب نے کسی نادیدہ شخص کو یہ رجزیہ اشعار پڑھتے سنا۔ ؎

یاناقتی لاتذعری من زجری   وشمّری قبل طلوع الفجر

بخیر رکبان وخیر سفر   حتّی تحلی بکریم النجر

بماجد الجدّ رحیب الصدر   اتاه اللّٰه لخیر امر

ثمّ ابقاه بقاء الدھر

یعنی اے میرے ناقہ زجر و نہیب سے خوف نہ کر اور قبل طلوعِ فجر پہنچا دے ہم کو بہترین شہسواران و مسافران کے پاس جو کریم و عالی نسب اور جوّاد و بزرگ ہے، خدا اُس کو بہترین امور کے لئے موفق گردانے اور ہمیشہ باقی رکھے۔ پس حضرت سیّد الشہداء علیہ آلاف التحیۃ والثناء نے اس کہنے والے کے جواب میں یہ شعر فرمائے ؎

سامضی وما بالموت عار علی الفتی   اذا ما نوی حقاً وجاھد مسلما

وواسی الرجال الصالحین بنفسه   وفارق مثبوراً وخالف مجرما

فان عشت لم اندم وان مت لم الم   کفی بک موتاً ان تذل وترغما

(ترجمہ گذر چکا ہے)

کتابِ مذکور میں عمرو بن عکرمہ سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ مدینۂ منوّرہ میں بعد شبِ شہادت امام حسین علیہ السّلام جب صبح ہوئی تو ہمارے ایک غلام نے منادی کی یہ صدا سُنی کہ اے قاتلانِ حسینؑ تم کو عذابِ الٰہی کی بشارت ہو تمام اہلِ آسمان و پیغمبران و فرشتگان تم پر نفرین کرتے ہیں اور تم بزبانِ سلیمانؑ و عیسیٰؑ روح اللہ ملعون ہوئے۔

کتابِ مذکور میں داؤد رقی سے منقول ہے، اُس نے اپنی جدّہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو جنّات نے یہ شعر حضرت کے نوحے میں پڑھے۔ ؎

یاعین جودی بالعبر   وابکی فقد حق الخبر

ابکی ابن فاطمة الذی   ورد الفرات فما صدر

الجن تبکی شجوھا   لما اتی منه الخبر

قتل الحسین ورھطه   تعساً لذلک من خبر

فلابکینک حرقة   عند العشاء والسحر

وَلَا یُبْکِیَنَّکَ مَا جَرَیٰ ۔۔۔ عَرَقٌ وَمَا حَمَلَ الشَّجَرَ

یعنی اے آنکھ! آنسو بہا کیونکہ خبرِ شہادت برحق ہوئی۔ پسرِ فاطمہؑ پر روز جو فرات کے کنارہ ایسا اترا کہ پھر وہاں سے نہ نکلا۔ جب سے یہ خبر پہنچی ہے جن انس پر گریہ کر رہے ہیں۔ ہائے یہ کیسی خبر ہے کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب مارے گئے۔ اے حسینؑ میں آپ پر صبح و شام روؤں گا اور اُس وقت تک روؤنگا جب تک کہ رگوں میں خون کی روانی اور درختوں میں برگ و بار باقی ہیں۔

کتاب امالی ابنِ بابویہ میں حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے اُس نے کہا ایک روز اُمّ سلمہؓ زوجۂ پیغمبرِ خداؐ نے کہا جب سے پیغمبرِ خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ میں نے جنّات کی آواز نہ سنی تھی آج کی شب نوحۂ جنّات میں نے سنا یقین ہے مجھ کو میرا فرزند حسینؑ شہید ہوا ہے۔ ایک جنّیہ کو میں نے سنا وہ یہ بین کرتی تھی: ؎

آلَا یَا عَیْنُ اَنْهَمِلِی بِجُهْدٍ ۔۔۔ فَمَنْ یَبْکِی عَلَی الشُّهَدَاءِ بَعْدِی

عَلَیٰ رَهْطٍ تَقُودُهُمُ الْمَنَایَا ۔۔۔ اِلَیٰ مُتَجَبِّرٍ فِی مُلْکِ عَبْدٍ

یعنی اے آنکھ! خوب گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ اس وقت اور کون ہے جو ان شہیدوں پر گریہ کرے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو موت لے جا رہی ہے ایک ظالم کے پاس، غلام کی سلطنت میں۔

کتاب کامل الزیارۃ میں ابنِ ابی الخطاب سے اسی طرح روایت ہے۔ کتابِ مناقب میں امالی نیشاپوری اور طوسی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ ایضاً مناقبِ قدیم میں عمرو بن ثابت سے بھی اسی طرح نقل ہے۔

کتاب مجالس شیخ مفیدؒ اور امالی شیخ ابوجعفر طوسیؒ میں ایک مردِ تمیمی سے روایت ہے جو ایک بلندی پر سکونت رکھتا تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے سُنا کہ میں شہادتِ حسین علیہ السّلام سے آگاہ نہ تھا۔ گیارہ محرّم کی رات کو اپنے ایک دوست کے ہمراہ ایک ٹیلہ پر بیٹھا تھا کہ میں نے ایک ہاتف کی آواز سُنی جو یہ شعر پڑھ رہا تھا: ؎

وَاللّٰهِ مَا جِئْتُکُمْ حَتّیٰ بَصُرْتُ بِهِ ۔۔۔ بِالطَّفِّ مُنْعَفِرَ الْخَدِّ بِنْ مَنْحُورًا

وَحَوْلَهُ فِتْیَةٌ تَدْمِیْ نُحُورُهُمْ ۔۔۔ مِثْلَ الْمَصَابِیحِ یَمْلُؤْنَ الدُّجَیٰ نُورًا

وَقَدْ حَثَثْتُ قَلُوْصِی کَیْ اُصَادِفُهُمْ ۔۔۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَتَلَاقَیٰ فِی الْخُرَّدِ الْحُورَا

فَعَاقَنِیْ قَدَرُ اللّٰهِ بَالِغُهٗ ۔۔۔ وَکَانَ اَمْرًا قَضَاهُ اللّٰهُ مَقْدُورًا

کَانَ الْحُسَیْنُ ضِیَاءً سِرَاجًا یُسْتَضَاءُ بِهِ ۔۔۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ اَنِّیْ لَمْ اَقُلْ زُوْرًا

صَلَّی الْاِلٰهُ عَلَیٰ جِسْمٍ تَضَمَّنَهٗ ۔۔۔ قَبْرُ الْحُسَیْنِ حَلِیْفِ الْخَیْرِ مَقْبُوْرًا

مُجَاوِرًا رَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْ غُرَفٍ ۔۔۔ وَلِلْوَصِیِّ وَالطَّیَّارِ مَسْرُوْرًا

یعنی قسم بخدا جب میں تمھارے پاس آیا ہوں تو میں نے حسینؑ کو صحرائے کربلا میں بخاک و خون غلطیدہ دیکھا ہے اور حضرت کے گرد بہت سے جوان ہم نے دیکھے جن کی گردنوں سے خون جاری تھا اور ہر شخص سے چراغ کی طرح نور ساطع تھا جو چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ہم نے اپنے ناقوں کو دوڑایا کہ شاید اُن تک پہنچیں اور اُن کو قبل اس کے کہ وہ حوران بہشت کو اپنی آغوش میں لیں ہم پالیں۔ مگر تقدیر نے نہ چاہا اور تقدیرِ الٰہی شدنی ہے اور خدا جانتا ہے کہ حسینؑ شمعِ انجمنِ ہدایت تھے اور حق تعالیٰ اس ضریحِ مطہر پر رحمت نازل کرے جس میں حسینؑ خوش خود دفن ہیں اور حسینؑ غرفہائے بہشت عنبر سرشت میں احمد مختارؐ و حیدر کرارؑ و جعفر طیارؓ کی صحبت میں مسرور و شادکام ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا تو کون ہے؟ خدا تجھ پر رحم کرے! اُس نے کہا میں سردارِ قبائلِ جن ہوں جو نصیبین میں رہتے ہیں اور ہم امام حسین علیہ السلام کی مدد کو گئے تھے کہ اُن پر اپنی جان فدا کریں۔ جب حج سے فارغ ہو کر وہاں پہنچے تو حضرت کو شہید پایا۔

کتاب کامل الزیارت میں منقول ہے کہ پانچ شخص کوفہ سے بقصدِ نصرت امام حسین علیہ السّلام چلے اور بوقتِ شام قریہ شاہی میں اُترے ناگاہ دو آدمی اُن کے سامنے آئے، ایک جوان تھا دوسرا بوڑھا، انھوں نے سلام علیک کی، مردِ پیر نے کہا کہ میں جنّات سے ہوں اور یہ میرا بھتیجا ہے۔ امام مظلوم کی نصرت کا ارادہ ہے۔ پھر کہنے لگا کہ میں خیال رکھتا ہوں کہ اُڑ کر جاؤں اور تمھارے لئے خبر لاؤں۔ سب نے کہا بہتر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ جن ایک دن اور رات غائب رہا اس کے بعد اس کی آواز ہم نے سنی لیکن اس کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی اور اُس نے بھی وہی شعر پڑھے (جو اُوپر گذر چکے ہیں) جب وہ ختم ہو چکا تو انسانوں میں سے بعض نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھے۔ ؎

اذهب فلازال قبرانت ساکنه ۔۔۔ الی القیمة یسقی الغیث ممطورا

وقد سلکت سبیلاً کنت سالکه ۔۔۔ وقد شربت بکاس کان مقدورا

وفتیة فرغوا لله انفسهم ۔۔۔ وفارقوا المال والاحباب والدورا

یعنی جا! تجھ پر خدا کی رحمت ہو میں بھی اسی راستہ پر جاتا تھا مگر میں تیری بات سے دھوکہ کھا گیا۔ اس عرصہ میں ان لوگوں نے جان و مال اور اولاد و احباب چھوڑ کر جوارِ رحمتِ یزدانی اور عزتِ جاودانی میں خود کو پہنچا دیا۔

کتابِ مذکور میں ابن زیاد قندی سے مروی ہے کہ بعد شہادت شہدائے کربلا صبح کو گچکاروں

نے اپنے گھروں میں جنّات کی آواز سُنی اور وہ حضرت کی مدح میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔ ؎

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِیْنَه فَلَه بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ
اَبَوَاهُ مِنْ اَعْلٰی قُرَیْشٍ جَدُّه خَیْرُ الْجُدُوْدِ

یعنی پیغمبرِ خدا نے اپنا ہاتھ پیشانیِ حسینؑ پر پھیرا اور بوسے دیئے۔ پس اُن کا چہرۂ مبارک نورانی ہوا اور اُن کے والدِ بزرگوار اور مادرِ نامدار بہترین قریش سے ہیں اور جدِّ امجد اُن کے بہترین اجداد ہیں۔ ایضاً کتابِ مناقبِ قدیم میں ابی حباب کلبی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

باب (۷)

مرثیوں کے بیان میں

مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ باب عربی مرثیوں پر مشتمل ہے اور چونکہ اس کا ترجمہ محاوراتِ اُردو میں دلچسپ نہ تھا اور بالکل قلم انداز کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اس لئے بعض مراثی جو کہ زبان وحی ترجمان اہلبیت علیہم السّلام پر گذرے یا جو حضورِ ائمہؑ میں پڑھے گئے یا جو عوام کے قریب الفہم ہیں مذکور ہوتے ہیں۔

امالی میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ابراہیم بن راحہ سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے حال میں سب سے پہلا مرثیہ عقبہ بن عمرو سہمی نے کہا جو یہ ہے: ؎

اذ العین قَرَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ وَاَنْتُمْ … تَخَافُوْنَ فِی الدُّنْیَا فَاَظْلَمَ نُوْرُهَا
مَرَرْتُ عَلٰی قَبْرِ الْحُسَیْنِ بِكَرْبَلَا … نَفَاضَ عَلَیْهِ مِنْ دُمُوْعِیْ غَزِیْرُهَا
فَمَا زِلْتُ اَرْثِیْهِ وَاَبْكِیْ شَجْوَهٗ … وَیُسْعِدُ عَیْنِیْ دَمْعُهَا وَزَفِیْرُهَا
وَبَكَیْتُ مِنْ بَعْدِ الْحُسَیْنِ عَصَائِبًا … اَطَافَتْ بِهٖ مِنْ جَانِبَیْهَا قُبُوْرُهَا
سَلَامٌ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ بِكَرْبَلَا … وَقَلَّ لَهَا مِنِّیْ سَلَامٌ یَزُوْرُهَا
سَلَامٌ بِاٰصَالِ الْعَشِیِّ وَبِالضُّحٰی … تُؤَدِّیْهِ نَكْبَاءُ الرِّیَاحِ وَمُوْرُهَا
وَلَا بَرِحَ الْوَفَّادُ زُوَّارَ قَبْرِهٖ … یَفُوْحُ عَلَیْهِمْ مِسْكُهَا وَعَبِیْرُهَا

یعنی اگر زندگانیِ دنیا میں آنکھوں کو ٹھنڈک ہو اور (اے آلِ محمدؐ) تم ستائے جاؤ تو آنکھوں میں ٹھنڈک کے بدلے ظلمت آجاتی ہے۔ میں کربلا میں قبرِ حسینؑ کی طرف گذرا تو میری آنکھ سے اشکوں کا سیلاب بہہ نکلا۔ میں ہمیشہ ان کا مرثیہ پڑھتا رہوں گا اور ان پر روتا رہوں گا اور میری آنکھ اشکوں کو روانی دینے میں مدد کرے گی۔ حسین علیہ السلام کے بعد اُس گروہ پر میں گریہ کروں گا جن کی قبریں تربتِ حسینؑ کے دونوں جانب ہیں۔ میرا سلام ہو کربلا کے ان اہلِ قبور پر، اور میرا سلام جو اُن تک پہنچے وہ اُن کے مرتبہ کو دیکھتے ہوئے بہت تھوڑا ہے۔ میرا سلام ان پر شام و سحر بادِ مخالف اور غبار اُڑانے والی ہوا پہنچاتی ہے۔ ہمیشہ اس قبر پر زائروں کا جھرمٹ رہے اور وہ اس پر مشک و عنبر چھڑکتے رہیں۔

بعض مؤلفاتِ متاخرین میں ہے کہ دعبلِ خزاعی نے بیان کیا میں اپنے سیّد و آقا حضرت امام رضا علیہ التحیتہ والثناء کی خدمت میں عشرہ محرم الحرام میں حاضر ہوا۔ حضرت کو ملول و غمگین پایا۔ اصحاب حضرت

کے گرد جمع تھے ؛ حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا مَرْحَبًا بِنَاصِرِنَا بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ اے دعبل مرحبا ! اے ہمارے مددگار دست وزبان سے پھر مجھ کو اپنی مجلس میں کشادہ جگہ دی اور اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمایا : اے دعبل میں چاہتا ہوں تو کچھ اشعار پڑھ کیونکہ یہ دن ہم اہلبیتؑ کے لئے غم کے ہیں اور ہمارے دشمنوں کے لئے ایام مسرت ہیں خصوصاً بنی امیہ کے واسطے ۔ اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے اور رلائے اگرچہ ایک شخص کو رلائے اجر اس کا حق تعالیٰ پر ہے ۔ اے دعبل جس کی آنکھ سے ہماری مصیبت میں آنسو گرے حق تعالیٰ اس کو ہمارے گروہ میں محشور کرے گا ۔ اے دعبل ! جو شخص میرے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام پر روئے خداوند عالم اس کے گناہوں کو ضرور بخش دے گا ۔ پھر حضرت امام علیہ السلام نے ایک پردہ ہمارے اور حرم محترم کے درمیان باندھا اور مخدراتِ عصمت کو پس پردہ بٹھایا ۔ تاکہ مصیبت امام مظلوم پر وہ بھی گریہ کریں اس کے بعد مجھ سے خطاب کیا کہ اے دعبل حسینؑ کا مرثیہ پڑھ کہ تو ہمارا مداح اور مددگار ہے ۔ جب تک تو زندہ ہے حتی المقدور ہماری نصرت میں قصور نہ کر ۔ دعبل کہتا ہے کہ یہ سنکر میرے آنسو بھر آئے اور میں رونے لگا پھر میں نے یہ اشعار پڑھے ۔ مرثیہ

أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلًا — وَقَدْ مَاتَ عَطْشَانًا بِشَطِّ فُرَاتِ

اے فاطمہؑ اگر آپ دیکھتیں حسینؑ کو خاک پر پڑا ہوا جس وقت کہ کنار فرات پیاسا قتل ہوا تھا

إِذًا لَلَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ — وَأَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

اس وقت آپ اپنا منہ پیٹتیں اور اشک چشمہائے مبارک سے رخسار پر بہاتیں

أَفَاطِمُ قُومِي يَا ابْنَةَ الْخَيْرِ وَانْدُبِي — نُجُومُ سَمَاوَاتٍ بِأَرْضِ فَلَاةِ

اے فاطمہؑ ! اٹھیے اور اے بیٹی خیر البشر کی نوحہ کیجئے کہ ستارہائے آسمان جنگل کی خاک پر پڑے ہیں

قُبُورٌ بِكُوفَانَ وَأُخْرَى بِطَيْبَةٍ — وَأُخْرَى بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَاتِي

اہلبیتؑ کی تمام قبریں متفرق ہیں ایک کوفہ میں، دوسری مدینہ میں، بعض ان میں سے مقام فخ میں ہیں، درود ان پر ہو (فخ وہ جگہ ہے جہاں حسینؑ ابن علیؑ ابن حسنؑ شہید کئے گئے ۔)

قُبُورٌ بِبَطْنِ النَّهْرِ مِنْ جَنْبِ كَرْبَلَا — مُعَرَّسُهُمْ مِنْهَا بِشَطِّ فُرَاتِ

ان میں سے کچھ قبریں دریا کے کنارے کربلا میں ہیں ۔ ان کے مزار فرات کے کنارے بنے ہوئے ہیں

تَوَفَّوْا عِطَاشًا بِالْفُرَاتِ فَلَيْتَنِي — تَوَفَّيْتُ فِيهِمْ قَبْلَ حِينِ وَفَاتِي

وہ لوگ تشنہ کام لب فرات جاں بحق تسلیم ہوئے ۔ کاش کہ میں ان کے ساتھ اپنی موت سے پہلے مرجاتا ۔

إِلَى اللهِ أَشْكُو لَوْعَةً عِنْدَ ذِكْرِهِمْ — سَقَتْنِي بِكَأْسِ الذُّلِّ وَالْفَظَعَاتِ

ان کے ذکر پر لوگ (دشمنانِ آلِ محمدؐ) جو جامِ ذلت مجھ کو پلاتے ہیں میں اس کی تلخی کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں ۔

إِذَا فَخَرُوا يَوْمًا أَتَوْا بِمُحَمَّدٍ — وَجِبْرِيلَ وَالْقُرْآنِ وَالسُّوَرَاتِ

وَعَدُّوا عَلِيًّا ذَا الْمَنَاقِبِ وَالْعُلَى — وَفَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ خَيْرَ بَنَاتِ

وَحَمْزَةَ وَالْعَبَّاسَ ذَا الدِّينِ وَالتُّقَى — وَجَعْفَرَ الطَّيَّارَ فِي الْحُجُبَاتِ

جس وقت کہ اہلبیت فخر کرتے ہیں تو وہ جناب رسالتمآبؐ اور جبرئیل امین اور سورہائے قرآن اور صاحبِ مناقب علی علیہ السلام اور فاطمہ زہرا سیدہ زنانِ عالم اور حمزہؓ و عباسؓ جو صاحبانِ دین و تقویٰ ہیں اور جعفر طیار جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں کا ذکر کرتے ہیں ۔

سَأَبْكِيهِمْ مَا حَجَّ لِلّٰهِ رَاكِبٌ — وَمَا نَاحَ قُمْرِيٌّ عَلَى الشَّجَرَاتِ

میں ان پر اس وقت تک روتا رہوں گا جب تک کہ حجاج زیارت کعبہ سے مشرف ہوتے رہیں گے اور جب تک قمری درختوں پر نوحہ کرتی رہے گی ۔

فَيَا عَيْنُ أَبْكِيهِمْ وَجُودِي بِعَبْرَةٍ — فَقَدْ آنَ لِلتَّسْكَابِ وَالْهَمَلَاتِ

پس اے آنکھ ! ان پر گریہ کر اور آنسو بہا کہ یہ وقت آنسوؤں کے بہانے کا ہے

بَنَاتُ زِيَادٍ فِي الْقُصُورِ مَصُونَةٌ — وَآلُ رَسُولِ اللهِ مُنْهَتِكَاتٌ

زیاد کی بیٹیاں اپنے محلوں میں محفوظ ہیں اور اولاد امجاد رسول اللہؐ کی بے پردہ ہیں ۔

وَآلُ زِيَادٍ فِي حُصُونٍ مَنِيعَةٍ — وَآلُ رَسُولِ اللهِ فِي الْفَلَوَاتِ

اولاد زیاد قلعہ ہائے بلند میں ہیں اور آلِ رسولؐ خدا جنگلوں میں سرگرداں ہیں ۔

دِيَارُ رَسُولِ اللهِ أَصْبَحْنَ بَلْقَعًا — وَآلُ زِيَادٍ تَسْكُنُ الْحُجُرَاتِ

خانہ ہائے پیغمبر خدا ویران و برباد ہوئے اور آلِ زیاد اپنے گھروں میں آباد ہیں ۔

وَآلُ رَسُولِ اللهِ نُحْفٌ جُسُومُهُمْ — وَآلُ زِيَادٍ غُلَّظُ الْقَصَرَاتِ

آلِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نحیف وضعیف ہے اور آلِ زیاد توانا اور قوی ہے

وَآلُ رَسُولِ اللهِ تُدْمٰى نُحُورُهُمْ — وَآلُ زِيَادٍ آمِنُوا السَّرَبَاتِ

آلِ رسول اللہؐ کے گلوں سے خون جاری ہے، اور آلِ زیاد فارغ البال اور بے خوف وخطر ہیں ۔

وَآلُ رَسُولِ اللهِ تُسْبیٰ حَرِیمُهُمْ   وَآلُ زِیَادٍ رَبَّةُ الْحَجَلَاتِ

حرم محترم رسولِ خداؐ کے اسیر ہوئے   اور آلِ زیاد حجرہ نشین ہیں

سَاَبْکِیهِمْ مَا ذَرَّ فِي الْاَرْضِ شَارِقٌ   وَنَادیٰ مُنَادِي الْخَیْرِ لِلصَّلَوَاتِ

میں ان حضرات کے واسطے رویا کروں گا جب تک کہ آفتاب زمین پر تاباں رہے اور منادی خیر و صلاحِ نماز کے واسطے ندا دے۔

وَمَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَحَانَ غُرُوبُهَا   وَبِاللَّیْلِ اَبْکِیهِمْ وَبِالْغَدَوَاتِ

اور جب تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے میں اُن پر ہر صبح و شام روتا رہوں گا

مُصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پورا قصیدہ مع شرحِ الفاظ بابِ حالاتِ امام رضا علیہ السّلام میں مذکور ہوگا۔

مرثیۂ ابنِ حمّادؒ

مُصَابُ شَهِیدِ الطَّفِّ جِسْمِي اَنْحَلَا   وَکَدَّرَ مِنْ دَهْرِي وَعَیْشِي مَا حَلَا

شہیدِ کربلا کے مصائب نے میرے بدن کو ناتوان اور عیشِ شیریں کو مکدّر کر دیا

فَمَا هَلَّ شَهْرُ الْعَشْرِ اِلَّا تَجَدَّدَتْ   بِقَلْبِي اَحْزَانٌ تُوَسِّدُنِي الْبَلَا

پس ہلالِ عاشور کے نمایاں ہوتے ہی میرے دل میں تمام رنج و الم تازہ ہو گئے جنھوں نے مجھے بلاؤں کے سپرد کر دیا

وَاَذْکُرُ مَوْلَایَ الْحُسَیْنَؑ وَمَا جَرٰی   عَلَیْهِ مِنَ الْاَرْجَاسِ فِي طَفِّ کَرْبَلَا

میں یاد کرتا ہوں اپنے آقا حسینؑ ابنِ علیؑ کو اور جو کچھ اُن پر قومِ پلید سے دشتِ کربلا میں گذرا

فَوَاللهِ لَا اَنْسَاهُ بِالطَّفِّ قَائِلًا   لِعِتْرَتِهِ الْغُرِّ الْکِرَامِ وَمَنْ تَلَا

اَلَا فَانْزِلُوا فِي هٰذِهِ الْاَرْضِ وَاعْلَمُوا   بِاَنِّي بِهَا اُمْسِي صَرِیعًا مُجَدَّلَا

پس قسم بخدا نہیں بھولتا مجھے امامِ مظلوم کا وہ کلام جو صحرائے کربلا میں اپنے اہلبیتِ کرام سے فرماتے تھے کہ اترو اس زمین پر کہ یہاں کہ اسی زمینِ خونخوار میں مَیں خاک و خون میں تڑپوں گا۔

وَاُسْقٰی بِهَا کَاسَ الْمَنُونِ عَلٰی ظَمَاءٍ   وَیُصْبِحُ جِسْمِي بِالدِّمَاءِ مُغَسَّلَا

اور اس زمینِ کربلا میں شربتِ مرگ شدتِ تشنگی میں پیوں گا اور یہاں میرے جسم کے لہو سے غسل ہوگا

وَلَهْفِي لَهُ یَدْعُو اللِّئَامَ تَاَمَّلُوا   مَقَالِي یَا شَرَّ الْاَنَامِ وَاَرْذَلَا

اور افسوس صد افسوس کہ وہ جناب فریاد کرتے تھے کہ میرے کلام میں تامل اور فکر کرو، اے بدترین خلائق۔

اَلَمْ تَعْلَمُوا اَنِّي ابْنُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ   وَوَالِدِيَ الْکَرَّارُ لِلدِّینِ کَمَّلَا

آیا تم نہیں جانتے کہ میں فرزندِ دخترِ محمدؐ ہوں اور باپ میرا حیدرِ کرّار ہے جس نے دین کو کامل کیا ہے۔

فَهَلْ سُنَّةً غَیَّرْتُهَا اَوْ شَرِیعَةً   وَهَلْ کُنْتُ فِي دِینِ الْاِلٰهِ مُبَدِّلَا

پس آیا میں نے سنتِ نبوی اور شریعتِ محمدی کو متغیر کیا ہے یا دینِ خدا تبدیل کیا ہے۔

اَمْ اَحْلَلْتُ مَا قَدْ حَرَّمَ الطُّهْرُ اَحْمَدُ   وَحَرَّمْتُ مَا قَدْ کَانَ قَبْلُ مُحَلَّلًا

یا جس چیز کو رسولِ خداؐ نے حرام کیا تھا میں نے حلال کیا ہے یا حرام کیا ہے اُس چیز کو جو پیشتر حلال تھی

فَقَالُوا لَهُ دَعْ مَا تَقُولُ فَاِنَّنَا   سَنَسْقِیكَ کَاسَ الْمَوْتِ غَصْبًا مُعَجَّلَا

پس اُن ظالموں نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دو، ہم زبردستی بہت جلد تمھیں جامِ مرگ پلائیں گے۔

کَفِعْلِ اَبِیكَ الْمُرْتَضٰی لِشُیُوخِنَا   وَنَشْفِي صُدُورًا مِنْ ضَغَائِنِکُمْ مِلَا

جیسا کہ تمھارے باپ علی مرتضیٰؑ نے ہمارے بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی ویسا ہی کر کے تسکین دیں گے اپنے سینوں کو جو تمھارے کینہ سے بھرے ہیں۔

فَاَثْنٰی اِلٰی نَحْوِ النِّسَاءِ جَوَادَهُ   وَاَحْزَانُهُ مِنْهَا الْفُؤَادُ قَدِ امْتَلٰی

پھر حضرت نے باگ گھوڑے کی خیمہ و اہلبیتِ اطہار کی طرف پھیری اور دلِ اقدس اس امامِ مظلوم کا غم و الم سے بھرا تھا۔

وَنَادٰی اَلَا یَا اَهْلَ بَیْتِي تَصَبَّرُوا   عَلَی الْفَقْرِ بَعْدِي وَالشَّدَائِدِ وَالْبَلَاءِ

اور پکارے کہ اے میرے اہلبیت صبر کرو اُن بلاؤں اور سختیوں پر جو میرے بعد تم کو پہنچیں گی۔

فَاِنِّي لِهٰذَا الْیَوْمِ اَرْحَلُ عَنْکُمُ   عَلَی الرَّغْمِ مِنِّي لَا مَلَالًا وَلَا قِلَی

کیونکہ میں بہ مجبوری تمھارے پاس سے جا رہا ہوں، نہ تم سے رنجیدہ ہو کر نہ بگڑ کر

فَقُومُوا جَمِیعًا اَهْلَ بَیْتِي وَاَسْرِعُوا   اُوَدِّعُکُمْ وَالدَّمْعُ فِي الْخَدِّ مُسْبَلَا

پس اے میرے اہلبیت اٹھو اور جلد آؤ تاکہ آنسوؤں کے ساتھ تم کو وداع کروں اشک رخسارِ مبارک سے جاری تھے۔

فَصَبْرًا جَمِیلًا وَاتَّقُوا اللهَ اِنَّهُ   سَیَجْزِیکُمْ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَاَفْضَلَا

پس صبرِ جمیل اور پرہیزگاری مدِّ نظر رکھو۔ عنقریب خدائے تعالیٰ تم کو بہترین جزا عطا کرے گا

وَاَثْنٰی عَلٰی اَهْلِ الْعِنَادِ مُبَادِرًا   یُحَامِي عَنْ دِینِ الْمُهَیْمِنِ وَالْعُلٰی

یہ کہہ کر آپ دینِ خدا کی حمایت کرنے کے لئے جلدی سے اہلِ عناد کے مقابل آئے۔

وَصَالَ عَلَیْهِمْ کَالْهِزَبْرِ مُجَاهِدًا   کَفِعْلِ اَبِیهِ لَمْ یَذِلَّ وَیَخْذُلَا

اور مثل شیر ببر کے اس قوم پر حملہ کیا اور مانند اپنے پدر عالی مقدار کے کبھی ذلیل و مخذول نہ ہوئے۔

فَمَالَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ   فَاَلْقُوهُ عَنْ مَظْهَرِ الْجَوَادِ مُعَجَّلَا

پس قوم جفا کار نے ہر طرف سے حملہ کیا اور اُس مظلوم کو گھوڑے کی پیٹھ سے گرادیا۔

فَخَرَّ كَرِيْمُ السِّبْطِ يَا لَكَ نَكْبَةً   بِهَا اَصْبَحَ الدِّيْنُ الْقَوِيْمُ مُعَطَّلَا

پس وہ جناب پشت زین سے زمین کربلا پر گرے اور آپ کے گرنے سے دینِ خدا معطل اور بیکار ہوا۔

فَاَوْقَعَتِ السَّبْعُ الشِّدَادُ زُلْزِلَتْ   وَنَاحَتْ عَلَيْهِ الْجِنُّ وَالْوُحُوْشُ فِي الْفَلَا

پس ساتوں آسمان زلزلہ میں آئے اور ان پر نوحہ کیا جن اور وحشیانِ صحرا نے۔

وَرَاحَ جَوَادُ السِّبْطِ نَحْوَ نِسَائِهِ   يَنُوْحُ وَيَنْعَى الظَّامِيَّ الْمُتَرَمِّلَا

اور فرزند شہید امام کا رہوار وفادار خیمۂ اہلبیت کی طرف نوحہ کرتا ہوا روانہ ہوا جو اُس تشنہ و خاک و خون طپیدہ کی خبر شہادت دیتا تھا۔

خَرَجْنَ بُنَيَّاتُ الْبَتُوْلِ حَوَاسِرًا   فَعَايَنَّ مَهْوَ السِّبْطِ وَالسَّرْجَ قَدْ خَلَا

اُس وقت فاطمہ زہراؑ کی بیٹیاں کھُلے سر باہر نکلیں۔ اور ذوالجناح کو خالی زین دیکھا

فَاَدْمَيْنَ بِاللَّطْمِ الْخُدُوْدَ لِفَقْدِهِ   وَاَسْكَبْنَ دَمْعًا حَرُّهٗ لَيْسَ يُصْطَلٰى

پس وہ اپنے رخساروں پر طمانچے لگاتی تھیں اور اس سوزش سے آنسو بہاتی تھیں اور جس کی حرارت سے ان کے علاوہ کوئی جلنے والا نہ تھا۔

لَمْ اَنْسَ زَيْنَبَ تَسْتَغِيْثُ سَكِيْنَةً   اَخِيْ كُنْتَ لِيْ حِصْنًا حَصِيْنًا وَمَوْئِلَا

مجھ کو زینب تفتیدہ جگر کے نالے نہیں بھولتے جو بحالِ تباہ فریاد کر رہی تھیں کہ اے بھائی آپ میرے لیے ایک قلعہ کی طرح جائے پناہ تھے۔

اَخِيْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ لَكَ الْفِدَا   فَقَدْ خِبْتُ فِيْمَا كُنْتُ فِيْهِ اُؤَمِّلَا

میرے بھائی میں یہ تمنا کرتی تھی کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں گی، افسوس کہ میری یہ مراد پوری نہ ہوئی

اَخِيْ يَا قَتِيْلَ الْاَدْعِيَاءِ كَسَرْتَنِيْ   وَاَوْرَثْتَنِيْ حُزْنًا مُقِيْمًا مُطَوَّلَا

اے بھائی اے شہید گروہِ زنازادگان مجھ کو آپ کی شہادت نے تباہ کر دیا اور نہ زائل ہونیوالا غم دے دیا

اَخِيْ لَيْتَنِيْ اَصْبَحْتُ عَمْيَاءَ وَلَا اَرٰى   جَبِيْنَكَ وَالْوَجْهَ الْجَمِيْلَ الْمُرَمَّلَا

اے بھائی کاش کہ میں نابینا ہو جاتی اور نہ دیکھتی کہ آپ کی پیشانی اور روئے مبارک خاک و خون میں بھرا ہوا

وَتَدْعُوْ اِلَى الزَّهْرَاءِ بِنْتِ مُحَمَّدٍ   اَيَا اُمِّ رُكْنِيْ قَدْ وَهٰى وَتَزَلْزَلَا

کبھی زینب خاتون جناب فاطمہؑ سے مخاطب ہو کر فرماتی تھیں کہ اے مادرِ مہربان اب میرا ستونِ محکم خم ہوگیا اور تزلزل میں آگیا۔

اَيَا اُمِّ قَدْ اَمْسٰى حَبِيْبُكِ بِالْعَرَا   طَرِيْحًا ذَبِيْحًا بِالدِّمَاءِ مُغَسَّلَا

اے مادرِ بزرگوار! آپ کے پیارے فرزند کو دشتِ کربلا میں ذبح کیا اور اُس کا بدن نازنین خاک و خون میں غلطاں ہے۔

يَا اُمِّ نُوْحِيْ فَالْكَرِيْمُ عَلَى الْقَنَا   يَلُوْحُ كَالْبَدْرِ الْمُنِيْرِ اِذَا انْجَلٰى

اے مادرِ مہربان نوحہ کیجئے آپ کے حسینؑ کا سر نیزہ پر ہے اور مثلِ ماہِ تاباں کے چمکتا ہے۔

وَنُوْحِيْ عَلَى النَّحْرِ الْخَضِيْبِ وَاَسْكِبِيْ   دُمُوْعًا عَلَى الْخَدِّ التَّرِيْبِ الْمُرَمَّلَا

اور نوحہ کیجئے اُس حلق بریدہ پر جس کے چہرہ کا خضاب خون سے ہوا اور روئیے اس کے رخسارِ خاک و خون آلود پر

وَنُوْحِيْ عَلَى الْجِسْمِ التَّرِيْبِ تَدُوْسُهٗ   خُيُوْلُ بَنِيْ سُفْيَانَ فِيْ اَرْضِ كَرْبَلَا

اور نوحہ کیجئے اُس جسم خاک آلودہ پر جس کو بنی سفیان کے گھوڑے ارضِ کربلا میں پامال کر رہے تھے۔

وَنُوْحِيْ عَلَى السَّجَّادِ فِي الْاَسْرِ بَعْدَهٗ   يُقَادُ اِلَى الرِّجْسِ اللَّعِيْنِ مُغَلَّلَا

اور نوحہ کیجئے سید سجاد پر کہ جن کو قید کے بعد طوق و زنجیر پہنا کر ناپاک و لعین کے روبرو لے گئے

فَيَا حَسْرَةً مَا تَنْقَضِيْ وَمُصِيْبَةً   اِلٰى اَنْ نَرَى الْمَهْدِيَّ بِالنَّصْرِ اَقْبَلَا

پس وائے حسرت یہ مصیبت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ ہم دیکھیں کہ مہدی ہادی صاحب العصر علیہ السلام مدد کو تشریف لائیں۔

اِمَامٌ يُقِيْمُ الدِّيْنَ بَعْدَ خَفَائِهٖ   اِمَامٌ لَهٗ رَبُّ السَّمٰوٰتِ فَضَّلَا

یہ وہ امام ہے جو دینِ خدا پوشیدہ ہونے کے بعد قائم رہے گا اور یہ وہ امام ہے کہ خداوندِ آسمان و زمین نے اس کو بزرگی دی ہے۔

اَيَا اٰلَ طٰهٰ! يَا رَجَائِيْ وَعُدَّتِيْ   دَعُوْنِيْ اَيَا اَهْلَ الْمَفَاخِرِ وَالْعُلٰى

اے آلِ طٰہٰ! اے میری امیدگاہ اور پناہ گاہ اور میری مدد کو پہنچنے والے اے اہلِ فخر و بزرگی

يَمِيْنًا بِرَبِّيْ مَا ذَكَرْتُ مُصَابَكُمْ   اَيَا سَادَتِيْ اِلَّا اَبِيْتُ مُقَلْقَلَا

قسم خدا کی میں آپ کی مصیبتوں کو نہیں یاد کرتا مگر یہ کہ تمام رات مصیبت و بے قراری میں بسر کرتا ہوں

وَحُزْنِيْ عَلَيْكُمْ كُلَّ اٰنٍ مُجَدَّدٌ   مُقِيْمٌ اِلٰى اَنْ اَسْكُنَ التُّرْبَ الْبِلٰى

پس آپ کا غم و الم مرتے دم تک میرے دل میں باقی رہے گا۔

عُبَیْدُ کُمُ الْعَبْدُ الْحَقِیْرُ مُحَمَّدٌ کَئِیْبٌ وَقَدْ اَمْسٰی عَلَیْکُمْ مُعَوَّلَا

آپ کا کمترین غلام محمد حزین و غمگین ہے اور آپ پر بھروسا اور اعتماد رکھتا ہے۔

یُؤَمِّلُکُمْ یَاسَادَتِیْ تَشْفَعُوْا لَہٗ اِذَا مَا اَتٰی یَوْمُ الْحِسَابِ لِیُسْئَلَا

اے میرے سردارو! یوم حساب میری شفاعت کرنا

فَوَاللّٰہِ مَا اَرْجُو النَّجَاۃَ لِغَیْرِکُمْ غَدًا یَوْمَ اِنِّیْ خَائِفًا مُتَوَجِّلَا

فردائے قیامت جب عرصۂ محشر میں آؤں گا تو آپ کے علاوہ کسی سے امیدِ شفاعت نہیں ہے۔

اِذَا فَرَّمِنِّیْ وَالِدِیْ وَمُصَاحِبِیْ وَعَایَنْتُ مَا قَدَّمْتُ فِیْ زَمَنٍ خَلَا

یہ وہ وقت ہوگا کہ مجھ سے میرے باپ اور دوست فرار کریں گے اور میں اُن اعمالوں کو دیکھوں گا جو زمانِ گذشتہ میں بجالایا ہوں۔

وَمُنُّوْا عَلَی الْحُضَّارِ بِالْعَفْوِ فِیْ غَدٍ لِاَنَّ بِکُمْ قَدْرِیْ وَقَدْرُھُمْ عَلَا

اور فردائے قیامت حاضرینِ مجلس پر بھی منّت و احسان کیجیے کیونکہ آپ کی دوستی کی وجہ سے مرتبہ اُن کا بلند ہوا۔

عَلَیْکُمْ سَلَامُ اللّٰہِ یَا اٰلَ مُحَمَّدٍ سَلَامٌ عَلٰی مَرِّ الزَّمَانِ مُطَوَّلَا

تم پر سلام ہو اے آلِ محمد وہ سلام جو بطولِ زمان باقی رہے۔

حسینؑ مظلوم پر زینبؑ کے مرثیے

تَمَسَّکْ بِالْکِتَابِ وَمَنْ تَلَاہُ فَاَھْلُ الْبَیْتِ ھُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ

قرآن اور اس کے قرین سے تمسک کر کیونکہ اہلبیتؑ ہی صاحبِ کتاب ہیں

بِھِمْ نَزَلَ الْکِتَابُ وَھُمْ تَلَوْہُ وَھُمْ کَانُوا الْھُدَاۃَ اِلَی الصَّوَابِ

انھیں پر کتاب نازل ہوئی اور وہی اُس کے قرین ہیں اور وہی صاحبِ ہدایت و صواب ہیں

اِمَامِیْ وَحَّدَ الرَّحْمٰنَ طِفْلًا وَاٰمَنَ قَبْلَ تَشْدِیْدِ الْخِطَابِ

میرے امام علی علیہ السّلام نے بچپن میں حق تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھا اور ایمان لائے پیش از اں کہ اسلام قوت پائے۔

عَلِیٌّ کَانَ صِدِّیْقَ الْبَرَایَا عَلِیٌّ کَانَ فَارُوْقَ الْعَذَابِ

علیؑ صدیقِ اکبر ہیں تمام خلق میں اور علیؑ ثواب و عذاب میں حدِّ فاصل ہیں

شَفِیْعِیْ فِی الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّیْ نَبِیِّیْ وَالْوَصِیُّ اَبُوْ تُرَابِ

بروزِ قیامت پیشِ پروردگار میری شفاعت کرنے والی نبیؐ اور ان کے وصی ابوتراب ہیں۔

وَفَاطِمَۃُ الْبَتُوْلُ وَسَیِّدَا مَنْ یُخَلَّدُ فِی الْجِنَانِ مَعَ الشَّبَابِ

اور فاطمہ زہراؑ اور دونوں سردار جوانانِ اہلِ بہشت یعنی حسنؑ و حسینؑ (میرے شفیع ہیں)

عَلَی الطَّفِّ السَّلَامُ وَسَاکِنِیْہِ وَرَوْحُ اللّٰہِ فِیْ تِلْکَ الْقِبَابِ

سلام ہو خاکِ کربلا پر اس کے رہنے والوں پر رحمت خدا کی ہو اس زمینِ پاک پر

نُفُوْسٌ قُدِّسَتْ فِی الْاَرْضِ قِدْمًا وَقَدْ خَلَصَتْ مِنَ النُّطَفِ الْعِذَابِ

یہ وہ نفوس ہیں جو زمانِ قدیم سے پاک تھے اور ابھی باپ کے صلب میں تھے کہ عذابِ خدا سے بری ہوگئے

مَضَاجِعُ فِتْیَۃٍ عَبَدُوْا وَاَفْنَامُوْا ھُجُوْدًا فِی الْفَدَافِدِ وَالشِّعَابِ

یہاں کچھ ایسے جوانوں کی خواب گاہیں ہیں جو عبادت کرتے کرتے تھک کر اس زمین کے نشیب و فراز میں سوگئے

وَصُیِّرَتِ الْقُبُوْرُ لَھُمْ قُصُوْرًا مُنَاخًا ذَاتَ اَفْنِیَۃٍ رِحَابِ

اور اُن کی قبریں عریض و وسیع قصروں کی شکل میں مبدل ہوگئی ہیں

لَئِنْ وَارَتْھُمْ اَطْبَاقُ اَرْضٍ کَمَا اُغْمِدَتْ سَیْفًا فِیْ قِرَابِ

زمین نے اس طرح ان کو پوشیدہ کیا ہے جس طرح شمشیر کو نیام چھپاتی ہے

کَمَا قْمَارٍ اِذَا اجَاسُوْا رُوَاضٌ وَاُسَادٌ اِذَا رَکِبُوْا غِضَابِ

یہ جب تک اپنے گھروں میں تھے مانند ماہِ تاباں تھے اور جب جنگ و جدال میں سوار ہوئے تو مثل شیرژیاں تھے

لَقَدْ کَانُوا الْبِحَارَ لِمَنْ اَتَاھُمْ مِنَ الْعَافِیْنَ وَالْھَلْکَی السِّغَابِ

اور بلاشبہ یہ مثل دریا تھے ان کے لیے جو اُن کے پاس بھوکے اور پیاسے آتے تھے

فَقَدْ نُقِلُوْا اِلٰی جَنَّاتِ عَدْنٍ وَقَدْ عِیْضُوا النَّعِیْمَ مِنَ الْعِقَابِ

پس اب اُن جنّات عدن کی طرف لے جایا گیا اور دنیا کے مصائب کے بدلے ان کو نعمتِ عقبیٰ عطا ہوئی

بَنَاتُ مُحَمَّدٍ اَضْحَتْ سَبَایَا یُسَقْنَ مَعَ الْاُسَارٰی وَالنِّھَابِ

رسولِ خدا کی بیٹیاں قید ہوئی ہیں اور اسیروں کے ساتھ لٹی ہوئی نکلیں

مُغَبَّرَۃَ الذُّیُوْلِ مُکَشَّفَاتٍ کَسَبْیِ الرُّوْمِ دَامِیَۃَ الْکِعَابِ

ان کے دامن گرد میں اٹے ہوئے، چہرے کھلے ہوئے، پیر خون میں آلود جیسے روم کے قیدی ہوتے ہیں

لَئِنْ اُبْرِزْنَ کُرْھًا مِنْ حِجَابٍ فَھُنَّ مِنَ التَّعَفُّفِ فِیْ حِجَابِ

وہ اگرچہ بجبر واکراہ پا برہنہ باہر نکلیں بسبب عصمت وعفت کے گویا کہ پردہ نشین تھیں

أَيُبْحَلُ فِي الْفُرَاتِ عَلَى الْحُسَيْنِ   وَقَدْ أَضْحَى مُبَاحًا لِلْكِلَابِ

حسینؑ مظلوم پر پانی بند کیا گیا   لیکن کتوں کے لئے وہ مباح تھا

فَلِي قَلْبٌ عَلَيْهِ ذُو الْتِهَابٍ   وَلِي جَفْنٌ عَلَيْهِ ذُو انْسِكَابٍ

میرے دل میں آتشِ غم بھڑک رہی ہے اور میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں

حضرت زینبؑ کا ایک اور مرثیہ جو آپ نے اُسوقت ارشاد فرمایا جب آپکو شہر دمشق میں داخل کیا گیا

أَمَا شَجَاكَ يَا سَكَنَ قَتْلُ الْحُسَيْنِ وَالْحَسَنْ   ظَمْآنَ مِنْ طُولِ الْحَزَنْ وَكُلُّ وَغْدٍ نَاهِلٌ

اے دمشق کے ساکنو! کیا تمہارا دل نہیں کڑھتا اس بات پر کہ حسنؑ بہ غم واندوہ مرڈالے گئے اور حسینؑ بھی تشنہ لب شہید ہوئے اور ہر ناکس سیراب تھا۔

يَقُولُ يَا قَوْمُ أَبِي عَلِيٌّ نِ الْبَرُّ التَّقِي   وَفَاطِمُ أُمِّي الَّتِي لَهَا التُّقَى وَالنَّائِلُ

حسینؑ فرماتے تھے کہ اے قوم پدرِ بزرگوار میرے علی مرتضیٰؑ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اور مادرِ گرامی میری فاطمہؑ صاحبِ تقویٰ وسخاوت ہیں۔

مُنُّوا عَلَى ابْنِ الْمُصْطَفَى بِشُرْبَةٍ يُحْيِي بِهَا   أَطْفَالَنَا مِنَ الظَّمَا حَيْثُ الْفُرَاتُ سَائِلٌ

حسین کہتے تھے اس بہتی ہوئی فرات سے ایک چلّو پانی دے کر میرے بچوں کی جان بچالو

قَالُوا لَهُ لَا مَاءَ لَا إِلَّا السُّيُوفُ وَالْقَنَا   فَانْزِلْ بِحُكْمِ الْأَدْعِيَا فَقَالَ بَلْ أُنَاضِلُ

لیکن لوگوں نے جواب دیا: حسینؑ! ہمارے پاس سوائے آبِ شمشیر و نیزہ کے دوسرا پانی نہیں ہے لہٰذا امیر کی اطاعت کرلیجئے۔ حسینؑ نے کہا میں جنگ کروں گا۔

حَتَّى أَتَاهُ مُشْقَصٌ رَمَاهُ وَغْدٌ أَبْرَصُ   مِنْ سَقَرٍ لَا يَخْلُصُ رِجْسٌ دَعِيٌّ وَاغِلٌ

یہاں تک کہ ایک پیکانِ تیر اُس مظلوم امام کے لگا جس کو ایک ناکس مبروص جہنمی ناپاک زنازادہ فرومایہ نے پھینکا تھا۔

نَهَلَّلُوا الْخِتْلِهِ وَأَعْصَوْصَبُوا لِقَتْلِهِ   وَمَوْتُهُ فِي فَضْلِهِ قَدْ أَقْحَمَ الْمُنَاضِلُ

پھر وہ دھوکہ دینے کے لئے تہلیل و تکبیر کرنے لگے اور حسینؑ کے قتل کے لئے جمع ہوئے پس حسینؑ اس مبارزہ میں مارے گئے جہاں لوگوں کے قدم ٹھٹھک جاتے ہیں۔

وَعَفَّرُوا جَبِينَهُ وَخَضَّبُوا عُثْنُونَهُ   بِالدَّمِ يَا مُعِينَهُ مَا أَنْتَ عَنْهُ غَافِلٌ

ہائے! ان کی نورانی پیشانی کو خاک میں ملایا اور ریشِ مبارک کو خون سے رنگین کیا۔ اے معین، مددگار تو ان کے حال سے غافل نہیں ہے۔

وَهَتَّكُوا حَرِيمَهُ وَذَبَحُوا فَطِيمَهُ   وَأَسَرُوا كُلْثُومَهُ وَسِيقَتِ الْحَلَائِلُ

اور اس کے اہلِ حرم کی ہتکِ حرمت کی اُس کے طفلِ شیرخوار کو ذبح کیا اور اُس کی بہن اُمِّ کلثوم کو قید کیا اور اُس کے حرم کو شہر بہ شہر پھرایا۔

يُسَقْنَ بِالتَّنَائِفِ يُفْجَحْنَ بِالْهَوَاتِفِ   وَأَدْمُعٍ ذَوَارِفَ عُقُولُهَا ذَوَائِلُ

وہ بیبیاں جنگلوں میں اس طرح پھرائی جارہی ہیں کہ منادی ان کے دیکھنے کے لئے ندا کررہا ہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور شدّتِ حیا سے وہ مدہوش ہوچکی ہیں۔

يَقُلْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا جَدَّنَا يَا أَحْمَدُ   قَدْ أَسَرَتْنَا الْأَعْبُدُ وَكُلُّنَا ثَوَاكِلُ

وہ یہ نالہ وفریاد کررہی ہیں کہ اے جدِّ امجد! اے محمدِ مصطفیٰؐ! اے احمدِ مجتبیٰؐ! یہ غلام ہم کو قید کرکے لئے جاتے ہیں اور ہم سب اپنے اپنے عزیزوں کے غم میں صاحبِ عزا ہیں۔

تُهْدَى سَبَايَا كَرْبَلَا إِلَى اللِّئَامِ وَالْبَلَاءِ   قَدْ اشْتَعَلْنَ بِالدِّمَاءِ لَيْسَ لَهُنَّ نَاعِلُ

کربلا کے قیدیوں کو لئیموں اور بلاؤں کی طرف لئے جاتے ہیں۔ ان کے برہنہ پیر خون میں بھرے ہوئے ہیں۔

إِلَى يَزِيدِ الطَّاغِيَهْ مَعْدَنِ كُلِّ دَاهِيَهْ   مِنْ نَحْوِ بَابِ الْجَابِيَهْ فَجَاحِدٌ وَخَاذِلٌ

یزید سرکش و مکّار و کافر و بے دین کی طرف دروازہ جابیہ سے اُن کو لئے جاتے ہیں۔

حَتَّى دَنَا بَدْرُ الدُّجَى رَأْسُ الْإِمَامِ الْمُرْتَجَى   بَيْنَ يَدَيْ شَرِّ الْوَرَى ذَاكَ اللَّعِينُ الْقَاتِلُ

یہاں تک کہ حسینؑ کا سرِ مبارک جو مثل ماہِ تابانِ درخشاں تھا روبرو اُس بدترینِ خلائق کے رکھا گیا۔

يَظَلُّ بِبَنَانِهِ قَضِيبُ خَيْزُرَانِهِ   يَنْكُتُ فِي أَسْنَانِهِ قُطِّعَتِ الْأَنَامِلُ

اُس ملعون کی انگلیوں میں ایک چھڑی تھی جسے وہ حسینؑ کے دندانِ مبارک پر مرنے لگا، خدا اس کی انگلیوں کو توڑے۔

أَنَامِلُ لِجَاحِدٍ وَحَاقِدٍ مُرَاصِدٍ   مُكَائِدٍ مُعَانِدٍ فِي صَدْرِهِ غَوَائِلُ

وہ انگلیاں منکرِ خدا اور کینہ ور اور بدخواہ ومکّار اور ہمارے دشمن کی تھیں جس کے دل میں کینہ پُر تھا۔

طَوَائِلُ بَدْرِيَةٍ غَوَائِلُ كُفْرِيَّةٍ شَوْهَاءُ جَاهِلِيَةٍ ذَلَّتْ لَهَا الْاَفَاضِلُ

اور یہ کینے اُس [illegible] بہت پرانے زمانۂ کفر و جاہلیت و جنگ بدر کے وقت سے چلے آتے تھے جن کی وجہ سے صاحبانِ عزت کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

فَيَا عُيُونِي اِسْكَبِي عَلٰى بَنِي بِنْتِ النَّبِي بِفَيْضِ دَمْعٍ نَاضِبٍ كَذَاكَ يَبْكِي الْعَاقِلُ

پس اے چشم فرزندانِ دخترِ رسولؐ خدا پر سیلابِ اشک بہا کہ عاقل کو چاہیے کہ ہمیشہ ان حضرات پر گریہ کرے۔

بَابْ (۸)

اِس امر کے بیان میں کہ خداوندِ کریم نے قاتلانِ حسینؑ کے عذاب میں کیوں تاخیر فرمائی

کتاب علل الشرائع اور عیون الاخبار الرضا میں ابوالصلت ہروی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا ابن رسول اللہؐ اس حدیث کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب صاحب الزمانؑ ظہور کریں گے تو قاتلانِ حسینؑ کی اولاد کو ان کے آباؤ اجداد کے افعال کے بدلے میں قتل فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا درست ہے۔ یہ حدیث اسی طور پر ہے۔ میں نے عرض کی پس اس آیت کا مطلب ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی* یعنی کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا درست ہے۔ جناب احدیت اپنے جمیع کلمات میں صادق ہے لیکن چونکہ قاتلانِ حسینؑ کی اولاد اپنے آباؤ اجداد کے افعال پر راضی و خوشنود ہے بلکہ اس پر فخر و مباہات کرتی ہے اس لئے اپنے آباؤ اجداد کے جرم میں شریک سمجھی جائے گی کیونکہ جو شخص کسی کام پر راضی ہو تو وہ اس شخص کے مانند ہے جو اس فعل کا مرتکب ہوا ہو۔ اور اگر ایک شخص مشرق میں کسی کو مار ڈالے اور دوسرا شخص مغرب میں اُس کے قتل پر راضی ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک وہ بھی شریکِ قاتل ہے اور جناب صاحب الزمان علیہ السلام اُن لوگوں کو اسی سبب سے قتل کریں گے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے افعال پر رضامند ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ جب قائم آلِ عبا قیام فرمائیں گے تو شروع کس کام سے کریں گے؟ فرمایا پہلے بنی شیبہ کے ہاتھ کٹوائیں گے کیونکہ یہ خانۂ خدا کے چور ہیں۔

تفسیر امام عسکری میں مذکور ہے کہ ان حضرت نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام گنہگارانِ بنی اسرائیل جو عذابِ الٰہی سے بصورتِ میمون مسخ ہوگئے تھے کا حال بیان فرما رہے تھے۔ آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان کو اس سبب سے معذب فرمایا کہ انھوں نے روزِ شنبہ مچھلی کا شکار کیا تھا پس ان کا کیا حال ہوگا جنھوں نے اولادِ رسولؐ کو قتل کیا اور انکے ناموس کو ہتک کیا اگر حق تعالیٰ ان کو دنیا میں مسخ کرتا تو قیامت میں ان پر مسخ کرنے سے کہیں سوا عذاب فرماتا۔ پس حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہؐ! میں نے اِس حدیث کو اہلِ خلاف کے سامنے ذکر کیا تھا پس ان میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ اگر قتل کرنا حسینؑ کا شکارِ ماہی سے زیادہ ہوتا تو چاہیے تھا کہ حق تعالیٰ قاتلانِ حسینؑ کو بھی فوراً مسخ کر دیتا۔ حضرت نے فرمایا تو

* سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵

اس کے جواب میں کہہ کہ شیطان کا گناہ ان لوگوں کے گناہوں سے زیادہ ہیں جو شیطان کے ورغلانے سے گناہ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جنابِ احدیت نے بہت سے گناہگاروں کو جیسے فرعون و قومِ نوحؑ کہ ان کے گناہ شیطان کے گناہوں سے کم تھے معذب کیا اور ان کو ہلاک کیا اور ابلیس سراپا تلبیس کو جو عقاب کا زیادہ سزاوار ہے اور جو کچھ فساد ہوتا ہے اسی کے سبب سے ہوتا ہے کوئی عذاب نہ فرمایا۔ کھابات یہ ہے کہ حق تعالیٰ الحکیم علی الاطلاق ہے ہلاک کرنا اور مہلت دینا اس کا دونوں بربنائے حکمت و مصلحت ہوتا ہے پس یہی حال مچھلی کے شکار کرنے والوں اور امام حسین علیہ السّلام کے قاتلوں کا ہے کہ حق تعالیٰ دونوں کے احوال سے پوری طرح اطلاع رکھتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ صواب و حکمت کو خوب جانتا ہے اور کسی کو اسکے کام میں جائے گفتگو نہیں ہے اور کوئی اس کے قول میں چون و چرا نہیں کر سکتا اور بندوں کے فعلوں کی پرسش ہوگی۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدینؑ کا کلام اس مقام پر پہنچا تو ایک شخص نے حضارِ محفل فیض آثار میں سے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ! حق تعالیٰ کس طرح سے اولادِ بے گناہ کو اُن کے آبا و اجداد کے گناہوں پر عذاب کرے گا حالانکہ اللہ خود فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ یعنی کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید لغتِ عرب میں نازل ہوا ہے اور عرب اپنی قوم کے افعال کو اپنی طرف نسبت دیتے ہیں، مثلاً مقامِ ملامت میں قومِ بنی تمیم سے کہتے ہیں کہ تم نے فلاں شہر کو غارت کیا اور اس کے اہل کو قتل کیا درآنحالیکہ ان میں سے ایک شخص نے قتل و غارت کیا ہے اور ازراہِ فخر کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا کام کیا ہے حالانکہ خود نہیں کیا اس کی قوم نے کیا ہے۔ اس آیۂ شریفہ میں بھی خداوندِ عالم نے ان کے اسلاف پر توبیخ فرمائی اور اُن کی اولاد پر ملامت کی، لہٰذا یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ذریتِ قاتلانِ امامؑ سے انتقام لے گا، کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کے اطوارِ ناشائستہ پر راضی ہیں اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور اس صورت میں جائز ہے کہ اُن افعال کو ان کی طرف نسبت دیں کیونکہ یہ سب حرکاتِ ناشائستہ ان کی مرضی کے موافق ہیں۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام بحقِ ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے قسم خدا کی صاحب الامرؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی اولاد سے قتال فرمائیں گے بسبب اُن افعالِ قبیحہ کے کہ جو اُن کے آبا و اجداد سے صادر ہوئے ہیں۔

کتاب کامل الزیارات میں حضرتِ صادقؑ سے روایت ہے کہ لَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ (نہیں ہے ظلم و عدوان مگر قاتلوں پر) سے مراد اولادِ قاتلانِ جنابِ سید الشہداء علیہ السّلام ہیں۔ کتاب مذکور میں دوسری سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے

[illegible]

کہ شاید اس آیۂ شریفہ میں عدوان سے مراد وہ چیز ہے کہ جسے بظاہر عدوان کہیں اگرچہ حقیقت میں موافق عدل کے ہو۔

کتاب کامل الزیارات میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے آپ نے آیۂ شریفہ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ یعنی اذن دیا گیا ہے ان لوگوں کو جو قتال اور جہاد اس لئے کرتے ہیں کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور حق تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ فرمایا کہ اس سے مراد علی ابن ابیطالبؑ اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

کتاب مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آیۂ کریمہ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کے مطابق کتاب توریت میں لکھ دیا ہے کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے، مرتبہ اوّل سے مراد قتل علی ابن ابی طالبؑ ہے اور مرتبہ دوم سے تیر باراں کرنا حضرت امام حسنؑ کے جنازہ کا وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا (اور تم سخت سرکشی کرو گے) حضرت نے ارشاد کیا اس سے مراد قتلِ امام حسین علیہ السّلام ہے فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا (پس جس وقت ان دو میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا) اس سے مراد حسینؑ بن علیؑ کی نصرت کا وقت ہے۔ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ (ہم نے اپنے قوی بندوں کو بھیجا پس وہ ہر طرف شہروں میں قتل و غارت کے لئے دوڑ پڑے) حضرت نے فرمایا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں حق تعالیٰ ظہورِ حضرت صاحب الامرؑ سے پہلے بھیجے گا جو تمام دشمنانِ اہلبیتؑ سے انتقام لیں گے اور وعدہ خدائے عزّ وجل کا پورا ہونیوالا ہے۔

کتابِ مذکور میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیہ کو تلاوت فرمایا کہ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ یعنی بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں زندگانیٔ دنیا میں اور بروزِ قیامت مدد کریں گے۔ حضرت نے فرمایا حسینؑ ابن علیؑ انھیں میں سے ہیں ابھی تک اُن کی مدد نہیں کی گئی۔ اس کے بعد ارشاد کیا اگرچہ حضرت امام حسینؑ کے قاتل قتل کئے گئے لیکن ابھی تک نہ تو آپ کا انتقام لیا گیا نہ قصاص پورا ہوا ہے۔

اسی کتاب میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیہ کے معنی پوچھے:۔ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ (یعنی جو شخص بظلم مارا گیا ہم نے اُس کے وارث کو قاتل پر مسلط کر دیا ہے پس وہ اس کے قصاص میں حد سے تجاوز نہ کرے) حضرت نے فرمایا اس سے مُراد قائم آلِ محمدؐ ہیں جو خروج کریں گے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کے خون کے عوض میں قتل کریں گے اور اگر تمام اہلِ زمین کو قتل کریں تو اسراف نہ ہوگا۔ اور فرمایا خدائے عزّ وجل کا یہ فرمانا کہ

[illegible]

فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز ایسی عمل میں نہیں لائیں گے جو اسراف ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا قسم بخدا کہ صاحب الامرؑ قاتلانِ حضرت امام حسینؑ کی اولاد کو قتل کریں گے بدلہ میں ان افعال کے جو اُن کے آباؤ اجداد سے سرزد ہوئے ہیں۔

تفسیرِ عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آپ نے تفسیر آیۂ کریمہ فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ کے اس طرح معنی فرمائے کہ خدائے عزّ و جل کسی شخص پر ظلم نہیں کرتا مگر نسل پر قاتلانِ امام حسینؑ کی۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۳)

کتاب مناقب ابن شہر آشوب اور تاریخ بغداد و خراسان و آبانہ و فردوس میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جنابِ رسولِ خداؐ کو وحی کی کہ تحقیق میں نے یحییٰ ابن زکریا علیہ السّلام کے عوض ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور تمھارے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کروں گا، اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ کے عوض میں اب تک سو ہزار آدمی قتل ہوئے اور ابھی ان کا انتقام نہیں لیا گیا اور قریب ہے کہ آپ کے خون کا انتقام لیا جائے۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جب بابا کے ساتھ تھا تو آپ جس منزل پر اُترتے یا وہاں سے کوچ فرماتے تھے تو برابر حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کو یاد فرماتے تھے اور ایک دن فرمایا کہ خدا کے نزدیک دنیائے فانی کی حقارت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ حضرت یحییٰؑ کا سر بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ کے لئے تحفہ میں بھیجا گیا۔ اس کی تفصیل میں مقاتل امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی بوڑھی ہوگئی تھی۔ اُس ملعونہ نے ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی کو بادشاہ کے نکاح میں لائے۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰؑ سے اس بات میں مشورہ لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے اسے اس امر سے منع کیا۔ وہ پیرزن ملعونہ مطلع ہوئی کہ حضرت یحییٰؑ نے بادشاہ کو منع کیا ہے۔ پس اُس فاحشہ نے اُس لڑکی کو آراستہ کیا اور بادشاہ کے پاس بھیجا، وہ مکّارہ بادشاہ کے پاس جا کر خوش طبعی و عشوہ و ناز کرنے لگی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہہ دیا مانگ جو مانگتی ہو، میں اس کو پورا کروں گا۔ اُس بے حیا نے کہا کہ میں اب یحییٰ بن زکریاؑ کا سر چاہتی ہوں، بادشاہ نے پوچھا اے دختر! اس کے علاوہ کوئی اور حاجت بھی رکھتی ہے؟ اس نے کہا میں سوا اُن کے سر کے اور کچھ نہیں چاہتی، اور معمول وہاں کا یہ تھا کہ جب بادشاہ بنی اسرائیل جھوٹ بولتا تھا یا خلافِ وعدہ کرتا تھا تو وہ بادشاہی سے معزول ہو جاتا تھا۔ پس بادشاہ اپنی سلطنت جانے اور قتلِ یحییٰؑ میں کمال متحیر تھا کہ ان دو امروں میں سے کسے اختیار کروں۔ بالآخر اُس بے دین نے حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا اور سرِ مطہر اُن کا ایک طشتِ طلاء میں رکھ کر اُس لڑکی کے پاس بھیج دیا۔ پھر اُس لڑکی کو

زمین نے نگل لیا۔ خداوندِ عالم نے اس قوم پر بخت نصر کو مسلّط کیا۔ بخت نصر نے اس قوم پر پہاڑوں پر سے پتھر پھینکے، لیکن مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس وقت ایک بڑھیا شہر سے باہر نکلی اور کہا کہ اے بادشاہ یہ شہر پیمبروں کا ہے اُس وقت تک فتح نہ ہوگا جب تک میرے کہنے پر عمل نہ ہوگا۔ بخت نصر نے کہا بتا جو تیری حاجت ہوگی روا کروں گا۔ پیرزن نے کہا کہ نجاسات و کثافات ان کی طرف پھینک، بادشاہ نے اُس کے کہنے پر عمل کیا، پس وہ قوم متفرق ہوگئی اور بخت نصر شہر میں داخل ہوگیا۔ پھر اُس نے ضعیفہ کو بلا کر کہا کہ تیری کیا حاجت ہے۔ اُس پیرزن نے کہا کہ اس شہر میں ایک خون جوش مارتا ہے، تجھ کو چاہیئے کہ اس قدر لوگوں کو قتل کرے کہ خون جوش مارنا چھوڑ دے اور ساکن ہو جائے۔ پس بخت نصر نے اُس خون کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ وہ ساکن ہوا۔ حضرت نے فرمایا: اے میرے فرزند علیؑ قسم خدا کی کہ میرا خون ساکن نہ ہوگا جب تک کہ خدائے عزّ و جل مہدی آخر الزمان علیہ السّلام کو بھیجے۔ پس وہ میرے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو اُن منافقین سے جو کافر و فاسق ہیں قتل کرے گا۔

باب (۹)

اُن عقوبات کے بیان میں جن کے نازل کرنے میں حق سبحانٗہ نے تعجیل کی

کتابِ مناقب میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد ملعون سے فرمایا کہ وہ بات میری آنکھوں کو خنک کرتی ہے یہ ہے کہ تو میرے بعد عراق کی گندم زیادہ نہ کھائے گا۔ عمر سعد بداختر نے از روئے تمسخر کہا کہ یا ابا عبداللہ جو پر گزارا کر لوں گا۔ پس جس طرح امام نے ارشاد کیا تھا ظہور میں آیا، اور اُس ملعون کو حکومتِ رے کی نصیب نہ ہوئی اور مختارؒ نے اُس نابکار کو قتل کیا۔

تاریخِ نسوی اور تاریخِ ابانہ عکبری میں مذکور ہے کہ ایک شخص جو کربلا میں حاضر تھا وہ ورس (ایک خوشبو) اٹھائے ہوئے تھا۔ پس وہ ورس خون ہوگیا اور بروزِ عاشورہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور ایک روایت میں ہے کہ لشکرِ عمر سعد میں جناب سیّد الشہدائؑ کے خیموں سے کچھ چیزیں خوشبو کی قسم سے لُوٹ لے گئے تھے پس جس عورت نے کہ اُن خوشبوؤں کو استعمال کیا وہ مبروص ہوگئی۔ ایک اور راوی روایت کرتا ہے کہ میں نے قاتلانِ حضرت امام حسینؑ سے دو ملعونوں کو دیکھا کہ ایک اُن میں سے ایک عارضۂ قبیح و فضیح میں مبتلا ہوا تھا اور دوسرے ملعون کا یہ حال تھا کہ وہ لعین شترِ آب کش کے پاس آتا تھا اور سارا پانی اس کا پی جاتا تھا اور سیراب نہ ہوتا تھا اور سبب اُس کا یہ تھا کہ اُس روسیاہ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو دیکھا کہ آپ فرات کے کنارے پانی پینا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے ایک تیر حضرتؑ کے مارا تھا، اُس وقت حضرت نے فرمایا تھا کہ خدائے عزّوجل تجھے پانی سے سیراب نہ کرے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ اور ایک روایت میں اسی طرح وارد ہوا ہے کہ ایک سگِ ناپاک نے قبیلۂ کلب سے ایک تیر حضرتؑ کو مارا جو آپ کے دہنِ مبارک میں لگا اور کنجِ دہنِ امامِ انام کا مجروح ہوا۔ اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ خدائے عزّوجل تجھے سیراب نہ کرے پس اُس ملعون پر پیاس کا ایسا غلبہ ہوا کہ اُس نے خود کو پانی میں گرا دیا اور اتنا پانی پیا کہ واصلِ جہنم ہوا۔ کتابِ مناقب میں ابنِ بابویہ سے اور تاریخِ طبری میں ابوالقاسم سے روایت کی ہے کہ ایک ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی کہ یا حسینؑ تم دریائے فرات سے ایک بوند نہ پینے پاؤ گے یہاں تک کہ مر جاؤ یا حکمِ امیر کی اطاعت کرو۔ حضرت نے فرمایا۔ خداوندا! اس ملعون کو شدتِ تشنگی سے ہلاک کر اور ہرگز اس کو نہ بخش۔ پس تشنگی نے اُس ملعون پر غلبہ کیا۔ جس قدر پانی پیتا تھا اُس کی تشنگی اور بڑھتی تھی اور واعطشا کے نعرے مارتا تھا یہاں تک کہ اُس ملعون کا پیٹ پھٹ گیا۔

اور واصلِ جہنم ہوا۔ اور تاریخ طبری میں مرقوم ہے کہ وہ ملعون عبداللہ بن حصین ازدی تھا اور یہ روایت حمید ابن مسلم سے ہے اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہے کہ وہ لعین قبیلۂ دارم سے تھا۔

اور کتاب فضائل العترۃ میں مروی ہے کہ ایک ملعون دارمی نے حضرت کے روئے مبارک پر تیر مارا اور آپ کے دہنِ اقدس سے خون جاری ہوا حضرت اُس خون کو چُلّو میں لے کر ہوا میں پھینکتے تھے۔ راوی کہتا ہے اُس ملعون کا یہ حال ہوا کہ اُس کے شکمِ نجس میں گرمی تھی اور پیٹھ پر سردی تھی آگے سے اُسے پنکھا کرتے اور برف رکھتے تھے اور پیچھے اس کے انگیٹھی میں آگ روشن کرتے تھے، باربار وہ پانی مانگتا تھا اور بٹ بٹ کے ٹٹے بھر کر پانی پی جاتا تھا اور پھر کہتا تھا پانی دو کہ پیاس مجھے ہلاک کئے ڈالتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آخرکار شکم اُس منافق کا شق ہوگیا۔

تاریخِ مذکور اور تاریخِ ابانہ میں منقول ہے کہ ابنِ حوزہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو پکارا اور کہا اے حسینؑ (معاذ اللہ) تمھیں بشارت ہو کہ تم دنیا ہی میں پیش از آخرت آگ کی طرف دوڑ گئے، حضرت نے فرمایا وائے تجھ پر آیا میں آگ کی طرف دوڑا، اُس لعین نے کہا ہاں! حضرت نے فرمایا! میرا پروردگار بخشنے والا اور رسولؐ شفاعت کرنے والا ہے۔ خداوندا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کو آگ کی طرف کھینچ! راوی کہتا ہے کہ اُس مردود نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری، گھوڑے نے شرارت کی اور اس طرح اُسے گرایا کہ ایک پاؤں اُس کا رکاب میں رہ گیا اور گھوڑا دوڑتا پھرتا تھا اور سر اُس ملعون کا ہر سنگ و درخت سے ٹکراتا تھا یہاں تک کہ واصلِ جہنم ہوا۔ اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ حضرت نے اُسے اس طرح نفرین فرمائی کہ خداوندا اس کو آگ کی طرف کھینچ اور اس کی گرمی اس ملعون کو چکھا اور اُسے دنیا میں پیش از اں کہ اس کی بازگشت آخرت کی طرف ہو اُسے جلا دے۔ پس وہ روسیاہ پشتِ اسپ سے خندقِ پُر از آتش میں گرا، اُس وقت جناب امام حسین علیہ السّلام نے سجدۂ شکرِ خدائے عزّوجل کیا۔

روایت میں ہے کہ ابحر بن کعب لعین کے دونوں ہاتھوں سے جاڑوں میں پانی بہا کرتا تھا اور گرمی کی فصل میں وہ سوکھ کر مثل لکڑی کے ہو جاتے تھے، اور دوسری روایت میں اس طرح پر ہے کہ فصلِ گرما میں اُس کے دستہائے نجس سے خون بہتا تھا اور یہ وہ شقی وہ ملعون ہے جس نے حضرت کے کپڑے لئے تھے، اور جابر بن زید ملعون نے اُس جناب کا عمامہ لے کر اپنے سرِ نجس پر باندھا پس وہ دفعتہً مجنون ہوگیا اور سوا عمامہ کے اور کپڑے حضرت کے جو بحتہ ابن جوبہ ملعون لے کر پہنے پس مُنہ اس شقی کا متغیر د

ل یہ وہ شقی ہے جس نے وقتِ آخر امام حسین علیہ السّلام کے سرِ اقدس پر ضرب لگائی تھی جس سے عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ کٹ گئے تھے۔ (جزائری)

تیخ ہو گیا اور اُس کے سر کے بال جھڑ گئے اور بدن کی جلد اس کا مبروص ہو گیا اور ندیر جامہ بالائی اُس جناب کا بحر بن عمرو جرمی شقی نے لے کر پہنا۔ پس وہ شقی بھی اسی وقت لنجا ہو گیا۔

کتاب مناقب میں تاریخ طبری سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام زخم کاری سے سست اور ضعیف ہو گئے تھے تو ایک ملعون نے قبیلۂ کندہ سے جس کا نام مالک تھا قریب آ کر ایک تلوار حضرت کے سر مبارک پر لگائی اس وقت آپ کے سر مقدس پر ایک ٹوپی خز کی تھی اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ اے ملعون تجھ کو اس ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ ہو اور تجھے خدا عز و جل ظلموں کے ساتھ محشور کرے اور خون بھری ٹوپی حضرت نے زمین پر پھینک دی، وہ شقی اس ٹوپی کو اُٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اسکی زوجہ نے کہا اے ملعون! تو جامۂ حسینؑ میرے گھر میں لایا ہے اب میرا اور تیرا سر ہرگز جمع نہ ہو گا۔ راوی کہتا ہے کہ مالک کندی ملعون ہمیشہ فقر و فاقہ میں مبتلا رہا یہاں تک کہ گندۂ آتش مالک ہوا۔

جابر بن ہاشم روایت کرتا ہے کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص امام کے سامان سے زعفران اور ایک اونٹ لوٹ لایا تھا جس وقت اس نے زعفران کو کوٹا تو اُس میں سے آگ نکلی، اس کی زوجہ نے وہ زعفران ہاتھ میں ملی تو عارضۂ برص اُسے عارض ہوا اور جب اُس اونٹ کو ذبح کیا تو جس جگہ چھری مارتے تھے آگ نکلتی تھی اور جب اُس کے ٹکڑے کئے تو اندر سے آگ نکلی اور پکاتے وقت دیگ میں بھی آگ شعلہ زن تھی اور بسند دیگر منقول ہے کہ جب آپ کے اونٹ کو ذبح کیا گیا تو ناگاہ اُس کے کان سے آگ شعلہ ور ہوئی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب اُس کے گوشت کو پکایا تو اس کا مزا حنظل یعنی اندرائن کے پھل کے مانند تلخ ہو گیا۔

مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دعا کی کہ خداوندا! ہم تیرے اہلبیتؑ اور تیرے پیغمبرؐ کے قرابتدار ہیں ہمارے ظالموں کو اور ہمارے حق کے غصب کرنے والوں کو ہلاک کر تو مجیب الدعوات ہے۔ یہ سنکر محمد ابن اشعث نے کہا کہ آپ کو جناب رسول خدا سے کیا قرابت ہے؟ حضرت سید الشہداؑ نے اس آیہ کریمہ کو تلاوت فرمایا: إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدمؑ اور نوحؑ اور اولاد ابراہیمؑ اور اولاد عمرانؑ کو تمام جہان پر بعض بعض کی ذریت ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ خداوندا اس ملعون کو آج میرے سامنے ذلیل کر پس اتفاقاً ملعون قضائے حاجت کے لئے پاخانے گیا وہاں ایک بچھو نے اُس کے اعضائے تناسل پر ڈنک مارا اور وہ ملعون لوٹنے اور فریاد کرنے لگا اور سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتا تھا اور اپنے بول و غائط میں لوٹنے لگا۔

سورۂ آل عمران آیت ۳۳ پ ۳

تاریخ اجالی اور کتاب جامع دار قطنی اور فضائل احمد بن حنبل میں مسطور ہے کہ اعین کہتا ہے کہ میں ابو رجا کے پاس تھا اُس نے کہا کہ ذکر اہلبیتؑ نہ کرو، مگر خیر و خوبی سے اس اثنا میں ایک ملعون شریک معرکۂ کربلا سے آیا اور جناب سید الشہداء علیہ السلام کے حق میں کلمات ناسزا کہنے لگا ناگاہ آسمان سے دو ستارے اُس ملعون پر گرے اور مثل باطن کے ظاہر میں بھی وہ رو سیاہ اندھا ہو گیا۔

عبداللہ ابن رباح نے ایک مرد نابینا سے پوچھا کہ تو کیونکر اندھا ہوا اُس ملعون نے کہا کہ میں معرکۂ کربلا میں تھا، میں نے حسینؑ سے قتال نہ کیا تھا جب میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مہیب نے مجھ سے آ کر پوچھا کہ چل جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بلاتے ہیں میں نے کہا مجھے ان سے کیا کام اُس نے مجھے کھینچا اور حضرت کی خدمت میں لے گیا، میں نے دیکھا کہ جناب رسالتمآبؐ محزون و غمناک بیٹھے ہیں اور حضرت کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے اور ایک نطع سامنے بچھا ہوا ہے اور ایک فرشتہ شمشیر آتشیں ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت کے بالائے سر کھڑا ہے اور جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ و جدال کی تھی، وہ فرشتہ اُس کی گردن مار رہا ہے اور اس کے جسم سے آگ شعلہ ور ہے وہ سب جلتے ہیں اور پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتہ اسی طرح ان کو قتل کرتا ہے میں نے یہ حال دیکھ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہؐ! قسم خدا کی میں نے تلوار نہیں ماری اور کوئی نیزہ اور تیر نہیں لگایا۔ حضرت نے فرمایا اے ملعون کیا تو نے ان کے سواد اور جمعیت کو زیادہ نہیں کیا، یہ فرما کر آپ نے اس طشت میں سے جو خون سے بھرا ہوا تھا ایک سلائی بھر کر میری آنکھوں میں پھیر دی جس سے میری دونوں آنکھیں جل گئیں، جب میں جاگا تو اندھا تھا۔

شعبی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خانۂ کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ خداوندا! مجھے بخش دے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہ بخشے گا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے۔ اُس ملعون نے کہا کہ میں ان پچاس شخصوں میں تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر مامور تھے، میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید نورانی آسمان سے خیمہ کی طرف اترا اور بہت سے لوگ اس ابر کے گرد تھے۔ ان لوگوں میں حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں اور اس کے بعد ایک ابر اور اترا اُس میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل امینؑ اور میکائیلؑ اور ملک الموت تھے۔ پس جناب رسالتمآبؐ رونے لگے اور وہ لوگ بھی حضرت کو روتا دیکھ کر گریہ و زاری کرنے لگے، پھر ملک الموت نے آگے بڑھ کر میرے رفیقوں میں سے انچاس شخصوں کی روح قبض کی، میں نے کہا اے رسول خدا! الامان الامان! میں نے ان لوگوں کی پیروی نہیں کی اور نہ میں قتل امام حسین علیہ السلام پر راضی تھا، حضرت نے فرمایا اے ملعون وائے تجھ پر جو ظلم و ستم ہوتا تھا تو دیکھتا

تھا۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! اُسی وقت حضرتؐ نے ملک الموت سے کہا کہ اس ملعون کو چھوڑ دو آخر ایک دن مرے گا۔ پس اس طرح سے میں نجات پا کر کعبہ میں آیا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔

کتابِ خصائص میں مروی ہے کہ جو ملعون سرِ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ تھے ایک منزل میں جسے قنسرین کہتے ہیں اُترے، اُس منزل کے قریب ایک دیر تھا اُس وقت ایک راہب نے اپنے صومعہ سے اس قافلہ کا حال دیکھنے کے لئے اپنا سر باہر نکالا ؎

دید نورے چو آفتاب عیاں ۔۔۔ از سرِ آن گزین جملہ سران
نور میزد زِ آن سرِ والا ۔۔۔ چون زِ مہرِ منیر وقتِ ضحے
دید بر نیزہ آفتابے را ۔۔۔ کرد با خود قیامتے برپا

الحاصل راہب نے دیکھا کہ ایک نورِ عظیم سرِ بریدۂ جنابِ سیّد الشہدائؑ سے آسمان تک ساطع ہے، یہ حال دیکھ کر راہب دس ہزار درہم موکلانِ سرِ امام حسین علیہ السلام کے پاس لایا اور سرِ مبارک کو لیکر اپنے گھر لے گیا جب اپنی جگہ پر لایا تو ایک شخص کی آواز اس کے گوشِ سعادت نیوش میں غیب سے آئی کہ خوشحال تیرا اور خوشحال اُس شخص کا جو اس سرِ انور کی قدر و منزلت کو پہچانے، راہب نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی الٰہی بحقِ عیسیٰؑ تو حکم کر کہ یہ سر مجھ سے کلام کرے، سرِ مبارک نے کلام فرمایا کہ یَا رَاهِبُ اَیَّ شَیْءٍ تُرِیْدُ۔ اے راہب تو کیا چاہتا ہے؟ راہب نے پوچھا مَنْ اَنْتَ کہ آپ کون ہیں؟ سرِ اطہر نے جواب دیا کہ اَنَا ابْنُ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاَنَا ابْنُ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَاَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَ اَنَا الْمَقْتُوْلُ بِكَرْبَلَا اَنَا الْمَظْلُوْمُ اَنَا الْعَطْشَانُ۔ یہ فرما کر وہ سرِ مطہر چپ ہوا۔ راہب نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنا منہ حسینؑ کے منہ پر رکھ دیا اور کہا کہ یا حسینؑ! میں اپنا منہ نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ آپ نہ فرمائیں گے کہ قیامت کے دن میں تیری شفاعت کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے جدِّ بزرگوار کے دین میں آ۔ راہب نے بصدقِ دل کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا، اس وقت حضرت نے اُس کی شفاعت کو قبول کیا، جب صبح طالع ہوئی موکلوں نے وہ سرِ پُر نور راہب سے لیا، جب آگے جنگل میں پہنچ کر راہب کے درہموں کو دیکھا تو وہ سب سنگ ریزے ہو گئے تھے۔

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت سرِ جنابِ سیّد الشہدا علیہ السلام کو لئے جا رہے تھے کہ اُمّ کلثوم نے ایک ملازم ابنِ زیادِ بد بنیاد سے کہا کہ ہزار درہم میرے پاس ہیں وہ درہم میں تجھے دیتی ہوں، سرِ امام انام ہمارے اونٹوں کے آگے آگے لے چل تاکہ خلق اُس کے دیکھنے میں مصروف ہو اور ہمارے دیکھنے سے باز رہے پس اُس ملعون نے روپے لے لئے اور سرِ مقدس جنابِ سیّد الشہدائؑ کو آگے

رکھا۔ دوسرے دن جب اُس روسیاہ نے اُن درہموں کو نکالنے کے لئے صرہ کو کھولا تو دیکھا کہ سب درہم سنگریزے سیاہ ہو گئے تھے اور اُن سنگریزوں کے ایک طرف یہ آیت لکھی تھی [1] وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور دوسری طرف یہ آیہ مرقوم تھی [2] وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ آیۂ اول کے معنی یہ ہیں کہ اے محمدؐ گمان نہ کرو کہ حق تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ اور آیۂ دوم کے معنی یہ ہیں کہ قریب ہے کہ جانیں وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ بازگشت اُنکی کہاں ہوگی۔

ابو مخنف نے شعبی سے روایت کی ہے کہ سرِ مبارک جنابِ سیّد الشہداء علیہ السّلام کو کوفہ میں صرافہ بازار میں دار پر لٹکایا گیا۔ پس اُس سرِ انور نے تنحنح کیا اور سورۂ کہف کو اس آیہ تک تلاوت فرمایا: [3] اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى .... یقیناً وہ لوگ ایسے گروہ ہیں کہ جو ظاہر میں اپنے پروردگار کے ساتھ ایمان لائے اور زیادہ کیا ہم نے ان کی ہدایت کو اگر وہ گمراہی میں بڑھتے گئے)؛ اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت حضرت کے سرِ مبارک کو درخت پر لٹکایا گیا تو لوگوں نے سنا کہ وہ اس آیہ کو تلاوت فرماتا تھا: وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ اور دمشق میں یہ قول سرِ مطہر حضرت سے سُنا گیا: لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور یہ بھی لوگوں نے سُنا اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ اصحابِ کہف و رقیم ہماری عجیب نشانیوں سے تھے۔ اُس وقت زید بن ارقم نے کہا یا ابن رسول اللہؐ! آپکا حال اصحابِ کہف و رقیم سے بھی عجیب تر ہے۔

ابنِ بطہ اور ترمذی اور نطری نے خصائص میں عمارہ ابن عمیر سے روایت کی ہے کہ جب ابنِ زیادِ بدنہاد اور اس کے یاروں کا سر مسجدِ کوفہ میں لایا گیا تو میں اُن سروں کے دیکھنے گیا، ایک دفعہ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آیا آیا، ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آیا اور ان کے سروں کے درمیان میں آ گیا، آخرکار ابنِ زیادِ بدنہاد کے ایک نتھنے میں گھس کر دوسرے نتھنے سے باہر نکلا، پھر لوگوں نے کہا، آیا آیا، وہی سانپ دو تین بار اس کی بینی ناپاک میں جاتا تھا اور نکلتا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت سرِ مبارک جنابِ سیّد الشہداءؑ کو یزید علیہ اللعنۃ کے پاس لائے تو سرِ مبارک حضرت میں ایک ایسی خوشبو تھی کہ کوئی خوشبو اُس کے برابر نہ تھی، اور یہ بھی ایک روایت میں وارد ہے کہ جس اونٹ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک کو لائے تھے جب اُس اونٹ کو ذبح کیا اور پکایا تو اُس کا گوشت ایلوے سے زیادہ تلخ تھا، اور وقتِ شہادت آپ کی خوشبوئیں خون ہو گئی تھیں اور آفتاب کو تین ہفتہ تک گہن رہا اور ہر پتھر کے نیچے سے خونِ تازہ نکلتا رہا اور ایک برس تک مدینہ منورہ میں قبرِ مطہر جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مصیبت جنابِ سیّد الشہداءؑ

[1] سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۴۲
[2] سورۂ الشعراء ۲۶ پارہ ۱۹ آیت نمبر ۲۲۷
[3] سورۂ الکہف پارہ نمبر ۱۳

میں جنات نوحہ کرتے تھے۔

کتابِ مناقب میں دلائل النبوت سے بروایت ابوبکر بیہقی اور امالی ابو عبید اللہ نیشاپوری میں مروی ہے کہ جس وقت حضرت کا سرِ مبارک شام کی طرف لئے جاتے تھے جب پہلی منزل میں فروکش ہوئے تو ان فاسقوں نے شراب خواری شروع کی اور اس معرکہ میں کامیابی پر آپس میں ایک دوسرے کو تہنیت اور مبارکباد دیتے تھے ناگاہ ان ملعونوں نے دیکھا کہ دیوار میں سے ایک قلمِ آہنی نکلا اور اس نے خون سے دیوار پر یہ شعر لکھا ؎

آتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا ۔۔۔ شِفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی آیا وہ گروہ جنھوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کیا وہ لوگ اُن کے جدِ بزرگوار سے قیامت کے روز شفاعت کے امیدوار ہیں، وہ ملاعین یہ دیکھ کر سرِ مبارک کو چھوڑ کر بھاگ گئے بعدازاں پھر واپس پلٹے۔ اور کتاب ابن بطہ میں منقول ہے کہ اس شعر کو ایک عبادت گاہ نصاریٰ میں لکھا پایا۔ انس بن مالک کہتا ہے کہ ایک شخص نے اہلِ نجران سے ایک گڑھا کھودا تھا اُس گڑھے میں سے ایک تختی سونے کی پائی گئی جس پر یہ اشعار لکھے تھے ؎

آتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا ۔۔۔ شِفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ
فَقَدْ قَدِمُوْا عَلَیْہِ بِحُکْمِ جَوْرٍ ۔۔۔ فَخَالَفَ حُکْمُھُمْ حُکْمَ الْکِتَابِ
سَتَلْقٰی یَا یَزِیْدُ غَدًا عَذَابًا ۔۔۔ مِنَ الرَّحْمٰنِ یَا لَکَ مِنْ عَذَابِ

آخری دو شعروں کے معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے حسینؑ کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کیا جو کتابِ خدا کے خلاف تھا۔ اے یزید تو عنقریب فردائے قیامت میں عذابِ خدا کو دیکھے گا کہ وہ کتنا شدید عذاب ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ان نصرانیوں سے پوچھا کہ یہ اشعار کب سے تمھارے عبادت خانے میں لکھے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تمھارے پیغمبر کے مبعوث ہونے کے تین سو سال پیشتر سے یہ لکھے ہوئے ہیں۔

ابنِ اصبغ بن نباتہ کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو روسیاہ دیکھا وہ پہلے بہت صاحبِ حسن و جمال تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہوگیا! اب تو پہچانا بھی نہیں جاتا۔ اُس ملعون نے کہا کہ میں نے اصحابِ حسینؑ سے ایک ایسے کڑیل جوان کو قتل کیا ہے جس کا ابھی سبزہ آغاز ہوا تھا، اُس کی پیشانی سے نشانِ سجدہ عیاں تھا، اس وقت سے کوئی رات ایسی نہیں ہے کہ وہ میرے خواب میں نہ آئے اور میرا گریبان پکڑ کر جہنم میں نہ ڈالے پس میں اس حالت میں اس قدر فریاد کرتا ہوں کہ تمام لوگ میری قوم کے میری فریاد کی آواز سنتے ہیں اس کے بعد اُس نے کہا کہ وہ جوان مقتول عباسؑ ابن علیؑ تھا اور اس سبب سے میرا مُنہ کالا ہوگیا ہے[1]

[1] اس شخص کو دھوکہ ہوا شاید اس نے حضرت علی اکبرؑ یا حضرت قاسمؑ پر ضرب لگائی ہوگی مگر بوجہ نادانی یا فخر کیلئے حضرت عباسؑ کا نام لیتا تھا (مترجم)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں محمد ابن سلیمان سے اور اس نے اپنے چچا سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں حجاج ملعون کے زمانہ میں مفلس ہوگیا اور اپنے ساتھ چند لوگوں کو لے کر کوفہ سے نکلا اور کربلا میں پہنچا، وہاں کوئی مکان نہ تھا مگر دریائے فرات کے کنارے ایک گھر لکڑی اور نرکُل سے بنا ہوا تھا، میں نے کہا رات اسی گھر میں بسر کرنا چاہیئے، ناگاہ ایک مسافر آیا اور کہنے لگا اگر تم اجازت دو تو میں بھی آج کی شب تمھارے ساتھ رہوں، میں ایک مردِ غریب و مسافر ہوں۔ ہم نے قبول کیا جب آفتاب غروب ہوا اور رات ہوگئی تو ہم نے چراغ روشن کیا اور ہم بیٹھ کر مصائبِ جنابِ سید الشہدا علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی مصیبتوں کو ذکر کرنے لگے اور اس ذکر کے بعد ہم نے کہا کہ قاتلانِ حضرت امام حسینؑ میں سے ایک ایک بلائے آسمانی میں گرفتار ہوا۔ اُس مردِ مسافر نے کہا کہ میں بھی قاتلانِ حسینؑ میں تھا مگر صحیح و سالم رہا اور کوئی آفت مجھے نہیں پہنچی، تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ یہ سنکر ہم سب خاموش ہوگئے۔ اس اثنا میں چراغ کی روشنی کم ہوگئی۔ وہ ملعون اٹھا کہ چراغ کی بتی اونچی کرے اُسکی ہتھیلی میں آگ لگ گئی، اُس ملعون نے بیتابانہ دوڑ کر خود کو فرات میں گرادیا۔ راوی کہتا ہے قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ وہ ملعون پانی میں غوطہ مارتا تھا اور آگ پانی کے اوپر رہتی تھی، جب وہ لعین سر نکالتا تھا تو آگ اس کے سر میں لپٹ جاتی تھی یہاں تک کہ پھر وہ روسیاہ پانی میں غوطہ مار جاتا تھا اور آگ پانی پر معلق رہتی تھی، اسی طرح وہ آگ رہی اور اس ناپاک کو جلاتی رہی یہاں تک کہ وہ آتشِ جہنم میں واصل ہوا۔ اور کتاب عقاب الاعمال میں یعقوب ابنِ سلیمان سے منقول ہے۔ اُس نے کہا میں ایک شب چند اشخاص کے ساتھ بیٹھا ہوا شہادت جناب سید الشہداؑ کا ذکر کر رہا تھا۔ ایک شخص نے ہم میں سے کہا کوئی شخص قاتلانِ امام حسین علیہ السّلام میں سے ایسا نہ تھا کہ کوئی بلا اسپر نازل نہ ہوئی ہو، یہ سنکر ایک پیر نے کہا کہ میں اعوان و انصارِ قاتلانِ حسینؑ سے ہوں اور کوئی مصیبت و تکلیف مجھے نہیں پہنچی، اُس ملعون کے کلام بدانجام سے سب لوگ رنجیدہ ہوئے اور سب نے اُس بے حیا سے اظہارِ ناراضگی کیا اس اثنا میں چراغ کی لو کم ہونے لگی، اُس پیرِ ملعون نے چاہا کہ چراغ کو درست کرے پس اس روسیاہ کی انگلی میں آگ لگ گئی۔ اس کے شعلہ کو مُنہ سے پھونک کر بجھانے لگا کہ ریشِ نجس اسکی جلنے لگی۔ پھر وہ لعین پانی کی طرف بھاگا اور خود کو دریائے فرات میں گرادیا اور آگ اس کے سرِ نجس کے اوپر حرکت کرتی تھی جب، وہ بدبخت پانی میں سے سر نکالتا تھا تو آگ اُسے جلاتی تھی یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا۔

کتابِ مذکورہ میں اسی اسناد سے قاسم ابن اصبغ سے روایت ہے کہ اس نے کہا ایک شخص داڑھی میرے پاس آیا، اُس کا منہ سیاہ ہوگیا تھا، اس کے قبل وہ بہت وجیہ اور سُرخ و سفید تھا میں نے اس سے کہا کہ تو اتنا متغیر ہوگیا ہے کہ تیرا پہچاننا مشکل ہے۔ اُس روسیاہ نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص گروہِ حسینؑ

سے قتل کیا ہے کہ جس کی پیشانیِ نورانی سے سجدہ کا نشان نمایاں تھا اور اُس بزرگوار کا سَر میں لے آیا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں نے اس شخص کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا وہ ملعون کبر و تکبر کے ساتھ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا تھا اور اُس سرِ انور کو سینۂ اسپ پر لٹکا رکھا تھا یعنی جب وہ گھوڑا دوڑاتا تھا تو وہ سرِ اقدس اُس کے زانو سے ٹکراتا جاتا تھا، میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر یہ ملعون اس سر کو ذرا اونچا کر کے باندھتا تو بہتر تھا۔ میرے باپ نے جواب دیا کہ اے فرزند تو کچھ کہ یہ ملعون اس سرِ مبارک سے بے ادبی کرتا ہے اس سے زیادہ وہ خبر ہے کہ جو اس نے مجھ سے نقل کی ہے اُس نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن سے میں نے اس جوان کو میں نے قتل کیا ہے یہ ہر شب میرے خواب میں آتا ہے اور میرا گریبان پکڑ کر کھینچتا ہے اور جہنم میں لے جا کر مجھے ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے پس میں اُٹھتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اُس کے ہمسایہ کی عورت سے سنا وہ کہتی تھی مجھے اس ملعون کے فریاد کرنے سے رات کو نیند نہیں آتی پس میں کئی شخصوں کو ساتھ لے کر اُس کی عورت کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ جو کچھ یہ مرد کہتا ہے سچ ہے یا جھوٹ؟ اُس نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے۔

امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماثور ہے، آپ جناب نے فرمایا اولادِ ابوسفیان ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو شہید کیا، حق تعالیٰ نے ان کے دستِ اختیار سے سلطنت کو نکال لیا اور ہشام بدانجام نے زید ابنِ علیؑ کو قتل کیا تو اس کا ملک بھی اُس کے ہاتھ سے نکل گیا اور ولید پلید نے یحییٰ بن زید کو قتل کیا تو خدائے عزّ وجل نے اس کے ملک کو بھی اس کے دستِ اختیار میں رہنے نہ دیا۔

اور کتاب کامل الزیارات میں سلیمان سے مروی ہے کہ کوئی فرشتہ فرشتوں میں سے آسمان پر باقی نہ رہا کہ جو تعزیت حضرت امام حسین علیہ السّلام میں جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس نہ آیا ہو اور آپ کو اس مصیبتِ عظیم میں صبر کرنے پر مبارکباد نہ دی ہو اور آپ کے مقتل کی خاک تبرّکاً نہ لے گیا ہو، اور جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے تھے کہ خداوندا! خوار کر تو اُس کے خوار کرنے والوں کو اور قتل کر اس کے قتل کرنے والوں کو اور ذبح کر اس کے ذبح کرنے والوں کو اور ان کی مُرادوں کو بر نہ لا، راوی کہتا ہے قسم ہے خدا کی کہ یزید پلید سے بہت جلد بدلہ لیا گیا چنانچہ حسینؑ کو قتل کرنے کے بعد وہ لعون متمتع اور منتفع نہ ہوا اور وہ لعین دفعتہً گرفتارِ عذاب ہوا۔ رات کو شراب پی کر سویا تو سوتا ہی رہ گیا اور صبح کو اُسے مُردہ پایا اُس کی صورتِ نجس تارکول کی طرح سیاہ ہو گئی تھی اور اس کے تابعین سے نہیں بچا جو حسینؑ کے خون میں شریک ہوا الّا یہ کہ وہ جنون و برص و جذام میں مبتلا ہوا بلکہ اس کی نسل میں ان امراض نے سرایت کی۔

بعض کتب مناقبِ معتبرہ میں ابنِ زیاد کے دربان سے نقل ہے وہ کہتا ہے کہ میں اُس کے قصر میں

گیا میں نے دیکھا کہ اُس کے مُنہ پر ایک شعلہ رقص کر رہا ہے۔ اُس ملعون نے اپنا روئے نجس آستین سے چھپا لیا، پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا دیکھا تو نے، میں نے کہا ہاں دیکھا! کہنے لگا کسی سے اسکا اظہار نہ کرنا۔

روایت میں ہے کہ ایک دن حجّاج نے کہا جس شخص نے ہمارے لئے مشقت اٹھائی ہو اور کوئی کارِ نمایاں کیا ہو وہ اُٹھ کر میرے روبرو آئے تاکہ میں اُس کی جانفشانی اور مشقت کا صلہ دوں، ایک مرد اُٹھا اور کہنے لگا اے حجّاج میری مشقتوں پر مجھے انعام دے۔ حجّاج نے پوچھا تو نے کیا کام کیا؟ اُس ملعون نے کہا میں نے حضرت کو قتل کیا۔ حجاج نے کہا تو نے کس طرح انھیں شہید کیا؟ اس ملعون نے کہا انھیں میں نے نیزے مارے اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور کسی کو میں نے اس کام میں اپنے ساتھ شریک نہ کیا۔ پس حجّاج نے کہا کہ اب میں تیرے ساتھ ایک مکان میں مجتمع نہ ہوں گا اور کہا کہ یہاں سے دُور ہو۔ راوی کہتا ہے مجھے خیال ہے کہ حجّاج نے اُسے کچھ نہ دیا۔

فتح ابنِ شجرف عابد کہتا ہے کہ میں ہر روز چڑیوں کو روٹی دیا کرتا تھا۔ جب میں نے اپنی عادت کے موافق روزِ عاشورہ اُن کے آگے روٹی ڈالی تو ان چڑیوں نے نہ کھایا میں نے سمجھا کہ اُن کے نہ کھانے کا سبب شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام ہے۔

راوی کہتا ہے کہ دو ملعونوں کو میں نے دیکھا جو وقتِ شہادتِ جنابِ سیّد الشہداءؑ حاضر تھے۔ ایک تو ان میں سے بلائے قبیح و فضیح میں مبتلا تھا اور دوسرا اس حال میں گرفتار تھا کہ شتر آبکش کے آگے آتا تھا اور سب پانی اس کا پی جاتا تھا، اور ایک راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن دونوں میں سے ایک کے پسر کو دیکھا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک اندھا بے دست و پا کہتا تھا کہ خداوندا مجھے آتشِ جہنم سے نجات دے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے جو آتشِ جہنم سے رہائی کی دعا کرتا ہے۔ اُس ملعون نے کہا میں قاتلانِ حضرت امام حسین علیہ السلام میں تھا، جب وہ جناب شہید ہوئے تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے پائجامہ میں ایک قیمتی اور نادر ازار بند غارت سے باقی رہ گیا ہے، میں نے چاہا کہ اُس ازار بند کو نکال لوں جونہی میں نے ایسا ارادہ کیا نعشِ حضرتؑ سے آپ کا دستِ مبارک داست بلند ہوا اور ازار بند کو ایسا مضبوط پکڑا کہ میں اُسے جُدا نہ کر سکا۔ آخر کار میں نے اُن کے ہاتھ کو چھری سے قطع کیا اور پھر وہی قصد کیا، اس مرتبہ حضرتؑ نے دستِ چپ اٹھا کر ازار بند پر رکھ لیا اور اسے بھی میں نے کاٹ ڈالا اور وہی اس مرتبہ بھی ارادہ کیا تب کربلا کی زمین اس طرح ہلنے لگی کہ میں مارے خوف کے کانپنے لگا اور اُس کے بعد اللہ نے مجھ پر نیند غالب کی۔ میں انھیں لاشوں میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کو ساتھ لئے ہوئے قتل گاہ

میں تشریف لاتے ہیں اور آپ نے حضرت امام حسینؑ کا سرِ انور گود میں اٹھا لیا۔ جناب فاطمہؑ اُس سرِ انور کے بوسے لیتی تھیں اور کہتی تھیں اے نورِ چشم میرے تجھے قتل کیا، خدا اُن لوگوں کو قتل کرے، کس نے یہ ظلم کیا تجھ پر اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے مادرِ گرامی شمر شقی نے مجھے ذبح کیا اور میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ملعون جو سو رہا ہے اس نے میرے ہاتھ کاٹے۔ جناب فاطمہؑ نے مجھے بد دعا دی کہ حق تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو قطع کرے اور تیری آنکھوں کو اندھا کرے اور تجھے داخلِ جہنم کرے۔ جب میں چونکا تو مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور روشنیٔ چشم بالکل جاتی رہی تھی اور ہاتھ اور پاؤں بھی کٹے ہوئے تھے اور سب دعائیں جناب فاطمہؑ کی مستجاب ہوئیں اب جہنم میں جانا باقی ہے۔

کاشفِ اسرار اور دقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام اور روح الامین اور ملک الموت ہر کافر ہر جانکنی کے وقت تشریف لاتے ہیں، امیر المومنینؑ رسولِ خداؐ سے عرض کرتے ہیں کہ یہ شخص دشمنِ اہلبیتؑ ہے اسے آپ بھی دشمن رکھئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل امینؑ سے فرماتے ہیں کہ یہ دشمنِ خدا ہے اور ہمارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن رکھو، جبرئیل امینؑ ملک الموت سے یہی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی روح کو سختی کے ساتھ قبض کرو۔ اس وقت ملک الموت اس کافر کے پاس جا کر پوچھتے ہیں کہ اے بندۂ خدا آیا تو نے اپنی رہائی اور بچاؤ کی کوئی فکر کی ہے، تیرے پاس نجات کی کوئی دستاویز ہے؟ وہ یہ سنکر کہتا ہے نجات کی دستاویز کیا ہے؟ عزرائیلؑ کہیں گے نجات کا پروانہ علیؑ کی محبت ہے۔ وہ کہے گا میں انھیں نہیں پہچانتا ہوں، نہ ان کا اعتقاد رکھتا ہوں! عزرائیل کہیں گے اے دشمنِ خدا پھر تو کیا عقیدہ رکھتا ہے تجھے غضبِ خدا اور دردناک عذاب کی بشارت ہو جس چیز کی تو اُمید رکھتا تھا اب مفقود ہے اور جس چیز سے تو ڈرتا تھا موجود ہے۔ اُس کے بعد اس کے جسمِ ناپاک سے اُس کی روح بہ سختی کھینچی جاتی ہے اور سو شیطان اس پر معین ہوتے ہیں کہ اُس کے روئے نجس پر تھوکا کریں اور بدبو سے ایذا دیں، اور جب اسے قبر میں رکھیں گے تو ایک دروازہ دوزخ کا اُس کے روبرو کھولا جائے گا جس سے جہنم کی گرمی اور بدبو اُس تک پہنچا کرے گی۔ اس کے بعد اس بدبخت کی روح وادیٔ برہوت کے پہاڑوں پر لے جائی جائے گی جہاں وہ حضرت امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام کے زمانے تک مسوخات میں داخل رہے گا اور غضب و عتابِ خدا میں گرفتار رہے گا اور جب وہ جناب ظہور فرمائیں گے تو اُسے قتل کریں گے جیسا کہ خدائے عزوجل کافروں کی زبان سے قرآن مجید میں فرماتا ہے رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ۝ یعنی اے پروردگار! دو بار تو نے ہمیں مارا اور دو بار زندہ کیا۔ پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، آیا کوئی راہ رہائی کی ہے قسم خدا کی کہ

عمرِ سعد شوم اپنے قتل ہونے کے بعد بصورتِ میمون مسخ ہو کر اپنے گھر میں آیا وہ اپنے گھر والوں کو پہچانتا تھا لیکن وہ لوگ اُسے نہ پہچانتے تھے، خدا کی قسم جب تک ہمارے دشمن مسخ نہ ہوں زمانہ ختم نہ ہوگا ہر ایک اُن میں سے اپنی زندگی میں بندر یا سُوّر کی شکل میں ہو جائے گا اُس کے بعد عذاب اور آتشِ جہنم میں گرفتار ہوگا، مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث غرابت رکھتی ہے اور جب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمہ اللہ سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے انکار فرمایا کہ جو بات نادرست ہے وہ یہ کہ روح ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں چلی جائے نہ یہ کہ جسم ہی دوسری شکل اختیار کرے (یعنی دوسری شکل درست ہے) مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے جسمِ مثالی یا اجزائے اصلیہ میں تغیر واقع ہوا ہو جیسا کہ ایک جلد میں مجلداتِ سابقہ میں گذرا۔

ابو جعفر طوسی رحمہ اللہ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ معاویہ بن وہب کہتا ہے میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک مردِ پیر با قامتِ خمیدہ آیا اور اُس نے حضرت کو سلام کیا حضرت نے اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا: "اور نزدیک آ" اس مرد نے آ کر حضرت کے دستہائے مبارک کا بوسہ لیا اور رونے لگا، حضرت نے فرمایا "اے شیخ! تو کیوں روتا ہے؟" پیرمرد نے کہا یا حضرت قریب سو برس کے ہوئے کہ میں ہمیشہ آپ کے غلبہ اور تسلط کا امیدوار ہوں اور ہمیشہ اسی خیال میں ہوں کہ آج کے دن یا اس مہینے میں یا اس برس میں آپ کے لئے کشائش ہوگی لیکن کسی طرح آپ کے تسلط و غلبہ کو نہیں پاتا پس آپ مجھے دیکھ کر رونے پر کیا ملامت فرماتے ہیں۔ امام انام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شیخ اگر تیری موت نے تاخیر کی اور قیام قائم علیہ السلام تک زندہ رہا البتہ تو ہمارے ساتھ ہوگا اور نہیں تو روزِ قیامت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ اُس وقت اُس مردِ پیر نے کہا کہ میں کچھ خوف اور غم نہیں رکھتا، پھر حضرت نے اس حدیث کو نقل فرمایا: اِنّی تارِکٌ فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا ابدًا کتاب اللّٰہ وعترتی اھلبیتی اس کے بعد ارشاد فرمایا اے شیخ تو زندہ ہوگا اور ہمارے ساتھ ہوگا۔ پھر فرمایا "اے مردِ پیر تجھے اہلِ کوفہ سے نہیں جانتا ہوں۔ اس نے کہا یا حضرت ہاں! میں آپ پر فدا ہوں، میں دیہاتِ کوفہ کا باشندہ ہوں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ تو میرے جدِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر سے کتنے فاصلہ پر رہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا یا مولا! بہت نزدیک رہتا ہوں۔ فرمایا تو زیارت کو جاتا ہے؟ اس نے کہا یا مولا میں اکثر زیارت کرتا ہوں۔ فرمایا: اے شیخ یہ وہ خون ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ مصیبت ہائے اولادِ جناب فاطمہ علیہا السلام کا انتقام لے گا اور کسی شخص پر امام حسینؑ جیسی مصیبت نہیں گذری کیونکہ آپ مع سترہ بزرگوں کے اپنے اہلبیتؑ

سے شہید ہوئے اور کون سی سعی وکوشش ہے جو انھوں نے راہِ خدا میں نہیں کی اور کونسا صبر و استقلال ہے جس کے جوہر طاعت رب العالمین میں نہیں بجالائے حق تعالیٰ انھیں بہترین جزا عنایت فرمائے، جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کو ساتھ لے کر عرصۂ قیامت میں آئیں گے اور اپنا ہاتھ اپنے نورِ چشم کے سرِ خونچکاں پر رکھ کر درگاہِ خدائے عزّ وجل میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار! اس امتِ جفاکار سے استفسار کر کہ کس گناہ کے بدلہ انھوں نے میرے فرزند کو قتل کیا اس کے بعد فرمایا کہ سب مصیبتوں میں رونا مکروہ ہے مگر وہ رونا جو امام عالی مقام کی مصیبت میں ہو ممدوح ہے۔

مصنّف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بعض مؤلفات علماء میں بروایت مرسلہ بعض اصحاب سے اس طرح وارد ہوا ہے کہ پیغمبرِ خُدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم لعابِ دہن حضرت امام حسینؑ کا یوں چُوستے تھے جسطرح کوئی نیشکر کو چوستا ہے اور فرماتے تھے حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، ـــــ خدا اُس کے دوست کو دوست رکھے اور اس کے دشمن کو دشمن رکھے حسینؑ ایک سبط ہے اسباط میں سے اور حق تعالیٰ اس کے قاتل پر لعنت کرے اس وقت جبرئیلِ امینؑ نے نزول فرمایا اور کہا حق تعالیٰ نے خونِ یحیٰی علیہ السلام کے عوض میں ستر ہزار منافقوں کو قتل کیا اور آپکے نواسہ حسینِؑ مظلوم کے عوض میں ستر ہزار اور ستر ہزار ظالموں کو قتل کرے گا، یقیناً امام حسینؑ کا قاتل ایک آگ کے صندوق میں ہوگا اور نصف عذاب اہلِ دنیا کا اس پر کیا جائے گا اور اس ملعون کے ہاتھ پاؤں آگ کی زنجیروں سے باندھ کر سر کے بل درکِ اسفل جہنم میں ڈالیں گے اور اُس کی بدبُو سے اہلِ دوزخ خدا سے پناہ مانگیں گے اور وہ ملعون ابدالآباد اُس میں رہے گا، آبِ گرم جہنم اسے پلایا جائے گا اور کبھی اُس کی غذا میں تخفیف نہ ہوگی۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے ایک فرشتہ جو کبھی آسمان سے زمین پر نازل نہ ہوا تھا زیارتِ جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشتاق ہوا اور پروردگار سے اس نے اجازت چاہی حکم ہوا کہ جا اور ہمارے پیغمبرؐ کو خبر دے کہ ایک شخص آپؐ کی اُمّت سے کہ جس کا نام یزید ہوگا آپکے نواسہ حسینؑ کو قتل کریگا اُس نے عرض کہ خداوندا میں اُن حضرت کی زیارت کو جاتا ہوں، اس سانحہ کو ان کی خدمت میں کیونکر عرض کروں مجھے شرم آتی ہے کہ میں انھیں خبر قتل حسینؑ سے غمگین اور دردمند کردوں کاش کہ میں زمین پر جانے کا ارادہ نہ کرتا، ارشاد ہوا کہ جو تجھے حکم ہوا ہے بجالا پس وہ فرشتہ جناب رسولِ خُدا کے پاس آیا اور اپنے پروں کو کشادہ کیا اور عرض کیا کہ میں نے جنابِ احدیت سے آپ کی زیارت کی اجازت مانگی تھی مجھے اجازت ملی اور یہ خبرِ وحشت اثر پہنچانے کا حکم ہوا کاش پروردگار دونوں بازو میرے توڑ ڈالتا اور اس واقعۂ ہائلہ کی خبر پہنچانے کا ذمہ دار نہ بناتا لیکن سوا اس کے چارہ نہیں کہ حکمِ خدا بجالاؤں، آگاہ ہویئے اے محمّد

نالانِ حسینؑ جہنم میں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہ یزید نامی ایک ملعون آپ کی اُمّت سے (خدائے عزّ وجل اُس پر لعنت اور عذاب دنیا وآخرت میں زیادہ کرے) آپ کے نواسے کو قتل کرنے کے بعد دنیا سے منتفع نہ ہوگا مگر بہت تھوڑا اور حق تعالیٰ اس سے یکبارگی اُس کے افعالِ ناپسندیدہ پر مواخذہ کرے گا اور ہمیشہ وہ لعین جہنم میں رہے گا پس جناب رسولؐ خدا اس خبرِ وحشت اثر کو سنکر بہت روئے اور اُس کے بعد اس فرشتہ سے پوچھا کہ اُس کے قاتلوں کو نجات ہوگی، دُنیا میں ان کی زبانوں اور دلوں میں موافقت نہ رہے گی اور عقبیٰ میں دردناک عذاب جہنم میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔

مروی ہے کہ کعب الاحبار ایّامِ خلافتِ عمر بن خطّاب میں مسلمان ہوا تھا لوگ اُس سے فتنہ ہائے زمانۂ آئندہ کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ کتبِ قدیمہ سے نقل کرتا تھا اس نے چند سانحوں اور واقعوں کے ذکر کرنے کے بعد جو عالم میں ظاہر ہوں گے یہ ذکر کیا کہ تمام مصائب سے شدید تر اور تمام حوادث سے عظیم تر امام حسین علیہ السّلام کا واقعہ ہے جو قیامت تک لوگوں کی یاد سے محو ہونے والا نہیں ہے اور وہ ایسا فساد ہے جسے حق تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ ظهر الفساد فى البر والبحر بما كسبت ايدى النّاس جو فساد پہلے دنیا میں ظاہر ہوا وہ قتلِ ہابیل ابنِ حضرتِ آدم علیہ السّلام ہے اور آخر فساد شہادتِ امام حسین علیہ السلام ہے اُن کی شہادت کے دن آسمان کے دروازے کھُل جائیں گے اور ملائکہ کو حکم ہوگا کہ گریہ وزاری کریں اور وہ خون کے آنسوؤں سے روئیں گے اور جب تم دیکھو کہ سرخی آسمان پر بلند ہوئی ہے تو جانو کہ آسمان مصیبتِ امام پر روتا ہے لوگوں نے پوچھا کہ پیغمبروں کے قتل ہونے پر آسمان کیوں نہ رویا درانحالیکہ وہ حسینؑ سے افضل ہیں، کعب الاحبار نے کہا وائے تم پر حسینؑ کا شہید ہونا امرِ عظیم ہے کیونکہ وہ فرزند جناب سیّد المرسلین اور دلبند خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور انھیں بڑے ظلم وجور کے ساتھ علی الاعلان قتل کریں گے اور ان کے بارے میں ان کے جدِّ بزرگوار کی وصیت کی کوئی رعایت نہ کریں گے، تم کو معلوم ہے کہ حسینؑ پرورش یافتۂ آبِ دہنِ رسولؐ ہے اور اُس جناب کا ایک جزو حصّہ ہے۔ یہ حسینؑ عرصۂ کربلا میں ذبح ہوں گے، قسم اس خدائے عزّ وجل کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں کعب کی جان ہے کہ اُن پر ساتوں آسمان کے فرشتے روئیں گے اور تا قیامِ قیامت گریہ وزاری ان کی کم نہ ہوگی اور یقیناً اُس جناب کی جائے شہادت و دفن بہترین جاہائے عالم ہے اور کوئی انبیائے عظام سے ایسا نہیں ہے جو اس مقامِ محترم کی زیارت سے مشرف نہ ہوا اور اُس جناب کے مصائب ہوش رُبا پر گریاں نالاں نہ ہوا اور ہر روز ایک گروہِ ملائک وکروبیاں اور ایک جماعتِ انس وجان اس مکانِ رفیع الشان کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے اور ہر شبِ جمعہ کو نوّے ہزار فرشتے اُس مقامِ مکرم میں نازل ہوتے

حضرت آدمؑ کو روزِ اوّل کربلا کا منظر دکھایا

ہیں اور مانندِ ابرِ بہار زار زار اس امامِ عالی وقار کی مصیبت پر روتے ہیں اور ان کے فضائل بے شمار کے ذکر و اذکار میں مشغول رہتے ہیں اور آن حضرت کو آسمان پر حسینؑ مذبوح اور زمین ابو عبداللہ مقتول اور دریاؤں میں پسرِ انور مظلوم کہتے ہیں اور ان کی شہادت کے دن آفتاب میں گہن لگے گا اور اُس شب کو چاند کو بھی گہن لگے گا اور صفحۂ عالم تین دن متواتر تیرہ و تاریک رہے گا اور آسمان لہو کے آنسوؤں سے روئے گا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور دریا جوش و خروش میں آجائیں گے اور اگر ان کی ذریت طاہرہ اور وہ شیعہ جوان حضرت کے خون کا انتقام لیں گے روئے زمین پر باقی نہ ہوتے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ آسمان سے ایسی آگ برساتا کہ سب اہلِ زمین فنا ہو جاتے، پھر کعب الاحبار نے کہا: لوگو! تم میری پیشین گوئی پر تعجب کرتے ہو، درانحالیکہ خداوندِ عالم نے کوئی چیز ما کان و مایکون سے نہیں چھوڑی ہے کہ جس کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ دی ہو اور کوئی بندہ ایسا نہیں پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا جس کو عالمِ ذر میں حضرت آدم علیہ السلام کو نہ دکھایا گیا ہو، چنانچہ جس وقت ان کو اُمتِ محمدی اور اس کا دنیا کے لئے آپس میں لڑنا جھگڑنا دکھایا گیا۔ اس وقت صفی اللہ نے درگاہِ خدائے عزوجل میں عرض کیا کہ اے پروردگار اس امت میں جو تمام امتوں سے بہتر ہے یہ نزاع و فساد کیوں ہے؟ ارشاد ہوا کہ چونکہ انھوں نے آپس میں اختلاف کیا پس ان کے دل مختلف ہو گئے اور یہ فساد کریں گے زمین میں جیسا کہ قابیل نے فساد کیا اور یہ پارۂ جگر حضرت خیر البشرؐ اور سرورِ عالمؐ کو قتل کریں گے۔ اس گفتگو کے بعد حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جائے قتلِ حسینؑ مظلوم اور اس قومِ شوم کا حسینؑ کے گرد ہجوم حضرت آدم علیہ السلام کو دکھا دیا حضرت آدمؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ منہ اس قومِ گمراہ کے مانندِ شبِ تاریک سیاہ تھے۔ اُس وقت انھوں نے دعا کی کہ خداوندا ان ظالموں سے اپنے حبیب کے فرزند کا انتقام لے۔

سعید ابنِ مُسیّب سے روایت ہے کہ جس سال حضرت امام حسینؑ کو شہید کیا اُس کے دوسرے برس ایامِ حج میں میں حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور میں نے عرض کی کہ اے میرے مولا! موسمِ حج قریب ہے مجھے کیا حکم ہوتا ہے، ارشاد کیا کہ اپنی نیت کے مطابق جا کر حج کر۔ اِذن پا کر میں روانہ ہوا اور مناسکِ حج بجا لایا۔ ایک دن میں نے اثنائے طواف میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اور اُس کا مُنہ مانندِ شبِ تاریک سیاہ ہے وہ خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا کہتا ہے اے خدائے کعبۂ معظم اور اے پروردگار! میرے گناہوں کو بخش دے اگرچہ مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ تو میرے گناہوں کو بخشے گا اور معاف کرے گا چاہے تمام ساکنانِ روئے زمین آسمان، اور تمام تیری مخلوقات انس اور جن سے مجھ گناہ گار روسیاہ کی شفاعت کریں،

کیونکہ میرا گناہ بہت عظیم ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں اور دوسرے لوگ طوافِ کعبہ کو چھوڑ کر اس شخص کے گرد مجتمع ہوئے اور ہم نے کہا وائے ہو تجھ پر اگر تو شیطان بھی ہے تو بھی رحمت اور آمرزشِ خدائے عزوجل سے مایوس و ناامید ہونا سزاوار نہیں، تو کون ہے اور تو نے کون سا ایسا گناہ کیا ہے؟ وہ مرد رونے لگا اور کہنے لگا میں اپنے گناہوں کو خوب جانتا ہوں ہم سب نے کہا ہم سے بھی نقل کر، اُس وقت اُس ملعون نے کہا کہ جب امام حسین علیہ السّلام کربلا کی طرف چلے تو میں اس وقت اُن کا ساربان تھا اور معمول یہ تھا کہ جب امامِ عالی مقام وضو فرماتے تھے تو میں ان کے ازار بند پر کہ جس کی براقی سے نظر کو خیرگی ہوتی تھی چشمِ طمع رکھتا تھا کہ کسی طرح یہ ازار بند میرے ہاتھ آجائے یہاں تک کہ وہ جناب با خویش و اقربا صحرائے کربلا میں شہید ہوئے میں نے خود کو ریگستان میں چھپا دیا جب رات ہوئی تو میں نے نکل کر دیکھا کہ صفحۂ دشتِ کربلا اس تاریکیِ شب میں مثلِ روزِ روشن درخشاں ہے اور لاشہ ہائے شہدا اِدھر اُدھر پڑے ہیں اُس وقت اپنی سیاہ بختی کی بدولت میرے دل میں اُس ازار بند کا خیال آیا اور اپنے دل میں میں نے قصد کیا کہ تنِ بے سر سید الشہدا علیہ السلام کو تلاش کر کے اگر ازار بند ہو تو لے لوں، اسی خیالِ فاسد سے لاشہ ہائے شہدا پر سے گذر کر اُس امامِ عالی مقام کی لاش پر پہنچا، میں نے دیکھا کہ فرزندِ ساقیِ کوثر کا تنِ بے سر مُنہ کے بل زمین پر پڑا ہے اور ایک نورِ عظیم اس سے ساطع ہے، نعشِ مطہر اُس مظلوم کی خاک و خون میں آلودہ ہے اور اُس پر ہوا چل رہی ہے۔ میں نے کہا قسم خدا کی حسینؑ یہی ہیں، پھر میں نے ان کے پائجامہ کی طرف دیکھا اور اپنا ایک ہاتھ ازار بند پر رکھ کر چاہا کہ نکال لوں مگر میں نے دیکھا کہ آپ نے ازار بند میں بہت سی گرہیں دی ہیں، ایک گرہ کو میں نے کھولا تھا کہ حضرت نے داہنا ہاتھ بڑھا کر ازار بند پر رکھ دیا ہر چند میں نے زور کیا لیکن وہ ہاتھ ازار بند سے جُدا نہ ہوا۔ اس وقت نفسِ امّارہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ اب کوئی حربہ یعنی چھری یا تلوار ڈھونڈ کر اس ہاتھ کو کاٹنا چاہیے چنانچہ تلاش کرنے پر ایک ٹوٹی ہوئی تلوار کا ٹکڑا میں نے پایا، پس اُس ٹکڑے کو میں اٹھا کر لے آیا اور اُسے میں نے امامِ عالی مقام کے دستِ حق پرست پر مارا اور رگڑے دے کر کاٹتا تھا یہاں تک کہ وہ ہاتھ کلائی سے جُدا ہو گیا، پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ دوسری گرہ کھولوں اس وقت حضرت نے دستِ چپ ازار بند پر رکھ دیا تا امکان میں نے زور کیا لیکن نہ اٹھا سکا پس اس ہاتھ کو بھی میں نے کاٹنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھی بند دست سے جُدا ہو گیا اس کے بعد میں نے ہاتھ بڑھایا کہ ازار بند لے لوں کہ ناگہاں زمین و آسمان لرزنے لگے اور صدائے شیون و فغاں اور آوازِ نالہ و بکا اُس

صحرائے پُر جفا میں بلند ہوئی اور کثرتِ نوحہ وزاری اور گریہ وبیقراری سے آثارِ قیامت ظاہر ہوئے اور کربلا کے جنگل میں کوئی بڑی دردناک آواز میں یہ نوحہ پڑہتا تھا ؎

وَا اِبْنَاہُ وَا مَقْتُوْلَاہُ وَا ذَبِیْحَاہُ وَاحُسَیْنَاہُ وَاغَرِیْبَاہُ

اے میرے فرزند! تجھے قتل کیا اور تجھے نہ پہچانا اور پانی پینے سے محروم رکھا۔ میں ان ہوشربا آوازوں کے سننے سے بیخود ہوگیا اور میں نے اپنے کو لاشوں میں چھپا دیا۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ تین مردِ بزرگوار اور ایک عورت عالی وقار وہاں تشریف لائے ہیں اور ان کے گرد ایک جماعت کثیر ہے کہ تمام روئے زمین ان کی کثرت سے بھر گئی۔ ان میں سے ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اے میرے فرزند! اے حسینؑ شہید! تجھ پر تیرا نانا فدا ہو۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ اُٹھ بیٹھے اور سرِ مبارک ان کے جسمِ مطہر پر موجود ہوگیا۔ آپ نے جواب دیا: لبیک اے جدِ بزرگوار میرے، اے رسولِ خدا اور اے علی مرتضیٰؑ اور اے مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ اور اے بھائی حسن مجتبیٰؑ جو زہرِ جفا سے شہید ہوئے آپ سب پر میری جانب سے سلام ہو۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے رو کر فرمایا: اے جدِ بزرگوار میرے خویش واقربا کو ان اشقیا نے قتل کیا اور چادریں تک اہلبیتِ عصمت وطہارت کے سر سے اتار لیں اور مال واسباب سارا لوٹ لیا اور ہمارے اطفال کو ذبح کر دیا۔ اے جدِ بزرگوار افسوس ہے کہ آپ ہمیں اس حالِ تباہ میں دیکھ رہے ہیں۔ ساربان کہتا ہے کہ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ وہ سب لوگ آنحضرتؐ کے گرد بیٹھے اور بآوازِ بلند زار زار مثلِ ابرِ بہار روئے اور جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے بابا کی طرف رُخ کر کے فرمایا اے پدرِ بزرگوار! آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی اُمّت نے میرے فرزندِ دلبند کے ساتھ کیا سلوک کیا، مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے فرزند کا خون لے کر اپنے ماتھے پر ملوں اور قیامت کے دن اسی صورت سے درگاہِ کبریا میں فریادی حاضر ہوں۔ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اے فاطمہؑ تم بھی خونِ حسینؑ لے کر ملو اور ہم بھی ملتے ہیں پس میں نے دیکھا کہ جنابِ فاطمہؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ریشِ مبارک سے اپنے چلو میں خون لیا اور اسے اپنی پیشانی پر ملا اور جنابِ رسالتمآبؐ اور علیؑ ابن ابی طالب اور حضرت امام حسنؑ نے بھی خونِ حسینؑ اپنے سینہ وگردن اور کہنیوں تک ہاتھوں پر ملا، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ میں فدا ہوں تجھ پر اے حسینؑ قسم خدا کی مجھ پر نہایت شدید ہے کہ میں تجھے اس حال میں دیکھوں کہ تیرا سر اور دونوں ہاتھ کٹے ہوں اور تیری نورانی پیشانی خون میں بھری ہو اور حلقِ نازنین سے خون ٹپکتا ہو اور تیرا لاشہ ریگستان بیابان میں پڑا ہو اور ہوا کے جھونکوں سے

ریت اُڑ اُڑ کر تیرے بدن پر پڑے، تیرے ہاتھ کس ملعون نے قطع کئے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے عرض کی کہ اے جدِ بزرگوار ایک ساربان مدینہ سے میرے ساتھ تھا جب میں وضو کو جاتا تھا تو وہ لعین منتظر رہتا اس ازاربند کو دیکھا کرتا تھا اور آرزو رکھتا تھا کہ اُسے لے اور میں نے اُسے اس لئے نہ دیا کہ میں جانتا تھا کہ یہ فعل اس سے سرزد ہوگا جب میں شہید ہوا تو لعین ساری لاشوں میں ڈھونڈتا پھرا یہاں تک کہ میری لاش پر پہنچا اور مجھے بے سر پایا میں نے ازاربند میں بہت سی گرہیں دی تھیں اس ملعون نے ایک گرہ کھولی میں نے داہنے ہاتھ سے ازاربند کو پکڑ لیا اس روسیاہ نے تلوار کے ٹکڑے سے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور جب دوسری گرہ کھولنے لگا میں نے بایاں ہاتھ ازاربند پر رکھ دیا، اُس سنگدل نے میرا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، اس کے بعد قصد کیا کہ ازاربند کھولے، اس وقت وہ ملعون آپ کے تشریف لانے سے آگاہ ہوا اور اپنے تئیں لاشوں میں گرا دیا۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام سنا تو بے اختیار زار زار روئے اور میرے پاس آکر ارشاد کیا اے ساربان بے ایمان تیری کیا شامت آئی تھی کہ تُو نے اُن ہاتھوں کو قطع کیا جن کے اکثر جبرئیل امین اور ملائکہ مقربین بوسے لیا کرتے تھے اور تمام اہلِ زمین وآسمان نے اُن ہاتھوں پر فخر ومباہات کی ہے، کیا تیرے لئے وہ تمام ظلم جو ان ملاعین نے میرے اہلبیتؑ پر کئے کافی نہ تھے، اے شتربان! پروردگارِ عالم تیرے منہ کو دنیا وآخرت میں سیاہ کرے اور تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع کرے اور ہمارے قاتلوں میں تجھ کو بھی محشور کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ میں شل ہو گیا اور میرا مُنہ مانندِ شبِ تاریک سیاہ ہوا، اس حال سے یہاں پہنچ کر اپنی مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ہرگز بخشا نہ جاؤں گا۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی شخص مکّۂ معظمہ میں باقی نہ رہا کہ جس نے اس نقل کو اُس ملعون سے نہ سُنا ہو، اور باعثِ تقربِ خدا سمجھ کر اس پر لعنت نہ کی ہو۔ سب کہتے تھے کہ اے لعینِ روسیاہ اور اے بے ایمانِ گمراہ تیرے لئے یہ گناہ کافی ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

ایک مردِ آہنگر باشندۂ کوفہ سے روایت کرتا ہے اُس نے کہا جب لشکرِ عمر سعد بداختر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے شہر کوفہ سے چلا تو میں بھی ہتھیار و اوزارِ آہنگری لے کر ان کے ساتھ گیا جس وقت یہ لشکر قریب کربلا پہنچا تو میں خیموں کی میخیں اور گھوڑوں کی نالیں اور تیروں کی پیکانیں ان اشقیاء کے لئے بناتا تھا، اور اگر کوئی نیزہ یا خنجر یا تلوار کج ہوجاتی تھی تو میں اُسے درست کر دیتا تھا اور چونکہ میں اس فن میں اُستاد تھا اس لئے میں نے بہت روپیہ پیدا کیا اور خوب شہرت پائی یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے۔ ہم نے بھی بسرعت تمام نہرِ علقمہ کے کنارے خیمے

برپا کیے اور لڑائی شروع ہوئی اور امام عالی مقام کو مع اصحاب پانی سے محروم رکھا اور سب کو شہید
کیا، میں انیس ۱۹ دن ان لوگوں کے ساتھ رہا، وقتِ مراجعت مالِ بسیار لے کر اسیرانِ اہلبیتِ اطہارؑ
کے ساتھ شہر میں آیا، عبید اللہ ابنِ زیاد نے اسیرانِ اہلبیتؑ کو قید کرکے یزید کے پاس بھیج دیا اور
میں اپنے گھر میں رہا، ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور خلق اللہ صحرائے
محشر میں مانندِ مور و ملخ حیران و مضطر ہر طرف دوڑ رہی ہے اور شدتِ تشنگی سے ہر شخص کی زبان منہ سے
باہر نکل کر سینہ پر لٹک آئی ہے اور مجھے اس قدر پیاس تھی کہ مجھے خیال تھا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ
پیاسا نہ ہوگا، شدتِ تشنگی سے آنکھیں دیکھنے سے اور کان سننے سے بیکار ہو گئے تھے اور ایک حالتِ
غشی طاری تھی، بے آبی نے میرے عقل و ہوش کو گم کر دیا تھا، حرارتِ آفتاب نے مغزِ سر کو پگھلا دیا
تھا اور زمین اس قدر جلتی تھی جیسے رال آگ پر جلتی ہے، حرارتِ زمین سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے
پاؤں کے دونوں پنجے جدا ہو گئے، قسم خدا کی کہ اگر مجھے پیاسا رہنے اور اپنے بدن کے گوشت کا
ٹکڑا لہو پینے میں مخیر کیا جاتا تو میں بسبب شدتِ تشنگی کے اس امر پر راضی ہو جاتا کہ میرے گوشت
کو کاٹیں اور میں اپنا لہو پی لوں، اس اثنا میں ایک شہسوار با نہایت حسن و جمال اور شوکت و جلال
نمودار ہوا، اُس کے چہرہ پُر نور سے تمام صحرائے محشر روشن و منور ہو گیا اور ہزاروں پیغمبر و وصیٔ
پیغمبر اور اولیا، و شہدا اور صلحا اُس کے جلو میں تھے وہ مانندِ بادِ تند برقِ جہندہ صحرائے محشر سے
گذر گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور سوار نظر آیا جس کی پیشانی مانندِ شبِ چہاردہ درخشاں تھی،
ہزار ہا آدمی اس کے رکابِ ظفر انتساب میں سرگرمِ اطاعت و فرمانبردار تھے، اُس کے کر و فر اور
شوکت و شان سے میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ کانپنے لگے، از بس کہ مجھے اپنے
دست و پا کا ہوش نہ تھا اس لئے میں نے سوارِ اوّل کا حال نہ پوچھا، ناگاہ اس سوار نے اپنے گھوڑے
کی باگ تھام لی اور اپنے اصحاب سے اشارہ کیا کہ اس شخص کو پکڑ لاؤ، اُس شخص نے اُن کے ہمرکابوں
میں سے اس زور سے میرے بازو کو پکڑا کہ گویا حلقۂ آہنِ گرم نے میرے ہاتھ کو لپیٹ لیا، وہ شخص مجھے
کھینچتا ہوا اُس سوار کی طرف لے چلا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا داہنا بازو شانہ سے اکھڑ گیا ہے،
میں نے جس قدر اس کی منت و سماجت کی کہ ذرا آہستہ میرے ہاتھ کو پکڑے اُس نے اور زیادہ
زور سے پکڑا، میں نے کہا کہ اے شخص تجھے قسم ہے اُس شخص کے حق کی جس کے حکم سے تو مجھے پکڑنے
آیا ہے، یہ بیان کر کہ یہ کون ہے؟ اُس نے کہا میں فرشتگانِ الٰہی میں سے ایک فرشتہ ہوں،
بارِ دیگر میں نے پوچھا کہ یہ سردارِ باوقار کون ہے؟ اُس فرشتہ نے کہا یہ مالکِ قبضۂ ذوالفقار

نائبِ رسولِ مختار قسیمِ جنت و نار حیدرِ کرار ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ وہ شہسوار تند رفتار جو
ان سے پہلے گذر گیا وہ کون تھا؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ عنوانِ صحیفۂ روزگار آیۂ رحمتِ کردگار سرورِ
صغار و کبار جناب احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، میں نے پوچھا اعوان و انصار جو ان دونوں
بزرگوں کے جلو میں تھے وہ کون تھے؟ اُس نے کہا وہ انبیائے عالی مقدار و اوصیائے اطہار اور
شہدائے اخیار و صلحائے ابرار اور مومنینِ خوش کردار ہیں، بارِ دیگر میں نے عرض کیا مجھ سے کونسا
گناہ سرزد ہوا ہے جس کے عوض میں مجھے اس عقوبت و عذاب میں گرفتار کیا ہے فرشتے نے کہا ہم ان کے حکم کے تابع ہیں جو ہمیں
ارشاد ہوا بجالائے اور قصور تیرا ہمیں معلوم نہیں لیکن اتنا جانتے ہیں کہ تیرا حال بھی یہی ہوگا جیسا اس جماعت بے سعادت کا
حال ہوا ہے تب میں گرد و پیش دیکھنے لگا کہ وہ جماعت کون سی ہے کہ جن سے یہ فرشتہ مجھے تشبیہ دیتا ہے یکایک میں نے دیکھا
کہ عمر سعد لعین مع ایک جماعت کے جن میں سے بعض کو پہچانتا تھا اور بعض کو نہیں پہچانتا تھا سامنے
وارد ہوئے وہ عمر سعد لعین کی گردن میں زنجیرِ آہنی پڑی ہوئی تھی، اور اس کے کانوں
اور آنکھوں سے آگ نکلتی تھی، یہ دیکھ کر مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا اور باقی جماعتِ باغیہ کا
یہ حال تھا کہ کسی کی گردن میں طوق پڑا ہے اور کسی کے پاؤں میں زنجیر ہے اور بعض میری طرح سے
ملائکہ عذاب کے ہاتھ میں گرفتار تھے وہ لوگ تھوڑی راہ مجھے لے گئے تھے کہ میں نے دیکھا سوارِ اوّل (یعنی
جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک کرسی بلند و زرنگار پر جو سفید موتیوں سے بنائی
گئی تھی، بیٹھے ہیں، اور اُن کے داہنے طرف اور دو بزرگوار ذیشان حاضر ہیں، میں نے ایک فرشتہ
سے پوچھا کہ یہ دونوں شخص کون ہیں؟ اُس نے کہا: حضرتِ نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں،
اُس وقت جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے پوچھا کہ
اے علیؑ تم نے کیا کیا؟ حضرت امیر علیہ السّلام نے عرض کیا یا رسول اللہ! جمیع قاتلانِ حسینؑ کو گرفتار
کرکے آپ کے پاس لایا ہوں، آہنگر کہتا ہے یہ کلام جناب امیرؑ کا سنکر میرے ہوش و حواس درست
ہوا اور شکرِ خدا میری زبان پر جاری ہوا کہ میں قاتلانِ حسینؑ میں نہ تھا، جناب رسولؐ خدا نے ان
ملعونوں کو سامنے بلایا اور ہر ایک سے حسینؑ کے مصائب پوچھتے تھے، اور روتے تھے، حضرتؐ کو
گریاں دیکھ کر تمام حاضرینِ مجلس شریف گریہ و زاری کرتے تھے اور حضرت کے رونے کا سبب یہ تھا
کہ ہر ایک شقی اُن اشقیا میں سے ایسا جانسوز بیان کرتا تھا کہ دلِ سنگ آب اور جگرِ آہن کباب ہوتا
تھا، ایک ملعون نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں نے اس شدتِ گرمی میں حسینؑ پر پانی بند کیا تھا، ایک
شقی نے کہا کہ میں نے اُن کی نعشِ مطہر پر گھوڑا دوڑایا تھا، کسی نے کہا جس وقت میں نے اُس امام

امام عالی وقار کو بے یار و مددگار باحالِ زار روئے زمین پر پڑا دیکھا تو میں نے اُن کے سینۂ پُرنور پر چڑھ کر خنجرِ آبدار سے آن کے گلوئے خشک کو کاٹا۔ ایک روسیاہ نے کہا کہ میں نے ان کے فرزند بیمار و ناتوان کو مارا۔ اس وقت جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نعرہ مارا اور فرمایا وَاولداہ واقلّۃ ناصِراہ وَاُحَسَیْنَا وَاعَلِیّا کا۔ یعنی اے میرے اہلبیت میرے بعد تم کیسی بلا و محنت میں گرفتار ہوئے۔ بعدازاں حضرت رسول خداؐ نے حضرت آدمؑ و حضرتِ نوحؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھئے اے پدرِ بزرگوار حضرت آدمؑ اور اے برادرِ عالی مقدار نوحؑ میرے بعد میری اُمت نے میری ذرّیت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ یہ کلام حضرتؐ کا وہ تھا جس سے جمیع اہلِ محشر خروش میں آئے۔ اس کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائکہ جہنم کو حکم فرمایا کہ ان ملعونوں کو لے جا کر داخلِ جہنم کرو اور ایک ایک کو عذابِ الیم میں مبتلا کرو۔ بعدازاں ایک اور شخص کو حضرتؐ کے روبرو لائے حضرتؐ نے اُس ملعون سے پوچھا، بتلا اے شقی! تو نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اُس نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں نے کچھ نہیں کیا، حضرتؐ نے فرمایا، کیا تو نجّار نہ تھا؟ اس نے کہا، یامولا درست ہے کہ میں نجّار ہوں لیکن سوا اس کے کوئی غلطی میں نے نہیں کی ہے کہ ایک دن حصین ابنِ نمیر کے خیمہ کی لکڑی ٹوٹ گئی تھی وہ میں نے درست کر دی۔ پس جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رو کر فرمایا کہ اے ملعون تو نے سوادِ لشکر کو میرے فرزند کے خلاف زیادہ کیا۔ بعد ازاں حکم فرمایا کہ اس ملعون کو پکڑ لو اور اس کو بھی جہنم میں لے جاؤ۔ فرشتوں نے کہا فیصلہ کا حق صرف خدا اور اُس کے رسولؐ اور وصیِ رسولؐ کے لئے ہے۔ آہن گر کہتا ہے کہ نجّار کا حال تباہ دیکھ کر میں نے بھی اپنی جان سے ہاتھ دھوئے۔ پھر حضرتؐ نے مجھے بُلایا اور مجھ سے پوچھا کہ تو نے کیا سلوک کیا؟ میں نے حقیقتِ حال عرض کی، حکم ہوا اسے جہنم میں لے جاؤ، ایک بار فرشتوں نے مجھے کھینچا اس کھینچنے میں میری آنکھ کُھل گئی اور سرگذشت اس خواب کی ہر شخص سے میں نے نقل کی۔ کہتے ہیں کہ اُس آہنگر کی زبان مثل لکڑی کے خشک ہوگئی تھی اور نصف بدن اُس کا بےحس و حرکت ہوگیا تھا، اور جو لوگ اُس روسیاہ کے دوست تھے اُس ملعون پر لعنت کرتے تھے اور وہ فقیر و محتاج ہو کر واصلِ جہنم ہوا۔ خدا اُسے اپنی رحمت سے دُور کرے۔ وسیعلم الّذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

سدی سے روایت ہے اُس نے کہا ایک شب میرے گھر میں مہمان آیا میں نے اس کو خوش آمدید کہی اور تعظیم و تکریم بٹھایا اور باتیں کرنے لگے۔ وہ شخص نہایت خوش بیان تھا اُس نے واقعۂ ہائلہ کربلا جسے ابھی چند روز گذرے تھے ذکر کیا۔ اُس کے سننے میں میں نے آہِ سرد بھری، اُس نے کہا کہ

تو نے متاسف ہو کر آہ کیوں کھینچی، میں نے کہا کیونکر تاسف نہ کروں کہ تو نے اس مصیبت کا ذکر کیا جس کے مقابلہ میں ساری مصیبتیں اور مشقتیں پست ہیں۔ اُس نے کہا کہ آیا تو اس وقت اس معرکہ میں نہ تھا۔ میں نے کہا الحمدللہ کہ وہاں نہ تھا۔ کہنے لگا کہ تم کس بات کا شکر کرتے ہو، میں نے کہا اس کا شکر کرتا ہوں کہ میں زمرۂ قاتلانِ حسینؑ میں داخل نہیں ہوں، کیونکہ اُن کے جدِّ بزرگوار نے فرمایا ہے کہ جس شخص سے روزِ قیامت میں میرے فرزند حسینؑ کا خون طلب کیا جائے گا۔ اس کے اعمال کا پلّہ ہلکا ہوگا۔ اس نے کہا اُن کے جدِّ بزرگوار نے یوں ہی فرمایا ہے۔ میں نے کہا ہاں اور یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ میرا فرزند بجور و ظلم قتل کیا جائے گا اور اُس کا قاتل ایک صندوقِ آتش میں ہوگا اور نصف عذاب اہلِ جہنم اس ملعون پر کیا جائے گا اور اُس کے ہاتھ پیروں میں زنجیریں ڈالیں گے، اس کی بدبو سے اہلِ جہنم خدائے عزّ وجل سے پناہ مانگیں گے اور اُس کے پیروؤں کا حال اور جو بھی اس کے فعل سے راضی ہو اُس کا حال بھی مثل اس کے حال کے ہوگا اور جب اُن کی جلد جل جائے گی تو ایک اور جلد تبدیل کی جائے گی تاکہ عذابِ جہنم خوب محسوس ہو اور کبھی ان کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی، اور وہ جہنم کا گرم پانی پئیں گے، وائے ہو اُن پر عذاب آتشِ جہنم سے اُس ملعون نے مجھ سے کہا کہ تو اس کلام کو باور نہ کر۔ میں نے کہا کیونکر باور نہ کروں، جبکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ آیا تو نے نہیں سُنا ہے کہ لوگ جناب رسولِ خدؐا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ قاتلانِ حسینؑ قتلِ حسینؑ کے بعد بہت زندگی نہ پائیں گے، اور حال یہ ہے کہ میں نوّے برس کا ہوگیا ہوں تو مجھے نہیں پہچانتا ہے۔ میں نے کہا واللہ! میں نہیں پہچانتا۔ کہنے لگا میں اخنس ابن زید ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تو نے کربلا میں کیا کیا تھا؟ اس ملعون نے کہا میں اُن سواروں کا سردار تھا کہ جنھیں عمر سعد لعین نے نعشِ امام حسینؑ پر گھوڑے دوڑانے کا اور پامالِ سُمِ اسپاں کرنے کا حکم دیا تھا۔ پس ہم نے اُن کی نعش پاش پاش پر اتنے گھوڑے دوڑائے کہ پہلو کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں، اور میں ہی وہ ہوں جس نے اُن کے فرزندِ بیمار کے نیچے سے سجّادہ کھینچا اور اُن کو مُنہ کے بَل گرادیا، اور میں ہی وہ ہوں جس نے سکینہ دخترِ حسینؑ کے کان چیر ڈالے اور گوشوارے کھینچ لئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے کلامِ بدانجام سے میرا دل زخمی ہوگیا اور میں رونے لگا اور اُس کے ہلاک کرنے کی مجھے فکر ہوئی کہ ایک مرتبہ چراغ کی روشنی کم ہوئی میں اُٹھا کہ درست کروں، اُس ملعون نے مجھے نہ اُٹھنے دیا اور کہا بیٹھے رہو، وہ اپنے سلامت رہنے پر تعجب کرتا تھا اور سرگرمِ حکایت تھا اور آپ ہی اُس نے ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ اپنی انگلی

سے چراغ کی بتی اکسادے ناگاہ اُس کی انگلی میں آگ لگ گئی، اُس ملعون نے انگلی کو زمین پر ملا کہ آگ بجھ جائے لیکن وہ کسی طرح نہ بجھی، پھر وہ چلّایا کہ اے بھائی میری خبر لے۔ مَیں نے بہ کراہت اُس کی جلتی ہوئی انگلی پر پانی کی صراحی انڈیل دی لیکن اُس پانی نے تیل کا کام کیا کیونکہ وہ آگ پانی پڑنے سے اور بھڑک اٹھی، پھر وہ بصدائے بلند کہنے لگا یہ کیسی آگ ہے اور کون چیز اسے بجھائے گی، میں نے کہا تو خود کو نہر میں گرا دے، جب تک وہ ملعون پانی میں پہنچے ــــ تمام بدن میں اُس کے آگ لگ گئی، وہ اس طرح جل رہا تھا جیسے سوکھی پُرانی لکڑی ہوائے تند میں جلتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدائے وحدہٗ لاشریک کی وہ آگ نہ بجھی جب تک کہ وہ ملعون جل کر کوئلہ نہ ہوگیا اور پانی پر تیرنے لگا۔ الا لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظّالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

ایک عورت نے روایت کی ہے کہ ایک شخص ان ملعونوں میں سے جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنے کو گئے تھے میرے پاس رہتا تھا۔ جب وہ لعین وہاں سے پھرا تو زعفران اور اونٹ لایا جب اُس زعفران کو پیسا تو وہ آگ ہوگئی اور اس کی عورت نے اس زعفران کو اپنے ہاتھوں میں ملا تو وہ مبروص ہوگئی۔ اور جب اونٹ کو ذبح کیا تو جس جگہ اس کے بدن میں چھری مارتے تھے آگ نکلتی تھی جب اس کی کھال آتاری تو اس وقت بھی آگ نکلی جب اُس کے ٹکڑے کئے اس وقت بھی آگ شعلہ ور ہوئی۔ جب پکایا تو دیگ میں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ جب گوشت کاسہ میں نکالا تو اس سے بھی آگ نکلی، وہ عورت کہتی ہے کہ مَیں ان دنوں میں کمسن تھی، ایک ہڈی اس اونٹ کی اٹھا کر مٹی میں دبا دی، ایک مدّت کے بعد میں نے اُس ہڈی کو پایا اور کاٹا تو اس سے بھی آگ نکلی، اُس وقت میں نے جانا کہ یہ وہی ہڈی ہے بعدازاں میں نے اُس ہڈی کو دفن کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ میں بہت خورد سال تھا، کئی لڑکوں کے ساتھ ایک شخص کی طرف سے گذر ہوا جس کا بدن سفید اور منہ کالا تھا، اس کو دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ یہ ملعون قاتلانِ امام حسینؑ میں سے ہے۔

بَابْ ١٠

اِمامِ حسین علیہ السّلام کے اقربا اور معاصرین نیز آپ کے احتجاجات کے بیان میں

بعض کتبِ قدیمہ مناقب میں شفیق سے مروی ہے اُس نے کہا کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو ابن زبیر ابنِ عبّاس علیہ الرحمہ کے پاس آیا اور اُن سے اپنی بیعت چاہی، ابنِ عبّاس نے قبول نہ کیا، یزید پلید نے اس گمان سے کہ ابنِ عباس نے میری بیعت کا پاس کر کے ابنِ زبیر سے بیعت نہ کی، ایک نامہ بخیص اس مضمون کا لکھا۔ امّا بعد! میں نے سنا کہ عبداللّٰہ ملحد بن زبیر تم سے بیعت طلب کرتا تھا اور اپنی اطاعت کی طرف بلاتا تھا تاکہ حق کے خلاف اس کے معین و مددگار اور جرائم و خطا میں اُس کے شریک و یار ہو اور تم نے وفاداری اور خدا کی رضاجوئی پر نظر کر کے ہمارے حقوق کی رعایت کی اور اس التماس کو قبول نہ کیا تم ہم سے ملحق ہوئے اور تم نے ہمارے حق کو پہچانا حق سبحانہٗ تعالیٰ حق شناسانِ اولوالارحام اور وفادارانِ ثابت اقدام کی بہترین جزا تمھیں عطا کرے، میں سب چیزوں کو بھول سکتا ہوں مگر تمھاری نیکی و احسان کو کبھی نہ بھولوں گا، بسبب اس فضیلت کے کہ تم رسولِ خدا سے قرابت رکھتے ہو اور اُن کے اہلبیتؑ تمھارے گھر میں رہتے ہیں۔ پس تم اُن لوگوں کو جنھیں پسرِ زبیر نے اپنی چرب زبانی اور خوش بیانی سے فریفتہ کیا، دیکھو تو انھیں اپنی رائے سے مطلع کرو اور سمجھاؤ بلاشبہ وہ تمھاری بات سنیں گے اور تمھاری اطاعت کریں گے۔ اور ابنِ زبیر نے خانۂ کعبہ کی حرمت کو ضائع کیا ہے اور وہ ہمارے دین سے خارج ہوگیا ہے۔ ابنِ عبّاس نے اس خط کے جواب میں رقم کیا۔ امّا بعد! تیرا خط پہنچا، تو نے لکھا تھا کہ ابنِ زبیر مجھ سے بیعت طلب کرتا ہے اور اطاعت چاہتا ہے جس کو مَیں نے قبول نہیں کیا، مگر حقیقت میں ایسا ہی ہو تو میری غرض اس امر کے قبول نہ کرنے سے تیری خوشی اور شکرگذاری نہیں ہے، اور میں نے جو قصد کیا ہے اس سے عالم السّر والخفیات خوب واقف ہے، اور یہ جو تو کہتا ہے کہ میں تمھاری نیکی اور حق شناسی کو نہ بھولوں گا پس اے شخص اپنی نیکی اور صلہ کو اپنے ہی پاس رکھ کیونکہ میں کبھی اپنی دوستی کو تیرے لئے صرف نہیں کرتا، مجھے قسم اپنی جان کی کہ تو ہمارے حقوق میں سے بہت تھوڑا دیتا ہے، بہت سے حقوق تو نے ہمارے بند کئے ہیں اور مجھ سے درخواست کرتا ہے کہ لوگوں کو تیری طرف راغب کروں اور ابنِ زبیر سے پھیروں، حال آنکہ نہ تجھ میں محبّت نہ مروت نہ حیا ہے نہ وفا، مجھ سے وفا چاہتا ہے اور اپنی دوستی کی طرف

ابن عباس اور یزید کی خط و کتابت

مجھے مائل کرتا ہے حالانکہ تو نے فرزندِ رسولِ خداؐ اور جوانانِ عبدالمطلب کو شہید کیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جو ہدایت کا چراغ اور علم کے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے لشکر نے ایک میدان میں ان کو شہید کر دیا اور اُن کی لاشوں کو برہنہ بے گور و کفن چھوڑ دیا جن پر ہوائیں گرد کی چادریں ڈالتی تھیں اور درندے پاسبانی کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو بھیجا جو اُن کے خون میں شریک نہ تھے، انھوں نے اُن کو کفن دیئے اور خاک میں چھپایا اور تو اپنے تختِ سلطنت پر مزے میں براجمان ہے اور تجھے مطلق پروا نہیں ہے، میں اگر سب چیزوں کو بھول جاؤں تو بھول جاؤں لیکن اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خانۂ خدا سے نکالا اور لوگوں کو بھیجا کہ اُس امامِ محترم کو حرم میں شہید کر دیں یہاں تک کہ اُس امامِ عالی مقام نے مکۂ معظمہ سے عراق کی طرف سفر کیا، اور خوف و رجا میں کعبہ سے نکلے اور تو نے اپنے سواروں کو ان سے لڑنے کے لئے بھیجا اور خدا و رسولؐ سے اپنی عداوت کا ثبوت دیا اور ان اہلبیت سے عداوت کا ثبوت دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاستوں کو دُور رکھا ہے، یہ لوگ تیرے شقی اور نالائق آبا و اجداد کی طرح نہ تھے، پھر حسینؑ نے تم سے صلح چاہی اور واپس جانے کا قصد کیا لیکن تم نے اُن کی بیکسی اور تنہائی کو غنیمت جانا اور ان کی دشمنی و عداوت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گویا کہ اپنے زعم میں تم نے قومِ تُرک کو قتل کیا، پس میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز عجیب نہیں ہے کہ تو مجھ سے دوستی کی توقع رکھتا ہے، حالانکہ تو نے میرے پدرِ بزرگوار کے فرزندِ دلبند کو قتل کیا اور تیری تلوار سے میرے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اور ہم اپنے خون کے قصاص کے تجھ سے طالب ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ خونِ ناحق ضائع نہ ہوگا اور تو ہم سے کینہ وری میں پیش دستی نہ کرے گا اور اگر تو نے پیش دستی بھی کی تو کیا ہوا، اکثر پیغمبرانِ خدا نے اور اُن کی اولادِ امجاد نے اپنی جانیں راہِ خدائے عزّ و جل میں دی ہیں اور خدا مظلوم کی نصرت کرنے والا اور ظالم سے انتقام لینے کے لئے کافی ہے۔ تو اس بات پر مغرور نہ ہو کہ آج ہم پر غالب ہوا، ایک دن ہم بھی غالب ہوں گے، اور وہ جو تو نے میری وفاداری کا ذکر کیا ہے تو اے دشمنِ خدا میں نے تجھ سے پہلوں کی بیعت کب کی، تُو جانتا ہے کہ میں خود اور میرے باپ دادا کی اولاد امرِ خلافت کے لئے تجھ سے سزاوار تر ہیں، لیکن تم گروہِ قریش نے اپنے تعصب اور عناد سے ہمیں ہمارے حق سے باز رکھا ہے اور آپ مالک ہو بیٹھے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کرے ان لوگوں کو جنھوں نے ہم پر ظلم کیا اور احمقوں کو ہمارے خلاف جنگ پر اُبھارا جس طرح قومِ ثمود اور قومِ لُوط اور اصحابِ مدین کو اپنی رحمت سے دُور کیا اور عجیب تر یہ کہ تُو نے دخترانِ عبدالمطلب کو اور اُن کے اطفال کو غلاموں کی

طرح شام میں بُلایا، تاکہ لوگ جانیں کہ تو ہم پر غالب آیا ہے، اتنے مظالم کے بعد بھی تو ہم پر احسان جتاتا ہے حالانکہ خدائے عزّ و جل نے ہمارے سبب سے تجھ پر احسان کیا ہے۔ قسم اپنی زندگی کی کہ اگر تُو ہماری تلوار سے بچ بھی گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری شمشیرِ زبان کے گھاؤ تجھ پر کاری لگیں گے، اور میں اس بات سے مایوس نہیں ہوں کہ منتقمِ حقیقی تجھ سے قتلِ فرزندِ رسولؐ پر مواخذہ کرے گا اور دنیا سے تجھے بذلت و خواری اٹھائے گا۔ اے کمینے! جب تک تیرا بس چلے زندہ رہ بہت سے گناہ تو نے جمع کئے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ؛

علامہ حلیؒ علیہ الرحمہ نے بلاذری سے روایت کی ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام، عبداللہ ابنِ عمر نے ایک خط یزیدِ پلید کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا" واقعۂ کربلا ایک عظیم مصیبت ہے اور اسلام میں بہت بڑا رخنہ پڑ گیا اور روزِ قتلِ حسینؑ سے بڑھ کر کوئی دن نہیں ہو سکتا۔ یزید نے اس خط کے جواب میں عبداللہ کو لکھا کہ اے نادان! ہم نے تو یہ قصرہائے زیبا، سجے ہوئے فرش، سجی ہوئی مسندیں پہلے سے پائی تھیں جو جنگ ہم نے لڑی ہے وہ ان چیزوں کے بچانے کے لئے تھی (نہ کہ چھیننے کے لئے) پس اگر یہ ہمارا حق ہے تو ہم نے اپنے حق سے دفاع کیا اور اگر ناحق تھا تو کس نے سب سے پہلے اس کی بنیاد رکھی اور اس طریقہ کو ایجاد کیا۔

مُصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک طولانی حدیث میں نے دلائل الامامت سے نقل کی ہے جو کتاب فتن میں بھی گذر چکی اور وہ یہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اٹھارہ جگر بندوں کی شہادت کی خبر مدینۂ منوّرہ پہنچی نوجوان بنی ہاشم ہیجان میں آئے، وہاں عبداللہ ابنِ عمر کو بھی بہت غیظ آیا، وہ شام کی طرف روانہ ہوئے جب دربارِ یزید میں پہنچے تو اس کو بہت کھری کھری باتیں سنائیں اور قتلِ امام حسین علیہ السلام پر بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ یزید یہ سنکر عبداللہ کو خلوت میں لے گیا، اور ایک منافق کا خط[1] دکھلایا جس کا مضمون تھا کہ میں اپنے آبائی دین پر قائم ہوں اور محمد مصطفیٰؐ کو (معاذاللہ) ساحر اور جھوٹا جانتا ہوں، وہ اپنے سحر کی بدولت لوگوں پر غالب ہو گئے تھے، لہٰذا ان کے اہلبیتؑ کی اگرچہ ظاہر میں تکریم کرتا مگر درپردہ ان کی بیخ کنی کرنا اور روئے زمین پر اُن کو باقی نہ رہنے دینا۔ ابنِ عمر اس خط کو پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ پھر انھوں نے یزید کے حق میں تقریر کرنا شروع کی اور کہا کہ قتلِ حسینؑ میں وہ حق بجانب تھا۔

عبداللہ بن عمر کا اور یزید کی خط و کتابت

---

[1] یہ خط مسلمانوں کی بہت مشہور اور عالی قدر ہستی نے معاویہ کے نام لکھا تھا جس کا نام ظاہر کرنے کو مانع ہے۔

باب ۱۱

ذکرِ ازواج و اولادِ طاہرین امام حسین علیہ السّلام

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ازواجِ امام حسین علیہ السلام کا تھوڑا حال، بابِ احوال حضرت امام زین العابدین علیہ السلام میں مذکور ہے۔ کتابِ ارشاد میں مرقوم ہے کہ امام حسینؑ کی چھ اولادیں تھیں۔

(۱) علی اکبر زین العابدینؑ، ان کی کنیت ابو محمد تھی، والدہ کا نامِ نامی شہر بانو بنتِ کسریٰ یزدجرد تھا۔[۱]

(۲) علی اصغرؑ جو کہ کربلا میں اپنے پدرِ بزرگوار کے سامنے شہید ہوئے، ان کا ذکر بابِ شہادت میں گزر گیا ان کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنتِ ابو مرّہ بن عروہ بن مسعود ہیں، یہ قومِ ثقیف سے تھیں۔ (۳) جعفر، لاولد انتقال کیا، ان کی ماں قومِ قضاعہ سے تھیں، جعفرؑ نے اپنے والدِ بزرگوار کی حیات میں قضا کی (۴) عبداللہ اپنے پدرِ بزرگوار کی گود میں ایک ملعون کے تیر سے شہید ہوئے۔ (۵) سکینہ مادرِ گرامی رُباب دخترِ امراء القیس بن عدی آپ کلبیہ معدیہ سے تھیں عبداللہ شیر خوار کی بھی یہی ماں ہیں۔ (۶) فاطمہ، انکی ماں اُمِّ اسحٰق دخترِ طلحہ بن عبداللہ قومِ تمیم سے تھیں۔

کتابِ مناقب میں کتاب البدعؔ اور شرح الاخبار سے مسطور ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو علی اکبر یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کو زندہ چھوڑ گئے اور یہ باقی رہے۔ اور اولاد جو حضرت کی شہید ہوئی ان سے سِن میں چھوٹی تھی اور اسی روایت پر میرا اعتماد ہے۔

ایک دفعہ یزید پلید نے علی بن الحسین علیہ السّلام سے کہا کہ تعجب ہے کہ تمھارے باپ نے اپنے سب بیٹوں کا نام علی رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار اپنے والدِ ماجد سے بہت محبّت رکھتے تھے، اس سبب سے ان کا اسمِ مبارک اپنی اولاد پر مکرّر رکھا۔

ابن کلبی کہتا ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام نے حریث ابن جابر حنفی کو مشرق کی طرف امیرِ لشکر مقرر کر کے روانہ کیا، اس نے دخترِ یزدجرد کو حضرت کے پاس بھیجا، جناب امیر علیہ السّلام نے انھیں اپنے فرزند دلبند جناب امام حسین علیہ السّلام کو عطا[۱] فرمایا اور علی ابن الحسینؑ انھیں کے بطن سے ہیں اور دوسرے

[۱] جناب شہر بانو کے متعلق یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ خلیفۂ ثانی کے عہد میں دربار میں لائی گئیں، یہ اہل سنت کی روایت ہے جو درایتی اصول پر پوری نہیں اترتی، کیونکہ ایران ۱۶۔ ۱۷ ہجری میں فتح ہوا ہے۔ اس وقت یزدجرد کی عمر ۲۰۔ ۲۲ سال سے زیادہ نہ تھی اس لئے اس کی کوئی اولاد اس وقت ۵۔ ۶ سال سے زیادہ عمر کی نہیں ہو سکتی، حالانکہ شہر بانو جوان تھیں پھر امام حسینؑ بھی اسوقت تک سنِ نکاح کو نہیں پہنچے تھے کیونکہ آپ کی ولادت ۴ھ میں ہوئی تھی اسلئے اس واقعہ کے وقت آپ بارہ یا زیادہ ۱۳ سال کے تھے

راویوں نے لکھا ہے کہ حریثِ مذکور نے یزدجرد کی دو بیٹیاں جناب امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں بھیجی تھیں، ایک اُن میں سے حضرت نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت امام حسین علیہ السّلام کو عنایت فرمائی اور علی ابن الحسینؑ انھیں کے بطنِ شریف سے ہیں، اور دوسری محمد ابن ابی بکر کو عطا کی کہ اُن سے قاسم ابنِ محمد پیدا ہوئے اس صورت میں علی ابن الحسینؑ اور قاسم بن محمد دونوں خالہ زاد بھائی ہوں گے۔

کتابِ مناقب میں مرقوم ہے کہ اولادِ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ایک علی اکبر ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور اُن کی ماں حرّہ بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں، اور دوسرے علی اوسط ہیں جنھیں امامت پہنچی، یہ منجھلے ہیں۔ تیسرے علی اصغر ہیں، اور ان دونوں صاحبزادوں کی والدہ شہر بانو تھیں اور محمد اور عبداللہ شہید بطنِ جناب رباب سے ہیں کہ جو ربیبہ امام حسن علیہ السّلام کی بیٹی تھیں، اور جعفر حسن کی ماں قبیلۂ قضاعہ سے ہیں۔ اور حضرت کی صاحبزادیوں سے سکینہ ہیں آپ کی والدہ رباب قبیلۂ کندہ سے ہیں یہ امرء القیس کی بیٹی ہیں اور فاطمہ کی ماں اُمِّ اسحٰق دخترِ طلحہ بن عبداللہ تھیں اور زینب۔ امام حسین علیہ السّلام نے اپنی شہادت کے بعد بیٹوں میں سے صرف ایک کو چھوڑا اور وہ امام زین العابدین علیہ السّلام ہیں اور بیٹیوں میں سے دو بیٹیاں۔ حضرت کا دربان رشید ہجری تھا۔

کتاب کشف الغمہ میں کمال الدین بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت کی دس اولادیں تھیں، چھ بیٹے اور چار بیٹیاں علی اکبر اور علی اوسط (وہی سیّد الساجدینؑ ہیں) اور علی اصغر، محمد اور عبداللہ اور جعفر۔ علی اکبر امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ جناب علی اصغر خورد سال تیر سے شہید ہوئے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عبداللہ بھی جناب امام حسین علیہ السّلام کے سامنے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور بیٹیاں تین تھیں، زینب، سکینہ اور فاطمہ۔ اور یہ قول مشہور ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت کی اولاد چار فرزند اور دو بیٹیاں تھیں لیکن قولِ اوّل زیادہ مشہور ہے اور سلسلۂ امامت اور ولایت کا تا بہ قیامِ قیامت حضرت علی اوسط یعنی امام زین العابدین علیہ السلام سے باقی ہے۔ مصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ کشف الغمہ نے بعض اولاد کو ذکر کیا ہے اور بعض کو چھوڑ دیا ہے۔

ابن خشاب کہتا ہے کہ آپ کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، علی اکبر جو شہید ہوئے، اور علی اوسط سیّد الساجدینؑ امام ہیں اور علی اصغر اور محمدؔ اور عبداللہ شہید اور جعفر اور بیٹیاں حضرت سکینہ اور زینب اور فاطمہ ہیں۔

حافظ عبدالعزیز پسر اخضر جنابذی کہتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کے چار بیٹے اور

دو بیٹیاں تھیں، علی اکبر جو حضرت کے سامنے شہید ہوئے اور علی اصغر اور جعفر اور عبداللہ اور سکینہ اور فاطمہ اور حضرت کی نسل حضرت علی اصغر سے ہے، اور اُن کی ماں اُمّ ولد تھیں اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔ اور زہری نے کہا ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو اُن سے بہتر نہیں دیکھا۔

صاحبِ کشف الغمہ کہتے ہیں کہ حافظ مذکور نے امام زین العابدین علیہ السّلام کو ذکر نہیں کیا، صرف علی اکبر اور علی اصغر کو ذکر کیا اور یہ جو اُس نے کہا کہ نسل جناب امام حسینؑ کی علی اصغر سے ہے تو اُس سے امام زین العابدینؑ کا ارادہ کیا اور علی اصغر کو چھوڑ گیا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت کے تین فرزندوں کا نام علی تھا جیسا کہ اکمال الدین نے ذکر کیا ہے۔ امام زین العابدینؑ منجھلے تھے۔ اور اکمال الدین کی روایت میں اور حافظ کی روایت میں چار اولادوں کا فرق ہے۔

باب ۱۲

مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے حالات کے بیان میں

شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں منہال سے روایت کی ہے کہ میں مکہ معظّمہ سے مراجعت کے وقت خدمت امام زین العابدین علیہ السّلام میں مشرف ہوا، آپ نے مجھ سے پوچھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت اُس کو میں نے کوفہ میں زندہ چھوڑا ہے یہ سُن کر آپ نے اپنے دونوں دستہائے مبارک دعا کے واسطے اٹھائے اور فرمایا:- اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ النَّارِ۔ خداوندا! اُس کو لوہے کی گرمی کا مزا چکھا، خداوندا! اس کو گرمیِ آہن کا مزا چکھا دے، پھر تیسری مرتبہ فرمایا؛ خداوندا! اس کو آگ کی گرمی چکھا دے۔ اس کے بعد جب میں کوفہ گیا تو مختار نے خروج کیا تھا۔ میں مختار سے بہت دوستی رکھتا تھا، تھوڑے دنوں کے بعد جب میں نے لوگوں کی آمد و رفت سے فرصت پائی تب مختار کے پاس گیا، اس وقت وہ اپنے گھر سے نکل کر کہیں باہر جا رہے تھے، مجھ سے کہا کہ اے منہال تم مدّتِ مدید کے بعد آئے اور قاتلانِ حسینؑ کے قتل کرنے میں میرے ساتھ شریک نہ ہوئے اور نہ تم نے مجھے تہنیت اور مبارکباد دی، میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ میں اِس شہر میں حاضر نہ تھا اَب حاضر ہوا ہوں اسی طرح باتیں کرتے ہوئے مقامِ کناسہ تک پہنچے اس جگہ انھوں نے گھوڑا ٹھہرایا اور منتظر ہوئے کہ حرملہ کو کوئی لائے، کیونکہ کچھ لوگ اُس کو ڈھونڈھنے کو گئے تھے، یکایک کئی سوار اور پیادے آئے اور کہنے لگے اے امیر! بشارت ہو کہ حرملہ گرفتار ہو گیا بس تھوڑی دیر کے بعد اُس ملعون کو لائے۔ مختار نے کہا کہ خدا کا شکر و احسان ہے کہ تو میرے ہاتھ لگا اور جلّاد کو طلب کیا اور حکم دیا کہ پہلے اُس کے ہاتھ کاٹے جائیں، اس کے بعد دونوں پاؤں کاٹے جائیں، اُس کے بعد کہا کہ آگ اور لکڑیاں لائی جائیں چنانچہ اس میں اس کو ڈال دیا گیا۔ آگ شعلہ ور ہوئی۔ منہال کہتا ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ! مختار نے کہا تسبیح ہر وقت خوب ہے لیکن اِس وقت تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا، اے امیر! میں مکّہ سے واپسی پر مدینہ میں امام علی ابن الحسینؑ کی قدمبوسی کے لئے گیا تھا، آپ نے مجھ سے حرملہ کا حال پوچھا، میں نے عرض کیا کہ کوفہ میں چھوڑ آیا ہوں بس اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ النَّارِ۔ مختار نے کہا، آیا ایسا ہے! تم نے اُن کی زبانِ مبارک سے سُنا! میں نے کہا قسم

خدا کی اسی طرح سُنا تھا، پس وہ یہ سنکر گھوڑے سے نیچے اُترے اور دوگانہ شکر کا بجا لائے اور سجدہ دیر تک کیا پھر سوار ہوئے، اس وقت تک حرملہ خاک و خاکستر ہو گیا تھا میں بھی سوار ہوا اور اُن کے ہمراہ گیا میرا گھر راہ میں تھا، میں نے عرض کیا کہ اے امیر! اگر کچھ مضائقہ نہ ہو تو تھوڑی دیر مہربانی کیجئے اور از راہِ بندہ نوازی میرے غریب خانہ میں تشریف لائیے اور نان و پنیر نوش فرمایئے۔ مختار نے کہا، اے منہال تم نے مجھ کو خبر دی کہ جناب علی ابن الحسینؑ نے چار دعائیں کیں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کی اجابت کو میرے ہاتھ پر ظاہر کیا اور تم کہتے ہو کہ کھانا کھاؤ۔ آج میں نے اس نعمت کے شکرانہ میں روزہ کی نیت کی ہے کہ خدائے عزّ و جل نے مجھ کو توفیق اس کام کی عطا فرمائی اور حرملا وہی ملعون تھا جو سرِ مبارک مظلوم کربلا کا نیزہ پر رکھ کر شہرِ شام میں لے گیا تھا۔

شیخ نے کتاب امالی میں مدائنی سے روایت کی ہے کہ شب چہار شنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۶۶ھ کو مختار نے خروج کر کے علم بلند کیا اور لوگوں نے ان شرطوں کے ساتھ اُن سے بیعت کی کہ موافق کلامِ الٰہی و سنتِ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عمل کریں گے اور امام حسین علیہ السّلام اور اُن کے اہلبیتِ طاہرین کے خون کا بدلہ اُن کے قاتلوں سے لیں گے اور کمزور شیعوں سے خطرِ اعدا کو دفع کریں گے۔

مختار نے عبداللہ بن مطیع پر جو عبداللہ ابنِ زبیر کی طرف سے حاکم کوفہ تھا خروج کیا اور اُس کے ساتھ جنگ کی اور اُسے شکست دے کر بھگا دیا۔ مختار کوفہ میں دوسری محرّم الحرام ۶۷ھ تک مقیم رہے، پھر ارادہ کیا کہ لشکر کو عبیداللہ ابن زیاد سے جنگ کے لئے بھیجیں وہ ملعون اُن دنوں حاکم "جزیرہ" تھا، چنانچہ مختار نے ایک لشکر ابراہیم بن مالکِ اشتر کی سرکردگی میں مع ابو عبداللہ الجدلی اور ابو عمارہ کیان کے روزِ شنبہ ساتویں محرم سنہ مذکور کو جزیرۂ مذکور کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ دو ہزار شیرانِ قبیلۂ اسد اور مذحج سے اور دو ہزار قومِ تمیم و ہمدان سے اور ڈیڑھ ہزار شجاع قبیلۂ کندہ و ربیعہ سے اور دو ہزار دلاور طائفہ حمرا سے روانہ کئے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چار ہزار اور قبیلوں سے اور آٹھ ہزار قبیلۂ حمرا سے جمع ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مختار ابراہیم بن مالکِ اشتر کو رخصت کرنے کیلئے کوفہ سے پاپیادہ نکلے، ابراہیم نے کہا سوار ہو جایئے خدا آپ پر رحم کرے، مختار نے جواب دیا کہ میں تمھارے پہنچانے میں جناب احدیت سے اجر چاہتا ہوں اور میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے قدم آلِ محمدؐ کی نصرت میں گرد آلود ہوں۔ اس کے بعد ابراہیم کو رخصت فرمایا اور خود واپس گئے، ابراہیم بن مالکِ اشتر اپنے لشکرِ ظفر پیکر کے ساتھ مدائن میں پہنچے اور آگے جانے کا قصد کیا۔ جب مختار نے

ابراہیم کے مدائن سے کوچ کرنے کی خبر سنی تو خود بھی متوجہ مدائن ہوئے، جس وقت ابراہیم کا لشکر موصل پہنچا تو ابنِ زیاد نے بھی ایک جماعتِ کثیر کے ہمراہ ان کی جانب رُخ کیا اور چار فرسخ کا فاصلہ دے کر خیمے برپا کئے جس وقت دونوں لشکروں نے باہم مقابل ہو کر صفیں باندھیں ابراہیم نے بہادروں کو جہاد اور قتلِ عناد کا حکم دیا اور خوب جوش دلایا اور یہ مختصر تقریر کی کہ: اے صاحبانِ حق و یقین اور اے مددگارانِ دینِ مبین! یہ ابنِ زیاد لعین قاتلِ سبطِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہلِ بیت طاہرینؑ، گروہِ شیاطین کے ساتھ تم سے لڑنے آیا ہے لہٰذا تم نیک نیتی کے ساتھ جنگ کرو اور اس جہاد میں ثابت قدم رہو خدا تم کو فتح دے اور اس لعین کو تمھارے ہاتھ سے قتل کرائے اور مومنین کے دلہائے غمگیں کو سُرور پہنچائے۔ پس لڑائی ہونے لگی، اس وقت اہلِ عراق کا نعرہ تھا یَالثارات الْحُسَیْن یعنی اے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے والو! یہ کہہ کر لشکرِ ابراہیم نے حملہ کیا اور منتشر ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں، ابراہیم نے بہ آوازِ بلند آواز دی کہ یاشرطة اللہ الصبر الصبر، اے خدا کی فوجدارو! صبر کرو، صبر کرو۔ یہ سنکر سب پھر آئے۔ عبداللہ بن بشار جو اصحاب کبار جناب حیدرِ کرّار علیہ السلام سے تھے، انھوں نے لوگوں کو خوش خبری دی کہ میں نے امیر المومنین علیہ السّلام سے سنا تھا کہ تم اہلِ شام سے نہرِ جازر کے کنارہ ملاقات کرو گے، ان کا پہلا حملہ تم کو پسپا کرے گا یہاں تک کہ فتح سے ناامید ہو جاؤ گے اور پھر لڑو گے اور اُن کے سردار کو مار ڈالو گے، پس صبر کرو اور ہراس نہ کرو کہ تم سب فتح پاؤ گے۔ اس کے بعد ابنِ اشتر نے میمنہ پر حملہ کیا اور سب سوار اُن کے ہمراہ دوڑے اور بہتوں کو مار کر زین سے زمین پر ڈال دیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے تا اینکہ میدان خالی ہو گیا۔ صفِ مخالف سے جو سردار مارے گئے وہ یہ تھے، عبیداللہ ابنِ زیاد و حصین بن نمیر و شرجیل بن ذی الکلاع و ابنِ حوشب و غالب باہلی و عبداللہ ابن ایاس سلمی و ابوالاشرس حاکم خراسان اور دوسرے بہت سے اشرار داخلِ دار البوار ہوئے۔ جنگ سے فراغت پانے کے بعد ابراہیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب دشمن کا لشکر بھاگا تو میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ لوگ نہیں بھاگے۔ جب میں اُن کی طرف بڑھا تو میں نے اُن میں ایک شخص کو دیکھا جو ایک موٹے گدھے کی طرح پھولا ہوا تھا اور لوگوں کو جنگ پر اُبھار رہا تھا، جو کوئی اُس کے آگے جاتا مارا جاتا تھا، اتنے میں وہ میرے آگے آیا، میں نے ایک ہی ضربت میں اُس کا ہاتھ اُڑا دیا، وہ زخمی ہو کر نہر کے کنارہ پر گر پڑا اُس کے ہاتھوں سے خون جاری تھا اور پیر سُوجے ہوئے تھے، جب میں نے اُس کو قتل کیا

تو اُس کے بدن سے مشک کی بُو آتی تھی[1]۔ میرا گمان ہے کہ ابنِ زیاد بدنہاد وہی تھا۔ پس تم لوگ اُس کو ڈھونڈو اور اُس کا سر کاٹ کر لاؤ۔ چنانچہ ایک شخص نے جاکر تلاش کیا تو کشتوں کے درمیان اُس کی لاش ملی۔ جب اس کے موزے اتارے تو پہچانا گیا، چنانچہ وہ شخص اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس لایا اور اُس کے تنِ نجس میں اتنی چربی تھی کہ اس کو لوگوں نے تمام رات جلایا۔ ابنِ زیاد کا ایک غلام مہران نامی تھا، ابنِ زیاد اس کو بہت دوست رکھتا تھا، جب اُس نے یہ دیکھا تو قسم کھائی کہ تمام عمر چربی نہیں کھائے گا، صبح کو ابراہیم کے لشکر نے ابنِ زیاد کے لشکر میں جو مالِ غنیمت ملا قبضہ میں کیا اور یہ غلام کسی طرح شام بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے جب عبدالملک بن مروان نے ابنِ زیاد کا حال پوچھا، تو اُس نے کہا کہ جب جنگ شروع ہوئی تو ابنِ زیاد نے حملہ کیا پھر پلٹ کر مجھ سے پانی لیا اور اپنے جسم پر اور گھوڑے کی پیشانی پر چھڑکا اس کے بعد وہ دوبارہ لشکر میں گھس گیا، اُس کے بعد میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا؟ جنگ کے خاتمہ پر ابراہیم نے ابنِ زیاد اور اُس کے دوسرے اصحاب کا سر مختار کے پاس بھیجا۔ مختار اُس وقت کھانا کھا رہے تھے، دیکھتے ہی شکرِ خدا ادا کیا کہ امام حسین علیہ السّلام کا سرِ مبارک بھی جس وقت اُس ملعون کے سامنے لایا گیا تھا تو یہ شقی بھی کھانا کھا رہا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اسی اثناء میں ایک سفید سانپ نمودار ہوا جو سروں کو لانگتا ہوا ابنِ زیاد کے سر کے پاس آیا اور اُس کی ناک میں داخل ہوا، پھر کان سے نکل گیا، پھر کان میں جاکر ناک سے نمودار ہوا، مختار جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اُٹھ کر ابنِ زیاد کے سر پر ٹھوکر ماری۔ پھر جُوتی اپنے غلام کو دی کہ دھولا، کیونکہ میں نے اس کو اس کافر کے چہرے سے مس کیا ہے۔ اس کے بعد مختار کوفہ واپس آگئے اور ابنِ زیاد، حصین بن نمیر، شراحیل بن ذی الکلاع، عبدالرحمٰن بن ابو عمیر ثقفی، عبداللہ بن شداد، سائب بن مالک اشعری کے سروں کو مدینہ میں حضرت محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجا، امام زین العابدین علیہ السّلام اِن دنوں مکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مختار نے ان سروں کے ساتھ اس مضمون کا ایک خط لکھا تھا۔ اَمّا بعد! میں نے آپ کے انصار اور شیعوں کو آپ کے دشمنوں کی طرف بھیجا تاکہ ان سے جنگ کر کے آپ کے مظلوم شہید بھائی کا انتقام لیں، پس یہ لوگ نعم واندوہ روانہ ہوئے تو ان لوگوں کو مقام نصیبین میں پالیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو

---

[1] ابنِ زیاد اپنے ناسور کی وجہ سے مشک لگایا کرتا تھا۔ ج ۲ ۔ ۱۲ منہ

ہلاک کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، حضرت محمد حنفیہ کو جب یہ سر ملے تو آپ نے ابنِ زیاد کا سر امام زین العابدین علیہ السّلام کو مکّہ بھجوادیا۔ جب یہ سر وہاں پہنچا تو اُس وقت آپ بھی کھانا نوش فرما رہے تھے، آپ نے بھی اس سر کو دیکھ کر وہی کلام ارشاد کیا جو مختار نے کہا تھا، آپ نے فرمایا جب میرے بابا کا سر اور میں ابنِ زیاد کے پاس لے جایا گیا تو یہ شقی بھی کھانا کھا رہا تھا، اُس وقت میں نے خالقِ اکبر کی درگاہ میں دعا کی تھی کہ اے پالنے والے مجھ کو دنیا سے نہ اٹھانا جب تک کہ ابنِ زیاد کا سر بھی مجھے اسی طرح دکھانا جس طرح اس نے میرے باپ کا سر دیکھا ہے۔ الحمدللہ کہ خدا نے میری دعا سُن لی۔ آپ نے وہ سر پھنکوادیا، پھر وہ عبداللہ بن زبیر کے پاس لے جایا گیا۔ عبداللہ بن زبیر نے اس سر کو اپنے نیزہ پر آویزاں کیا۔ ہوا نے اس سر کو زمین پر گرادیا، اتنے میں ایک پردہ کے پیچھے سے ایک سانپ ظاہر ہوا اور اُس نے ابنِ زیاد کی ناک کو کاٹا، لوگوں نے اس کو دوبارہ نیزے پر رکھ دیا مگر ہوا نے پھر گرادیا، پھر سانپ نے اس کی ناک کو کاٹا، غرض اسی طرح تین دفعہ ہوا، آخر میں ابنِ زبیر کے حکم سے وہ سر مکّہ کی ایک گھاٹی میں پھینک دیا گیا۔

مختار سے کچھ لوگوں نے ابنِ زیاد کے معاملہ میں سفارش کی تھی، ناچار انھوں نے اس کو امان دیدی تھی، مگر اس شرط پر کہ کوفہ سے باہر نہیں جائے گا اور اگر جائے گا تو اس کا خون بدر ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص عمرِ سعد کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مختار نے ایک قاتلِ حسینؑ کے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے، میرا گمان ہے کہ وہ تُو ہے۔ یہ سنکر پسرِ سعد ڈرا اور کوفہ سے نکل بھاگا اور مقامِ حمام میں آکر چھپ گیا، اس پر کسی نے اس سے کہا کہ تیرا خیال ہے کہ تُو مختار سے چھپ سکے گا۔ یہ سُنکر وہ پھر رات کے وقت کوفہ میں واپس آگیا اور اپنے گھر میں چلا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ صبح کے وقت میں مختار کے دربار میں گیا۔ اتنے میں ہشیم بن اسود داخل ہوا، اس کے بعد ہی حفص ابنِ زیاد کا بیٹا بھی آیا، اور اُس نے مختار سے کہا کہ میرے باپ نے کہا ہے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو قرارداد ہوئی تھی کہاں گئی؟ اور اب کیوں میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، مختار نے کہا تشریف رکھیے۔ پھر آواز دی کہ عمرہ کہاں ہے۔ اس آواز پر ایک پستہ قد شخص ہتھیار جھنجھناتا داخل ہوا۔ مختار نے اُس کے کان میں کچھ کہا اور دو آدمیوں کو اس کے ساتھ بھیجا۔ راوی کہتا ہے کہ میرا خیال تھا کہ ابھی وہ ابنِ سعد کے گھر بھی نہ پہنچے ہوں گے کہ اُس کا سر مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ مختار نے اس کے بیٹے سے کہا کہ اس سر کو پہچانتے ہو؟ اُس نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ مختار نے جلّاد سے کہا

کہ اے عمرہ! اس کو بھی باپ کے پاس پہنچا دو، چنانچہ وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ مختار نے کہا عمر حسینؑ کے بدلہ میں اور حفص علی بن الحسینؑ کے بدلہ میں اگرچہ یہ ان کا بدل کیسے ہوسکتا ہے۔ ابنِ سعد کے مارے جانے کے بعد مختار کے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ انھوں نے اعلان کر دیا کہ میرے لئے کھانا پینا حرام ہے جب تک قاتلانِ حسینؑ سے خونِ حسینؑ کا بدلہ نہ لے لوں، اور ان میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑوں۔ پھر تو ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر لایا جانے لگا اور قتل ہونے لگا۔ جس کے متعلق بھی لوگ کہتے تھے کہ یہ قاتلانِ حسینؑ سے ہے یا اُن کا مددگار ہے، مختار اُس کی گردن اُڑا دیتے تھے، مختار کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ شمر ذی الجوشن امام حسین علیہ السّلام کے کچھ اونٹ کوفہ میں لایا تھا اور ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت گھروں میں تقسیم کیا تھا۔ مختار نے پتہ لگا کر ان گھروں کو مسمار کرا دیا اور اُن کے مکینوں کو بھی مار دیا۔ مختار کے پاس عبداللہ بن اسد جہنی، مالک بن ہشیم حمل بن مالک گرفتار کر کے لائے گئے۔ مختار نے ان سے کہا کہ اے دشمنانِ خدا! بتلاؤ حسینؑ کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو تو اُن سے جنگ کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مختار نے کہا تم نے اتنا ہی احسان کیا ہوتا کہ ان کو بوقتِ آخر تھوڑا پانی پلا دیا ہوتا۔ پھر مختار نے مالک سے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے تو اُن حضرتؑ کی کلاہِ مبارک لے گیا تھا اس نے کہا نہیں میں نہیں لے گیا تھا۔ مختار نے کہا تو ہی لے گیا تھا، مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر تڑپنے دیا جائے، چنانچہ اسی طرح کیا گیا، یہاں تک کہ اس کو موت آئی۔ دوسرے دو آدمیوں کی گردن زدنی کا حکم دیا۔ فراد بن مالک، عمرو بن خالد، عبدالرحمٰن بجلی اور عبداللہ بن قیس خولانی، جب یہ لوگ مختار کے پاس لائے گئے تو اُن سے کہا اے صالحین کے قاتلو! اللہ کی پھٹکار تمھارے اوپر! تم امام حسین علیہ السلام کی خوشبوئیں لوٹ کر لائے تھے۔ پھر حکم دیا کہ ان کو سرِ بازار قتل کیا جائے۔ مختار نے ہانی کے فرزند معاذ کندی اور ابو عمرۃ کیسانی کو خولی کے گھر بھیجا۔ یہ ملعون حسینؑ کا سرِ مبارک ابنِ زیاد کے پاس لایا تھا، خولی پاخانہ میں چھپ گیا، اندر گئے تو دیکھا اُس نے ایک زنبیل اوڑھ رکھی ہے۔ اس کو گرفتار کر کے مختار کی طرف لے چلے تو مختار کچھ سواروں کے ساتھ راستے میں آتے ہوئے ملے، وہ اس کو اس کے گھر کی طرف لے گئے اور اُسی کے پاس اُس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش جلا دی۔ پھر اُس کے بعد مختار نے شمر بن ذی الجوشن کو تلاش کیا، وہ ملعون جنگل میں بھاگ گیا، مختار نے ابو عمرۃ کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ جنگل میں اُس سے مع اس کے اصحاب کے مڈبھیڑ ہوگئی اور اُس نے بڑی جنگ کی آخر میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور مختار کے پاس بھیجا گیا، مختار نے اس کو قتل کر کے کھولتے ہوئے

تیل میں ڈال دیا اور اس کا تنِ نجس پاش پاش ہو گیا، مختار کے غلام حارثہ بن مضرب نے اس کے سر اور چہرہ کو پیروں سے کچلا۔ غرض مختار اسی طرح قاتلانِ حسینؑ چُن چُن کر قتل کرتے رہے یہاں تک کہ اُن میں سے خلقِ کثیر ماری گئی، جو باقی بچے وہ اِدھر اُدھر بھاگ نکلے، مختار نے اُن کے گھروں کو منہدم کروا دیا۔ بہت سے غلاموں نے بھی اس کارِ خیر میں مختار کا ساتھ دیا اور اپنے آقاؤں کو قتل کر دیا جنھوں نے قاتلانِ حسینؑ کے قتل کرنے میں شرکت کی تھی۔ مختار نے اس صلہ میں ان کو آزاد کر دیا۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مذمتِ مختار کی حدیث باب مصالحت امام حسن علیہ السلام میں گزر گئی۔[1]

قصص الانبیاء میں سماعہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو رسولِ خداؐ، امیر المومنینؑ، حسنؑ و حسین علیہم السّلام جہنم کے کنارے جائیں گے۔ اس وقت ایک شخص جہنم میں سے تین دفعہ آواز دے گا اَغِثْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ (یا رسول اللہ! میری مدد کو پہنچیے) لیکن رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کو کوئی جواب نہیں دیں گے، پھر وہ حضرت علیؑ کو پکارے گا وہ بھی جواب نہیں دیں گے، پھر وہ امام حسنؑ کو آواز دے گا وہ بھی نہ سنیں گے، آخر میں وہ امام حسین علیہ السلام کو آواز دے گا اور کہے گا: "یا حسینؑ! آپ میری مدد کیوں نہیں کرتے میں نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا ہے۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السّلام عقاب کی طرح جھپٹ کر اُسے آتشِ جہنم سے باہر نکال لیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا میرے والدین نثار! یہ کون شخص ہوگا! آپ نے جواب میں فرمایا، مختار! میں نے کہا مختار اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی جہنم میں جائیں گے! فرمایا ہاں! کیونکہ اُن کے دل میں دو منافقوں کی محبت تھی، قسم بخدا اگر جبرئیل و میکائیل کے دل میں بھی ان کی ذرّہ برابر محبت ہو تو وہ بھی جہنم میں چلے جائیں گے۔[2]

---

[1] اور وہ حدیث یہ ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے کہا تھا کہ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کو دیدینا چاہیئے۔ اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہوسکتا ہے حُر کی طرح پہلے ان کو بھی امامؑ کی معرفت نہ ہو، یا یہ جملہ انھوں نے اپنے چچا کو آزمانے کے لئے کہا ہو۔ مختار کے متعلق دونوں طرح کی احادیث اور ان پر ہمارا فیصلہ آگے آئے گا۔ مزید حالات ہماری کتاب "خدائی تلوار" میں ملاحظہ ہوں۔ الجوادی ۱۲

[2] یہ حدیث خود اپنے غلط ہونے کی گواہی دے رہی ہے کیونکہ اللہ کے پیاروں اور اللہ کے دشمنوں کی محبت ایک دل میں اکٹھا نہیں ہوسکتی۔ اگر مختار کو منافقین سے ذرہ برابر بھی لگاؤ ہوتا تو وہ انتقامِ خونِ حسینؑ میں اتنی جانفشانی نہ کرتے۔ دوسری معتبر احادیث اس حدیث کی رد میں آگے آنے والی ہیں، جن میں معصوم نے مختار کے لئے صریحاً دعائے خیر فرمائی ہے، لہٰذا جو وجہ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے وہ بھی قابلِ قبول نہیں، اس لئے اس کو ترک کیا۔ جزائری ۱۲

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں سے بعض نے اطاعتِ الٰہی اختیار کی اور بزرگی پائی اور بعض نے گناہ کئے اور ذلیل ہوئے، اسی طرح تم بھی ہوگے۔ لوگوں نے کہا ہم میں سے کون لوگ گنہگار ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن کو ہم اہلبیتؑ کی تعظیم اور ادائے حقوق کا حکم دیا گیا، لیکن انھوں نے خیانت کی اور ہمارے حقوق کا انکار کیا، اور ہماری اولاد کو قتل کیا جو اولادِ رسولؐ ہے، درانحالیکہ ان کو ان کی عزّت و تعظیم کا حکم دیا گیا تھا، لوگوں نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! یہ برحق خبر ہے اور ہونے والی بات ہے! میرے یہ دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ قتل کئے جائیں گے، پھر آپنے یہ آیت پڑھی: سیصیب الّذین ظلموا، جزاً فی الدّنیا۔ جن لوگوں نے ظلم کیا ہے دنیا ہی میں اُن پر عذاب نازل ہوگا، اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اُن کو مسلط فرمائے گا جو ہمارا انتقام لیں گے، اور اُن کا وہی انجام ہوگا جو بنی اسرائیل کا انجام ہوا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ انتقام لینے والا کون ہوگا؟ حضرت نے فرمایا: حضرت نے فرمایا قبیلۂ ثقیف کا ایک نوجوان جس کا نام مختار بن ابوعبیدہ ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے تھوڑے عرصہ بعد ہی مختار پیدا ہوئے۔ جب حجّاج بن یوسف ثقفی کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے پوچھا، کون کہتا ہے؟ لوگوں نے امام زین العابدین علیہ السّلام کا نام لیا۔ یہ سُنکر اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے ایسا نہیں فرمایا اور نہ ہی علیؑ بن ابی طالب نے یہ حدیث رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے منسوب کی ہے البتہ علی بن الحسین (معاذ اللہ) ایک مغرور لڑکے ہیں اور خرافات کہتے ہیں اور ان کے تابعین ان خرافات کو سن کر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ (منہ سے یہ کہا اور عمل یہ کیا کہ) مختار کو بلا کر حکم دیا اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ سر کاٹنے والا چمڑہ بچھایا گیا اور اس پر مختار بٹھائے گئے، اب غلام ہر طرف بھاگتے پھرتے تھے۔ کسی طرح تلوار نہ آتی تھی، حجاج نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ غلاموں نے جواب دیا: تلوار خزانہ میں ہے اس کی کنجی کہیں کھو گئی۔ مختار نے یہ دیکھ کر کہا: کہ حجاج! عبث کوشش نہ کر تو مجھ کو ہرگز قتل نہیں کر سکتا، ہرگز رسولِ خدا کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا، اور اگر تو نے مجھ کو قتل کر بھی دیا تو خدا مجھ کو پھر زندہ کرے گا تاکہ میں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار مردودوں کو واصلِ جہنم کروں۔ حجاج نے مختار کی بات کی طرف اعتناء نہ کی اور درباریوں میں سے ایک سے کہا کہ تم اپنی تلوار جلّاد کو دیدو، اُس نے تلوار دیدی۔ حجاج جلدی کرنے لگا، جلّاد کو کچھ ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا، تلوار اُلٹ کر اُسی کے پیٹ میں داخل ہوگیا اور مر گیا۔ اُس کے بعد دوسرا جلّاد آگے بڑھا، اُس نے تلوار لے کر مختار کی گردن پر جو

وار کرنا چاہا تو اُس کو ایک بچھّو نے کاٹ لیا وہ بھی وہیں زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور مر گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بچھّو ہے تو اُس کو مارا۔ مختار نے پھر کہا اے حجاج! میں کہہ چکا کہ تو میرے قتل پر قادر نہیں ہے، وائے ہو تجھ پر کہ تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نزار بن معد بن عدنان نے شاپور ذوالاکتاف سے اس وقت کیا کہا تھا جبکہ وہ عربوں کو بے دریغ قتل کر رہا تھا اور ان کو تہ وبن سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ نزار نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے زنبیل میں رکھ کر ذوالاکتاف کی راہ میں ڈال دو، لڑکوں نے ایسا ہی کیا، جب اُس کی نظر اس پر پڑی تو اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا، میں ایک عرب ہوں! تجھ سے اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ تو عربوں کو بے جرم و خطا کیوں قتل کر رہا ہے، جو لوگ تیری سلطنت میں رخنہ اندازی کرتے تھے وہ مارے جا چکے اب بس کر۔ اس نے جواب دیا: میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ ان لوگوں میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام محمّدؐ ہے وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور عجم کی سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ میں ان لوگوں کو اس لئے مار رہا ہوں تاکہ وہ پیدا نہ ہو سکے۔ نزار نے جواب دیا: یہ جو تو نے پڑھا ہے اگر جھوٹی کتابوں نے ایسا کہا ہے تو ان بے گناہوں کو کیوں مارتا ہے۔ اور اگر سچّی کتابیں ایسا کہتی ہیں تو چاہے جتنے لوگ قتل کرے خدا اس اصل کی حفاظت کرے گا جس سے اس کو پیدا ہونا ہے، کیونکہ خدا کا فیصلہ پورا ہو کر رہے گا، چاہے ان میں سے ایک آدمی بھی باقی رہ جائے۔ یہ سنکر ذوالاکتاف نے کہا کہ یہ نزار (لاغر) سچ کہتا ہے، عربوں پر سے ہاتھ اٹھا لو، لہٰذا ان لوگوں نے عربوں کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح سے اے حجاج! اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ میں اُس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار کو نہ مار لوں، کیونکہ قولِ رسولؐ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ حجّاج جو بغور مختار کی تقریر سن رہا تھا پریشان ہو کر پھر جلّاد سے بولا مار اس کی گردن کیا دیکھتا ہے۔ مختار نے کہا یہ مجھ کو نہ مار سکے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اب تو خود اُٹھ اور مجھ کو مار تاکہ تجھ کو بھی بچھّو ڈنک مارے اور تو بھی واصلِ جہنم ہو۔ جلّاد نے پھر تلوار بلند کی اور چاہتا تھا کہ اس کو گرائے، ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کا ایک خاص آدمی عبدالملک کا ایک خط لئے دربار میں داخل ہوا اور دُور ہی سے چلّایا کہ ٹھہر جاؤ! مختار کو قتل نہ کرنا۔ اس نے آکر حجّاج کے ہاتھ میں وہ خط دیا۔ اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ اے حجّاج! ہمارے پاس ابھی ابھی خط لے کر کبوتر آیا ہے جس میں یہ خبر ہے کہ تو نے مختار کو گرفتار کر لیا ہے اور اُس کو قتل کرنا چاہتا ہے، کیونکہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ وہ بنی اُمیہ کے ناصروں میں سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمی قتل کرے گا۔ لہٰذا جب تجھ کو میرا

خط ملے تو اس کو فوراً رہا کر دینا اور سوائے اچھائی کے اور کوئی سلوک اُس سے نہ کرنا کیونکہ یہ میرے بھائی ولید کے بچّہ کی دایہ کا شوہر ہے اور ولید نے اُس کی سفارش کی ہے۔ جو کچھ اُس نے کہا ہے اگر غلط ہے تو ایک غلط خبر کے لئے ایک مُسلم کے قتل کے کوئی معنی نہیں اور اگر سچ ہے تو تو قولِ رسولؐ کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ حجّاج نے مجبور ہو کر مختار کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد بھی مختار لوگوں میں یہی مشہور کرتے رہے کہ میں خونِ حسینؑ کا انتقام لوں گا، اور بنی اُمیّہ کو قتل کروں گا۔ جب اُن کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں تو حجّاج نے ان کو پھر گرفتار کروالیا اور قتل کرنے کی دھمکی دی، مختار نے پھر وہی کہا کہ تو اپنے عمل سے الٰہی فیصلہ کی مخالفت نہ کر۔ حجّاج نے نہ مانا اور جلّاد کو حکم دیا کہ مختار کا سر تن سے جُدا کر دے۔ وہ مارنا چاہتا تھا کہ پھر ایک کبوتر گرا جس کے ساتھ عبد الملک کا ایک خط تھا جس میں تھا کہ "اے حجّاج! مختار سے متعرض نہ ہو کیونکہ وہ ابنِ ولید کی مرضعہ کا شوہر ہے۔ اگر وہ سچ کہہ رہا ہے تو تو اُس کو قتل نہ کر سکے گا جس طرح دانیال بخت نصر کو قتل نہ کر سکے جس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کو بنی اسرائیل کا قتلِ عام کروانا تھا۔ حجّاج نے دوبارہ مختار کو رہا کر دیا اور تہدید کی کہ اب اس قسم کی گفتگو نہ کرنا۔ مگر مختار نے اپنی حرکت نہ چھوڑی۔ حجّاج کو جب پتہ چلا تو اُس نے پھر اُن کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے آدمی بھیجے مگر مختار روپوش ہو گئے، ایک مدّت کے بعد پھر گرفتار ہو کر حجّاج کے سامنے پیش ہوئے پھر اُس نے ان کو مارنا چاہا تو تیسری دفعہ پھر عبد الملک کا خط آیا جس میں قتلِ مختار کی ممانعت تھی۔ حجّاج نے ابکی مختار کو قید کر دیا اور عبد الملک کو خط لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ ایک ایسے شخص کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ انصارِ بنی اُمیّہ میں سے اتنے ہزار آدمیوں کو مارے گا۔ عبد الملک نے جواب میں لکھا کہ تو بھی کیسا جاہل آدمی ہے، اگر اس کی یہ بات غلط ہے تو ہم اس کو بچا کر اس کے حق کا لحاظ کیوں نہ کریں جس نے ہماری خدمت کی ہے، اور اگر درست ہے تو پھر بھی ہم کو اس کی پرورش کرنا چاہیئے جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس پر مسلط کیا۔ پس حجّاج نے مختار کو عبد الملک کے پاس روانہ کر دیا اور مختار سے وہ واقعات ظہور پذیر ہوئے جو لوگوں کو معلوم ہیں اور انھوں نے جن کو قتل کرنا تھا قتل کیا۔

لوگوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ! امیر المومنین علیہ السّلام نے یہ خبر تو دی لیکن یہ نہیں بتایا کہ مختار کب خروج کریں گے اور کس کس کو قتل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میں یہ بتلائے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، آج فلاں روز ہے، پورے تین برس کے بعد عبید اللہ بن زیاد شمر ذی الجوشن کے سر فلاں فلاں روز میرے سامنے لائے جائیں گے، میں اُس وقت کھانا کھاتا ہوں گا

اور اُن کو دیکھوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ایک روز حضرتؑ کھانا تناول فرما رہے تھے، آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا لو خوش ہو تم یہاں کھانا کھا رہے ہو، اور اُدھر بنی اُمیّہ کے ظلم کی کھیتی کاٹی جا رہی ہے۔ لوگوں نے کہا کہاں؟ فرمایا فلاں مقام پر مختار ان کو قتل کر رہا ہے اور عنقریب فلاں دن دو سر کاٹ کر میرے سامنے لائے جائیں گے۔ چنانچہ جب وہ دن آیا تو وہ دونوں سر لائے گئے۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر دسترخوان پر بیٹھنا چاہتے تھے، سروں کو دیکھ کر سجدۂ شکر میں گر پڑے اور ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَرَانِیْ۔ شکر ہے اُس کا جس نے مجھ کو دنیا سے اس وقت تک نہ اُٹھایا جب تک اِن کے سر نہ دکھا دیئے۔ پھر آپ نے کھانا شروع کیا اور ان سروں کو دیکھتے جاتے تھے، کھانے کے بعد جب شیرینی کھانے کا وقت آیا تو اتفاق سے شیرینی نہیں آئی کیونکہ سب نے سروں کے آنے کی خبر سنکر گھر کا کام کاج چھوڑ دیا تھا، حضرت کے اصحاب نے کہا کہ کیا آج شیرینی نہیں آئے گی۔ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ بھائی آج تو ہمارے لئے ان سروں کو دیکھنے سے بڑھ کر کوئی شئے شیریں نہیں ہے۔

سدیر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: لَا تَسُبُّوا الْمُخْتَارَ فَاِنَّهٗ قَدْ قَتَلَ قَتَلَتَنَا وَطَلَبَ ثَارَنَا وَزَوَّجَ اَرَامِلَنَا وَقَسَّمَ فِيْنَا الْمَالَ عَلَى الْعُسْرَةِ۔ مختار کو بُرا نہ کہو کیونکہ اُس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا، ہمارے خون کا انتقام طلب کیا، ہماری بیواؤں کی شادیاں کروائیں اور ہم میں مال تقسیم کیا جبکہ ہم نادار تھے۔

حبیب خثعمی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مختار امام زین العابدین علیہ السّلام پر جھوٹ باندھا کرتے تھے[1] نیز اسی کتاب میں عبد اللہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں عید قرباں کے روز امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے اور کسی شخص کو سر تراشنے کے لئے بلوا بھیجا تھا، میں حضرتؑ کے سامنے بیٹھ گیا، اتنے میں اہلِ کوفہ میں سے ایک بزرگ داخل ہوئے، انھوں نے حضرت کا ہاتھ لے کر چومنا چاہا تو حضرت نے منع کیا، پھر آپ نے فرمایا، تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میرا نام ابو محمّد حکم ہے اور مختارِ ثقفی کا فرزند ہوں۔ یہ سُن کر حضرتؑ نے اپنا ہاتھ اُن کی طرف بڑھایا اور اتنا نزدیک کیا کہ معلوم ہوتا تھا اپنی آغوشِ مبارک میں بٹھانا چاہتے ہیں جبکہ پہلے چومنے کے لئے ہاتھ دینے میں بھی تامّل فرمایا تھا، بیٹھنے کے بعد حکم بن مختار نے

[1] مذمتِ مختار کی روایات دشمنوں کی خود ساختہ ہیں، یا امامؑ نے بعالمِ تقیہ ایسا فرمایا ہوگا۔ تفصیل کے لئے "خدائی تلوار" کا مطالعہ کریں جس میں مختار کی برأت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جزائری ۱۲

کہا کہ مولا! لوگ میرے باپ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہتے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ جو بھی فرمائیں گے مان لوں گا۔ حضرت نے فرمایا لوگ کیا کہتے ہیں؟ حکم نے کہا کہ ان کو کذاب کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اب آپ جو حکم دیں اس پر عمل کروں گا۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا: سبحان اللہ! میرے والد نے تو مجھ سے یہ فرمایا ہے کہ میری والدۂ ماجدہ کا مہر بھی اُس مال سے ادا کیا گیا جو مختار نے بھیجا تھا، کیا مختار نے ہمارے گھروں کی تعمیر نہیں کی؟ کیا انھوں نے ہمارے قاتلوں کو نہیں مارا اور ہمارے خونِ ناحق کا بدلہ نہیں لیا، فَرَحِمَہُ اللّٰہ پس اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت فرمائے۔ میرے والد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مختار کو فاطمہ بنتِ علیؑ سے تکلّم کا شرف حاصل تھا، وہ ان کی خدمت کرتے اور بچھونا تک بچھاتے تھے اور انھیں سے مختار نے احادیث لی ہیں، اس کے بعد حضرتؑ نے دو مرتبہ فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ اَبَاكَ خدا تیرے باپ پر رحم کرے اُنھوں نے کسی کو ہمارا حق لئے بغیر نہ چھوڑا، انھوں نے ہمارے قاتلوں کو ہلاک کیا اور ہمارا قصاص طلب کیا۔

اسی کتاب میں یونس بن یعقوب نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ مختار نے عراق سے امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں خط کے ساتھ کچھ ہدایا بھیجے۔ جب یہ لوگ حضرتؑ کے دروازے پر پہنچے تو اندر آنے کی اجازت چاہی تو دربان نے نکل کر کہا کہ حضرت فرماتے ہیں میرے دروازے سے چلے جاؤ میں نہ تو کذابین کے ہدیئے قبول کرتا ہوں نہ اُن کا خط پڑھتا ہوں۔ پھر ان لوگوں نے لفافہ پر سے حضرت کا نام مٹا کر لکھ دیا: مہدی محمد بن علی (حنفیہ) کی طرف۔ اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس خط میں مختار کے قلم سے میرے والد کے لئے صرف اتنا لکھا کہ یَا بْنَ خَیْرِ مَنْ طَشیٰ وَمَشیٰ (اے اُس کے فرزند جو زندگی کرنے والوں اور گزرنے والوں میں بہترین تھا) ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ "مشیٰ" تو میں سمجھا یہ "طشیٰ" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا طشیٰ کے معنی حیات کے ہیں۔ (مصنّف علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ میرے پاس اُس وقت جو لغت کی کتابیں ہیں اُن میں طشیٰ کے معنیٰ مجھ کو بھی نہیں ملے[1]

نیز اسی کتاب میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے مختار کو حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے زانوئے مبارک پر بیٹھے دیکھا۔ حضرت ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے یَا کَیِّسَ یَا کَیِّسَ (اے زیرک، اے زیرک)۔

[1] اس قسم کی روایتوں کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری تازہ کتاب "خدائی تلوار" در حالاتِ مختار ملاحظہ ہو۔ ج۔ ذ۔ ۱۲

اسی کتاب میں جارود بن منذر نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ہمارے خاندان میں سے کسی ہاشمیہ نے نہ کنگھی کی نہ خضاب لگایا یہاں تک کہ مختار نے قاتلانِ حسینؑ کے سر ہمارے پاس بھیجے۔

اسی کتاب میں عمر بن علی سے روایت ہے کہ جس وقت ابنِ زیاد اور عمر سعد کا سر امام زین العابدین علیہ السّلام کے سامنے لایا گیا تو اُس کو دیکھتے ہی آپ سجدۂ شکر میں گر پڑے اور یہ الفاظ زبانِ مبارک پر جاری کئے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَدْرَكَ لِیْ ثَارِیْ مِنْ اَعْدَائِیْ وَجَزَی الْمُخْتَارَ خَیْرًا۔ (شکر ہے اُس خدائے قادر کا جس نے میرے دشمنوں سے انتقام لیا، خدا مختار کو جزائے خیر دے۔

اسی کتاب میں عمر بن علیؑ سے روایت ہے کہ مختار نے علی بن الحسین علیہم السّلام کے پاس بیس ہزار دینار بھجوائے جن کو آپ نے قبول فرمایا اور اس سے عقیل بن ابوطالبؑ کا گھر تعمیر کروایا اور دوسرے بنی ہاشم کے گھر بنوائے جو منہدم ہوگئے تھے۔ عمر بن زین العابدینؑ کہتے ہیں کہ پھر مختار نے وہ کچھ کہنا شروع کیا جو کہا۔ اس کے بعد پھر انھوں نے چالیس ہزار دینار بھیجے، وہ حضرت نے واپس کر دیئے اور قبول نہیں کئے۔ یہ مختار وہی ہیں جنھوں نے لوگوں کو محمد حنفیہ کی بیعت کی دعوت دی اور ان لوگوں کا نام کیسانیہ اور مختاریہ رکھا گیا، کیونکہ مختار کا لقب کیسان تھا۔ مختار کے کوتوال پولیس ابوعمرہ کا لقب بھی کیسان تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کے غلام کیسان کا ہمنام تھا۔ ابوعمرہ ہی نے دراصل مختار کو طلبِ خونِ حسین علیہ السلام پر آمادہ کیا تھا اور اُن کے قاتلوں کو تلاش کرنے میں مختار کی مدد کی تھی۔ یہ مختار کا رازدار اور اُن کا داہنا بازو تھا، اس کو جونہی پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں گھر میں قاتلانِ حسینؑ میں سے کوئی ہے تو اُس کو قتل کر کے دم لیتا تھا، اُس کے گھر کو منہدم کروا دیتا تھا اور جو ذی روح اس گھر میں ملتا اس کو بھی قتل کر دیتا تھا، کوفہ میں جتنے منہدم گھر تھے وہ اسی نے گرائے تھے۔ اہلِ کوفہ کے لیے یہ شخص ضرب المثل بن گیا تھا۔ جب بھی کوئی مفلس ہو جاتا تھا وہ کہتے تھے دَخَلَ اَبُوْ عُمْرَۃَ بَیْتَہٗ: (اُس کے گھر میں گویا ابوعمرہ آگیا)۔

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت کے راز برابر محفوظ رہے، یہاں تک کہ وہ اولادِ کیسان کے ہاتھ میں پڑ گئے، پھر تو انھوں نے ان رازوں کو کوچہ و بازار میں بیان کرنا شروع کر دیا۔

تہذیب میں مرسل سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ پُل پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آگے آگے اور حضرت علی و امام حسن و امام حسین علیہم السّلام اُن کے پیچھے پیچھے چلیں گے، جب بیچ میں پہنچیں گے تو مختار پکار کر کہیں گے یا حسینؑ میں نے آپ کے خون کا بدلہ لیا ہے۔ حضرت رسالتمآبؐ امام حسینؑ سے فرمائیں گے کہ مختار کو جواب دو۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السّلام عقاب کی طرح جھپٹ کر مختار کو آتشِ جہنم سے نکال لائیں گے۔ اور ان کا جسم جُھلس چکا ہوگا[1]، اور اگر اُن کے دل کو چیرا جاتا تو تُوان دُو کی محبّت اس میں پاتا۔ (مصنف علیہ الرحمہ) اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ ان دو سے مراد ممکن ہے کہ دُو منافق ہوں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد حسن و حسین علیہم السلام ہوں۔ پہلی توجیہ کی بناء پر یہ دخولِ نار کی علّت ہوگا۔ اور دوسرے قول کی بناء پر خروج از نار کا سبب بنے گا۔ یعنی حسنینؑ کی محبت نے مختار کو آتشِ جہنم سے نکالا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ریاست و مال کی محبت ہے، اور توجیہِ اوّل درست ہے۔

شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب مختصر میں بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے مختار نے امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، آپ نے ان کو قبول کرنے میں کراہت محسوس کی اور واپس کرنے میں بھی مختار کی ناراضگی کا خوف تھا، اس لئے اس مال کو بعینہٖ ایک مکان میں بند رکھا۔ جب مختار مارے گئے تو یہ ماجرا عبدالملک کو لکھ کر بھیج دیا۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ مال آپ کو مبارک ہو۔ اسے آپ اپنے تصرف میں لائیں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام مختار پر لعنت بھیجا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اُس نے اللہ اور ہم پر جھوٹ باندھا ہے، کیونکہ اس کا گمان تھا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام پر وحی[2] آتی ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد مصنّف علیہ الرحمہ نے جناب جعفر بن محمّد بن نما کا رسالہ "شرح الثانی احوال المختار"، مکمل نقل کیا ہے چونکہ وہ الگ رسالہ تھا نیز اُس کے بہت سے مطالب گذشتہ سطور میں گزر چکے اس لئے میں نے اُس کا ترجمہ کر کے علیٰحدہ صورت دیدی ہے اور اُس کا نام "خدائی تلوار" ترجمہ رسالہ شرح الثار فی احوال المختار رکھا ہے۔

---

[1] یہ روایت بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ج۔ ن ۱۲

[2] یہ روایت سند و درایت دونوں اعتبار سے قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی نے قیل (کہا گیا ہے) کہہ کر اس کی سندی حیثیت ختم کر دی ہے۔ جبکہ معتبر روایات میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار کے لئے دعائے خیر کی اور ان کا ہدیہ اور ان کی فرستادہ کنیز قبول فرمائی جس سے جناب زید کی ولادت ہوئی۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: لَا تَسُبُّوا الْمُخْتَارَ فَإِنَّهُ قَتَلَ قَتَلَتَنَا۔ مختار کو بُرا نہ کہو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو (باقی ص ۱۷۳)

باب ۱۳

حسینؑ مظلوم کی قبر پر اشقیائے اُمت کے مظالم اور آپکی تربت مقدسہ کے معجزا[ت]

احمد بن میثم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے اپنے گھر میں یہ واقعہ مجھ کو لکھوایا کہ:- جس زمانہ میں موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کوفہ کا گورنر تھا۔ میں ایک روز اپنے مکان سے باہر نکلا، راہ میں ابوبکر بن عیاش سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ابو یحییٰ! آؤ ذرا اس شخص کے پاس چلیں۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اُن کی کیا مُراد ہے اور وہ مجھ کو کس کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ابوبکر بن عیاش کا بہت احترام کرتا تھا اس لئے میں نے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ ابوبکر گدھے پر سوار تھے اور میں اور لوگوں کے ساتھ پیادہ روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہم سب لوگ ایک گھر کے سامنے پہنچے جو عبداللہ بن حازم کے گھر کے نام سے مشہور تھا، اس گھر کے سامنے پہنچ کر ابوبکر نے مجھ سے پلٹ کر کہا:- "ابو یحییٰ! میں تم کو اپنے ساتھ اس مقام تک اس لئے لایا ہوں تاکہ تم بھی سُن لو کہ میں اس بدمعاش کو کس طرح جھاڑتا ہوں"۔ میں نے کہا "ابوبکر! یہ کون ہے؟"، کہا "یہی فاجر و کافر موسیٰ بن عیسیٰ ہے[1]"۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا اور آگے چلنے لگا، میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا یہاں تک کہ ہم لوگ موسیٰ بن عیسیٰ کے عالی شان دروازے پر پہنچ گئے اور حاجب کی نظر ابوبکر پر پڑی۔ اس جگہ ایک میدان تھا جہاں لوگ اپنی سواریوں سے اُترا کرتے تھے مگر ابوبکر نہ اُترے اُسی گدھے پر سوار سیدھے اندر چلے گئے اور مجھ کو بھی آواز دی، اندر چلے آؤ، مجھ کو حاجبوں نے روکنا چاہا مگر ابوبکر نے اُن کو ایک ایسی ڈانٹ پلائی کہ انھوں نے مجھ کو بھی راستہ دیدیا

---

[1] موسیٰ بن عیسیٰ عباسی یہ ہادی خلیفۂ عباسی کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ بعد میں ہارون الرشید نے بھی اسی کو کوفہ میں برقرار رکھا۔ جزائری ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۲) قتل کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سے جب لوگوں نے مختار کا ساتھ دینے کے لئے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "کہ اگر غلام حبشی بھی ہمارا انتقام لینے اٹھے تو لوگوں پر اس کی مدد کرنا واجب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مختار نے چونکہ دشمنانِ آلِ محمّدؐ کی خوب سرکوبی کی اور ان سے وہ انتقام لیا جو آج تک کسی نے نہیں لیا۔ اس لئے مخالفینِ آلِ محمّدؐ کو ان کی ذات سے کینہ ہوا۔ خصوصاً ان کی شہادت کے بعد بنو امیہ کی حکومت رہی، اس لئے ان کی مذمت میں حدیثیں وضع کرنے کا موقع مل گیا۔ تفصیل کے لئے ہماری تازہ کتاب خدائی تلوار" ترجمہ رسالہ شرح الثانی احوال المختار۔ تالیف علّامہ ابن نما ملاحظہ فرمائیں۔
جزائری ۱۲

ابوبکر اپنے گدھے پر سوار اندر چلے گئے یہاں تک کہ موسیٰ کے سامنے پہنچ گئے، وہ ایوان میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا، چاروں طرف مسلح سپاہی تلواریں لئے کھڑے تھے، موسیٰ نے جونہی ابوبکر کو دیکھا تو بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے قریب تخت پر بٹھایا، حمانی کہتا ہے کہ میں اپنی جگہ ٹھٹکا کھڑا رہا۔ جب ابوبکر تخت پر بیٹھ چکے تو انھوں نے پلٹ کر میری طرف دیکھا، اور کہا کہ وہاں کیا کھڑے ہو میرے پاس آکر بیٹھو۔ اب موسیٰ نے بھی میری طرف دیکھا اور ابوبکر سے پوچھا کہ اس شخص کے متعلق کوئی سفارش کرنا ہے؟ ابوبکر نے کہا نہیں، میں اسے تمھارے خلاف گواہی دینے کے لئے لایا ہوں۔ اُس نے کہا کیسی گواہی؟ ابوبکر نے کہا تم نے اُس قبر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اُس نے پوچھا کونسی قبر؟ ابوبکر نے کہا حسین بن فاطمہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر۔ موسیٰ نے اپنے آدمی بھیج کر روضۂ مبارک امام حسین علیہ السّلام کو منہدم کروا دیا تھا۔ ابوبکر کا یہ سوال سنکر موسیٰ غصّہ سے اتنا پھول گیا کہ قریب تھا پیٹ پھٹ جائے۔ پھر اُس نے پوچھا تم سے کیا مطلب؟ ابوبکر نے کہا پہلے میرا ایک خواب اور اس سے متعلق سچّا واقعہ سُن لو۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اہلِ غاضریہ میں اپنے کچھ عزیزوں سے ملنے گیا، جب میں کوفہ کے پُل پر پہنچا تو دس سؤروں نے میرا راستہ روک لیا اور انھوں نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا، اُس وقت بنی اسد کے ایک شخص نے جس کو میں پہچانتا تھا، ان سؤروں سے مجھ کو بچایا۔ پھر میں آگے کو روانہ ہوا لیکن جب مقام "شاھی" پر پہنچا تو میں راستہ بھول گیا۔ وہاں پ[illegible]ں نے ایک بُڑھیا کو دیکھا، اُس نے پوچھا، اے شیخ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں غاضریہ جانا چاہتا ہوں، اُس نے کہا وہ سامنے ایک وادی تم کو نظر آرہی ہے۔ میں نے کہا ہاں، اُس نے کہا سیدھے اس وادی میں چلے جاؤ، جب تم اس کو عبور کرلوگے تو راستہ مل جائے گا۔ چنانچہ میں نے اُس کے کہنے پر عمل کیا اور نینویٰ تک پہنچ گیا، وہاں میں نے ایک بہت بوڑھے شخص کو دیکھا وہ زمین پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے اُس سے پوچھا کہ اے شیخ تم کون ہو؟ اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ اُس نے کہا: میں اسی قریہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے کہا تمھاری عمر کیا ہوگی؟ اُس نے کہا مجھے اپنی عمر تو یاد نہیں البتہ امام حسین علیہ السّلام اور ان کا یہاں آنا مجھ کو یاد ہے۔ اس جگہ ان پر اور انکے ساتھیوں پر بندشِ آب کی گئی تھی جبکہ کتّوں اور وحشی جانوروں تک کو پانی پینے کی کھلی آزادی تھی، میں یہ سنکر ڈر گیا، میں نے تعجب سے پوچھا، کیا واقعی تم نے واقعۂ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ اُس نے کہا بیشک اُس کی قسم جس نے آسمانوں کو بلند کیا۔ اور اے شیخ تم نے بھی اور دوسرے مسلمانوں نے اگر ان کو مسلمان کہا جاسکے ایسا ہی واقعہ دیکھا ہے جس کی وجہ سے اشکِ خونیں بہنا چاہیئے۔ میں نے کہا،

کونسا واقعہ؟ اُس نے کہا کہ حسینؑ مظلوم کا روضہ گرا دیا گیا اور تم نے اُس کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔ میں نے کہا حسینؑ کی قبر کہاں ہے؟ اس نے کہا: تم اس وقت اُس کے پاس کھڑے ہو لیکن اُس کا نشان مٹا دیا گیا ہے۔ ابوبکر بن عیاش نے کہا اس سے قبل میں نے قبرِ حسینؑ کی زیارت نہیں کی تھی۔ میں نے شیخ سے کہا کہ مجھ کو وہ جگہ دکھلا دو۔ وہ بوڑھا مجھ کو لے کر چلا، سامنے ایک چار دیواری نظر آئی جس کے دروازے پر سامنے جاکر ہم رُک گئے اور ہم نے اذن طلب کیا۔ اس وقت دروازہ پر مجمع لگا ہوا تھا، میں نے دربان سے کہا کہ میں فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے جواب دیا کہ تم اس وقت اندر نہیں جاسکتے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اُس نے کہا کہ اِس وقت حسین علیہ السّلام کی زیارت کے لئے ان کے جد ابراہیم خلیلؑ اللہ اور محمد مصطفےٰؐ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور ملائکہ کی ایک فوج کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ یہ خواب دیکھ کر میں ڈرا ہوا بیدار ہوا۔ اور ایک عرصہ تک حزن و اندوہ میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کو اتنا عرصہ گزر گیا کہ قریب تھا کہ میں یہ خواب بھول جاؤں۔ پھر ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ مجھ کو غاضریہ جانے کی ضرورت محسوس ہوئی، ایک شخص پر میرا قرضہ تھا، میں اُس سے اپنا قرض وصول کرنے کے لئے رختِ سفر باندھ کر بے خیالی میں غاضریہ کی طرف چل کھڑا ہوا، لیکن جونہی جسر کوفہ پر پہنچا سامنے کچھ چور نمودار ہوئے جو میرا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے، ان کی تعداد دس تھی۔ ان کو دیکھ کر وہ خواب مجھ کو یاد آگیا اور خوف کی جھُرجھُری بدن پر طاری ہوئی۔ راہزنوں نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہو سامنے رکھ دو اور اپنی جان لے کر چلے جاؤ۔ میرے پاس زادِ راہ کے لئے کچھ مال تھا، میں نے ان سے کہا کہ افسوس ہے تم مجھ کو نہیں جانتے، میں ہی ابوبکر عیاش ہوں، اپنا قرض وصول کرنے غاضریہ جارہا ہوں، تم کو خدا کی قسم میری راہ نہ کاٹو اور زادِ راہ نہ چھینو ورنہ میں اپنے سفر سے باز رہ جاؤں گا۔ اِتنے میں ان چوروں میں سے ایک نے پکار کر کہا: "خدا کی قسم! یہ میرا آقا رہ چکا ہے اس کو چھوڑ دو۔ پھر تو وہ لوگ تھوڑی دُور تک میری حفاظت کے لئے مجھ کو پہنچانے آئے (ابوبکر عیاش کہتے ہیں) میں اِس واقعہ اور اپنے گذشتہ خواب پر غور کرتا اور تعجب میں مبتلا چلتا رہا، یہاں تک کہ نینوا پہنچ گیا، اِس مقام پر پہنچ کر قسم بخدا میں نے اُس شیخ کو بعینہٖ بیٹھے دیکھا جس کو آج سے بہت قبل میں خواب میں دیکھ چکا تھا پھر میں نے اس نے خواب کی طرح اُس سے سوال کیا، اور اُس نے بالکل اسی طرح جواب دیا اور خواب کی بات میں سے سوائے اُس چار دیواری اور اذن طلبی کے کوئی چیز باقی

نہ رہی۔ یہ کہہ کر ابوبکر بولے کہ اے شخص! میں نے اپنے کو قسم دے رکھی ہے کہ میں اس خواب کو ہر طرف مشہور کروں گا اور امام حسین علیہ السلام کی تربتِ مقدسہ کی زیارت کبھی نہ چھوڑوں گا، کیونکہ وہ جگہ جس کی زیارت کے لئے ابراہیمؑ و محمد مصطفےٰ علیہما الصلوٰۃ والسّلام، جبرئیل امین و میکائیل آئیں، اس کی زیارت کا شرف ہر بندہ کو حاصل کرنا چاہیئے اور مجھ سے ابوحصین نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اُس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ ابوبکر سے یہ گفتگو سنکر موسیٰ کمال طیش میں آیا اور اُس نے مجھ کو اور ابوبکر کو اپنے آدمیوں سے پٹواکر قید کروادیا، پھر کچھ دنوں کے بعد یہ تاکید کرکے کہ یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا جائے ہم کو چھوڑ دیا۔ ابوبکر جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس واقعہ کو یاد رکھنا البتہ جہلا سے بیان نہ کرنا جو اہلِ عقل و معرفت ہوں، اُن تک اس کو ضرور پہنچا دینا۔

متوکل اور قبر حسینؑ

ابراہیم دیزج کہتا ہے کہ مجھ کو متوکّل نے کربلا میں روضۂ امام حسین علیہ السّلام کھودنے کے لئے بھیجا ساتھ ہی متوکل نے جعفر بن محمّد بن عمّار قاضی کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں ابراہیم دیزج کو حسینؑ کی قبر کھودنے بھیج رہا ہوں، لہٰذا تم اس کی نگرانی کرکے مجھے خبر دینا کہ اُس نے یہ کام انجام دیا، یا نہیں، دیزج کہتا ہے میں کربلا گیا اس کے بعد قاضی جعفر کے پاس واپس آیا۔ اُس نے پوچھا، تم نے کیا کیا۔ میں نے جواب دیا جس کام پر مجھ کو مامور کیا گیا تھا، اس کو انجام دے آیا، لیکن میں نے کوئی خاص بات وہاں نہیں دیکھی، قاضی نے کہا تم نے قبر کو گہرا کرکے دیکھا ہوتا، میں نے کہا میں نے ایسا ہی کیا تھا مگر قبر کے اندر بھی کچھ نہ ملا، یہ سنکر قاضی نے خلیفہ کو لکھا کہ ابراہیم دیزج نے قبر حسینؑ کو کھودا لیکن اس کو اس میں کچھ نہ ملا۔ اب اس نے قبر کے اوپر پانی جاری کردیا ہے اور بیل سے ہل جتوا دیئے ہیں۔ ابوعلی عماری کہتا ہے کہ میں نے بعد کو دیزج سے حقیقتِ حال دریافت کی تو اُس نے کہا میں قبرِ حسینؑ پر اپنے مخصوص غلاموں کو لے کر گیا اور کھودنا شروع کیا۔ آخر میں ایک نئی چٹائی برآمد ہوئی اس پر امام حسین علیہ السّلام کا جسمِ اقدس تھا جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے قبر دوبارہ بند کروادی[1] اور حکم دیا کہ اس پر پانی جاری کردیا جائے اور ہل چلا دیئے جائیں، مگر میں نے دیکھا بیل قبر پر نہیں جاتے تھے قبر کی حد تک آکر واپس چلے جاتے تھے۔

ابوعبداللہ باقطانی بیان کرتا ہے کہ مجھ کو عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان نے ہارون مصری

[1] دیزج متوکل کا یہودی جرنیل تھا اسلئے اس کی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ کسی معتبر روایت میں نہیں ہے کہ امام حسینؑ کی قبر کھودی گئی ہو۔ ج۔ ن ۱۲

کے پاس اس کا کاتب بنا کر بھیجا، ہارون اس وقت شاہی لشکر کا ایک جرنیل تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا بدن بالکل سفید ہے لیکن اس کا چہرہ تارکول کی طرح سیاہ ہے اس پر بدبودار دانے نکلے ہوئے ہیں۔ جب اس سے تھوڑا بے تکلف ہوا تو میں نے اس کے چہرہ کی سیاہی کا سبب پوچھا لیکن اس نے بتانے سے انکار کیا، پھر اُس کے بعد وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا، اس وقت میں نے پھر وہی سوال دہرایا۔ اُس نے کہا کہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ میں نے کتمان کا وعدہ کیا۔ اس نے کہا کہ متوکل نے مجھ کو اور دیزج کو قبرِ حسینؑ کھودنے اور اس پر پانی بہانے کے لئے کربلا روانہ کیا جب میں نے اس حکم کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں دیزج کے ساتھ نہ جانا اور قبرِ حسینؑ کے متعلق تم سے جو کہا گیا ہے اس پر عمل نہ کرنا۔ جب صبح ہوئی دیزج کے آدمی آئے، ہر چند میں نے جانے سے انکار کیا مگر وہ کسی طرح نہ مانے اور مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ ہم لوگ کربلا پہنچے، رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوبارہ خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا! میں نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ نہ جانا۔ تو نے میرا کہا نہ مانا اور یہاں آگیا اور اُن کے جرم میں ان کا شریک بنا، یہ کہہ کر آپ نے میرے مُنہ پر طمانچہ مارا جس سے میرے چہرے کی یہ کیفیت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو۔

فضل بن محمد بیان کرتا ہے کہ میں ابراہیم دیزج کا ہمسایہ تھا، میں ایک روز اس کی عیادت کو گیا، میں نے دیکھا کہ اس کی حالت نہایت ابتر ہے، مدہوشی کے عالم میں پڑا ہوا ہے۔ طبیب اس کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے اس کا حال پوچھا، میرے اور اُس کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے، اور وہ مجھ پر کافی اعتماد رکھتا تھا، اس نے طبیب کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ اس کے سامنے اپنا راز بتلانا نہیں چاہتا تھا، طبیب کی سمجھ میں بھی اس کا مرض نہیں آرہا تھا، وہ خود حیران تھا، باشارہ پاکر وہ تو چلتا بنا، جب تخلیہ ہوا تو میں نے دوبارہ اس کی کیفیت پوچھی، اس نے کہا میں خدا سے توبہ کرتا ہوں۔ مجھے متوکل نے نینویٰ میں قبرِ حسینؑ مٹانے کا حکم دیا، میں رات کے وقت وہاں پہنچا۔ میرے ساتھ بیلچہ بردار مزدوروں کی ایک جماعت بھی تھی، میں نے اپنے غلاموں سے کہا کہ تم اپنی نگرانی میں ان مزدوروں سے قبر کھدوادو، یہ کہہ کر میں ایک سایہ میں خستگیٔ سفر رفع کرنے کے لئے لیٹ گیا ابھی میری آنکھ لگی تھی کہ شور و غل کی آواز کان میں آئی۔ میں نے دیکھا کہ غلام مجھ کو بیدار کر رہے ہیں۔ میں ڈر کر اٹھ بیٹھا اور پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا بہت عجیب قصّہ ہے۔ میں نے کہا بیان تو کرو؟ انھوں نے کہا کہ کچھ لوگ ہمارے اور قبر کے بیچ میں حائل ہوگئے ہیں اور جب بھی ہم آگے بڑھتے

ہیں وہ ہم پر تیروں سے حملہ کرتے ہیں۔ یہ سنکر میں بھی تحقیقِ امر کے لیے گیا۔ اُس وقت چاروں طرف چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اسی کی مدھم روشنی میں مَیں نے دیکھا کہ واقعاً کچھ لوگ موجود ہیں، میں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو، لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہمارے تیر خود ہماری طرف واپس آگئے اور جس نے جو تیر مارا تھا اسی کو آکر لگا اور زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ دیزج کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد مجھ کو رعشہ سے بخار چڑھ آیا اور اسی وقت میں کربلا سے چلا آیا اور طے کر لیا کہ متوکل اگر مجھ کو مار بھی ڈالے تب بھی مَیں اب قبرِ حسین علیہ السّلام کے خلاف کوئی ارادہ نہیں کروں گا[1]۔ ابو برزہ کہتا ہے میں نے اُس سے کہا اب تجھ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اُس کے شر سے بچایا کیونکہ وہ کل مار ڈالا گیا اور اُس کے فرزند مُنتصر نے قتل کروایا ہے۔ دیزج نے کہا، یہ خبر میں نے بھی سُنی ہے لیکن اب تو میرے جسم کو وہ روگ لگ گیا ہے کہ میں بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا، یہ صبح کا وقت تھا، شام ہوتے ہوتے دیزج بھی راہیِ ملکِ عدم ہوگیا۔

ابوالفضل کہتا ہے کہ متوکل کے بیٹے مُنتصر نے سُنا کہ اُس کا باپ متوکل حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں ناسزا کہتا ہے، اُس نے ایک شخص سے اُس کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اب اُس کا قتل واجب ہے مگر تم اُس کے خون میں ہاتھ نہ بھرنا کیونکہ جو اپنے باپ کو قتل کرتا ہے وہ زیادہ زندگی نہیں پاتا۔ اُس پاکباز نے جواب دیا کہ اللہ کی اطاعت کرنے میں اگر میری عمر گھٹ بھی جائے تب بھی مجھ کو کوئی پروا نہیں۔ چنانچہ اس کو قتل کر دیا جس کے بعد وہ سات ماہ زندہ رہا۔

علی بن عبدالمنعم مصری کہتا ہے کہ میرے دادا قاسم بن احمد بن معمر اسدی کوفی کو تاریخ و سِیَر کا بڑا علم تھا، ایک روز انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ متوکل باللہ جعفر بن معتصم سے لوگوں نے بیان کیا کہ ارضِ نینوا میں امام حسین علیہ السّلام کی قبر پر صحرانشین عربوں کا ہجوم رہا کرتا ہے، اور لوگ اُن کی زیارت کو وہاں آتے رہتے ہیں چنانچہ اُس نے اپنے ایک جرنیل کی سرکردگی میں ایک فوج کربلا روانہ کی اور اُس کو حکم دیا کہ امام حسینؑ کے مزار کو گرا دیا جائے اور لوگوں کو زیارت کرنے سے روکا جائے چنانچہ یہ جرنیل کربلا گیا اور اُس نے متوکل کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ ۲۳۷ھ

[1] متوکل نے چار دفعہ امام حسینؑ کی قبر کو برباد کرنا چاہا جس میں دیزج وغیرہ کو اس امرِ شنیع کے لئے کربلا بھیجا۔ مذکورہ واقعہ شاید ان چار واقعات کے علاوہ ہے۔ تفصیل ہماری کتاب تاریخِ کربلا و نجف ملاحظہ کریں۔ ج۔ ذ۔ ۱۲

کا واقعہ ہے، اس واقعہ کے بعد تمام عربوں نے بغاوت کر دی اور کہا کہ ہمارا بچہ بچہ قتل ہو جائے گا مگر مظلوم کی زیارت سے ہم نہ رکیں گے، ایسا اس لئے تھا کہ انھوں نے بہت سے معجزات اور نشانیاں دیکھی تھیں۔ اس جرنیل نے متوکل کو اس صورتِ حال سے مطلع کیا۔ متوکل نے واپس آجانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ۲۴۰ھ میں متوکل کو پھر پتا چلا کہ اب پھر قبرِ حسینؑ پر بڑے اجتماع ہونے لگے ہیں اور وہاں ایک بڑا بازار قائم ہوگیا ہے۔ یہ سنکر متوکل نے ہر شہر میں بذریعہ منادی یہ اعلان کروایا کہ زیارتِ حسینؑ کو جو بھی جائے گا اُس کا خون معاف ہے۔ ساتھ ہی پھر کربلا فوج روانہ کی جس نے کربلا میں بڑی تباہی مچائی، بہت سے مومنین اور سادات قتل ہوئے۔

عبداللہ بن رابیعہ طوری بیان کرتا ہے کہ میں ۲۴۷ ہجری میں حج کے لئے مکّہ معظّمہ گیا پھر وہاں سے عراق آیا اور خلیفۂ وقت سے چھپ کر زیارتِ قبرِ امیرالمومنین علیہ السّلام کے لئے نجفِ اشرف پہنچا اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے کربلا گیا۔ میں نے یہ منظر دیکھا کہ روضۂ مبارک کھود کر کھیتوں کی شکل میں مبدل کر دیا گیا ہے اور بیلوں کے ذریعہ ہل جوتا جا رہا ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ بیل چلتے چلتے جب امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مبارک کے پاس پہنچتے تھے تو اِدھر اُدھر کترا جاتے تھے۔ ہل جوتنے والا ان کو ہرچند لکڑی سے مارتا تھا مگر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ یہ کرشمہ دیکھ کر میں یہ شعر پڑھتا ہوا بغداد چلا آیا۔ ؎

تَاللّٰہِ اِنْ کَانَتْ اُمَیَّۃُ قَدْ اَتَتْ   قَتْلَ ابْنِ بِنْتِ نَبِیِّہَا مَظْلُوْمًا

فَلَقَدْ اَتَاکَ بَنُوْ اَبِیْہِ بِمِثْلِہَا   ھٰذَا لَعَمْرُکَ قَبْرُہٗ مَھْدُوْمًا

اَسِفُوْا عَلٰی اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا شَایَعُوْا   فِیْ قَتْلِہٖ فَتَتَبَّعُوْہُ رَمِیْمًا

(قسم بخدا! اگر بنی اُمیّہ نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو تہ تیغ کر دیا تو جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ حسینؑ کے بنی عم نے بھی ایسا ہی ظلم کیا۔ دیکھو اُن کا روضۂ مبارک کھدا پڑا ہے۔ ان کو گویا اس کا افسوس رہ گیا تھا کہ انھوں نے کربلا میں ان مظالم میں کیوں حصّہ نہ لیا، لہٰذا اب اُن کی قبر سے یہ آرزو پوری کر رہے ہیں) عبداللہ کہتا ہے کہ جونہی میں بغداد پہنچا تو میں نے شور و غُل سُنا، پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابھی ابھی کبوتر گرا ہے کہ متوکل مارا گیا۔ میں نے کہا الٰہی شکر اب وہ اپنے کیے کو پہنچا۔

(امالی) یحییٰ بن مغیرہ رازی کہتا ہے کہ مَیں جریر بن عبدالحمید کے پاس تھا۔ اتنے میں اہلِ عراق میں سے ایک شخص آیا۔ یحییٰ نے اُس سے عراق کی خبریں پوچھیں۔ اُس نے کہا کہ میں نے ہارون رشید کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اُس نے امام حسین علیہ السّلام کے روضہ کو گرا دیا تھا اور وہاں جو

درختِ سدرہ (بیری) تھا اس کو بھی اُس نے کٹوا دیا تھا۔ جریر نے یہ سنکر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا" اللہ اکبر" اِس واقعہ کے متعلق مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی ایک حدیث پہنچی تھی، آپ نے تین دفعہ فرمایا تھا، لَعَنَ اللّٰہُ قَاطِعَ السِّدْرَۃَ (خدا سدرہ کاٹنے والے پر لعنت کرے) میں اب تک اس حدیث کے معنی نہیں جانتا تھا، آج اس کے معنی سمجھ میں آئے۔ اِس بیری کے درخت کو کاٹنے سے ہارون کا منشا، یہ تھا کہ قبر پر کوئی نشانی باقی نہ رہے اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہوسکے۔

(امالی) حسین بن محمد ازدی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک روز میں مسجدِ کوفہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میرے پہلو میں دو آدمی بیٹھے تھے جن میں سے ایک سفری لباس پہنے ہوئے تھا، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم کو نہیں معلوم کہ قبرِ حسین علیہ السلام کی خاک ہر مرض کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ مجھ کو ایک درد عارض ہوا کرتا تھا، میں نے ہر قسم کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، یہاں تک کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف لاحق ہوا۔ ہمارے نزدیک ایک بوڑھی عورت رہا کرتی تھی اتفاق سے وہ ہمارے پاس آئی۔ اس وقت میں درد سے تڑپ رہا تھا۔ اس عورت نے مجھ سے کہا اے سالم! کیا حال ہے؟ میں تو ہر روز تمھاری حالت بدتر دیکھ رہی ہوں۔ میں نے کہا ہاں یہی واقعہ ہے۔ اس نے کہا، اگر کہو تو اب میں تمھارا علاج کردوں، اللہ کے حکم سے بالکل اچھے ہوجاؤگے۔ میں نے کہا نیکی اور پوچھ پوچھ۔ اُس نے کہا ابھی لو یہ کہہ کر وہ ایک پیالہ میں تھوڑا پانی لائی، ادھر میں نے وہ پانی پیا اُدھر آرام آیا اور درد ایسا غائب ہوا جیسے تھا ہی نہیں۔ اِس واقعہ کو کئی مہینے گذر گئے۔ ایک روز پھر وہ عورت میرے گھر میں آئی، میں نے اُس سے پوچھا، میں خدا کی قسم دیتا ہوں بتلادو کہ تم نے کس چیز سے میرا علاج کیا تھا۔ اُس نے کہا میرے ہاتھ میں جو تسبیح دیکھ رہے ہو اُس کے ایک دانہ سے۔ میں نے پوچھا یہ تسبیح کاہے کی ہے؟ اُس نے کہا یہ قبرِ حسین علیہ السّلام کی مٹی ہے۔ میں نے کہا، اے رافضیہ! تو نے قبرِ حسینؑ کی مٹی سے میرا علاج کیا۔ یہ سنکر وہ ناراض ہوکر چلی گئی، اِدھر وہ گئی اور اُدھر میرا درد دوبارہ عود کر آیا اور پہلے سے بہت شدید حملہ ہوا۔ اتنے میں مؤذن نے اذان کہی اور وہ دونوں نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھ کر چلے گئے۔

(امالی) موسیٰ بن عبدالعزیز روایت کرتا ہے کہ ایک دفعہ مجھ کو راستہ میں یوحنا بن سراقیون نصرانی طبیب ملا، اُس نے شارع ابواحمد میں مجھ کو روک کر کہا کہ میں تم کو تمھارے نبیؐ اور تمھارے دین کی قسم دیتا ہوں یہ بتلاؤ کہ قصرِ ابوھبیرہ کے پاس یہ کس کی قبر ہے جس کی تم لوگ

زیارت کو جایا کرتے ہو۔ کیا یہ تمھارے نبیؐ کے کسی صحابی کی قبر ہے؟ میں نے کہا کسی صحابی کی نہیں بلکہ اُن کے نواسہ کی قبر ہے۔ یہ بتلاؤ کہ تم نے یہ سوال کیوں کیا؟ اُس نصرانی طبیب نے کہا کہ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ گذرا ہے۔ میں نے کہا، بیان کرو۔ وہ بولا کہ ایک رات کو میں اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ سابور کبیر ہارون رشید کا خادمِ خاص میرے پاس آیا، اُس نے کہا میرے ساتھ چلو، ایک مریض کو دیکھنا ہے۔ میں اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہولیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کے پاس پہنچے۔ میں نے دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں مخبوط الحواس ایک تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے سامنے ایک طشت دھرا ہے۔ اُس میں اُس کی انتڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ہارون رشید نے اس کو کوفہ سے بلوالیا تھا۔ سابور نے موسیٰ کے خادم سے جو اُس کے ساتھ آیا تھا پوچھا کہ تو بتلا کہ ان کی یہ حالت کیسے ہوئی؟ اُس نے کہا۔ میں پورا واقعہ بیان کرتا ہوں اس وقت سے کچھ عرصہ قبل یہ اپنے دربار میں خوش و خرّم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ان کی صحت قابلِ رشک تھی۔ اتنے میں کسی نے امام حسین علیہ السّلام کا ذکر کیا۔ ایک شخص نے موسیٰ سے حسینؑ کی بابت سوال کیا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ حسینؑ وہ ہیں جن کے بارے میں رافضی بہت غلو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی خاکِ قبر سے اپنا علاج کرتے ہیں۔ اتفاق سے وہاں ایک ہاشمی شخص بھی بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا، اُس نے کہا یہ درست ہے۔ مجھ کو بھی ایک مرض تھا، میں نے بہتیرا علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر اسی خاکِ شفا کی برکت سے خدا نے مجھ کو شفا عطا کی۔ موسیٰ نے کہا تمھارے پاس اُس میں سے کچھ باقی بچ گئی ہے؟ اس سیّد نے کہا کیوں نہیں! اُس نے کہا تھوڑی سی میرے لیے لے آؤ۔ یہ سنکر وہ چلا گیا اور تھوڑی سی خاکِ شفا لے آیا۔ موسیٰ نے وہ مٹی لے کر سب کے سامنے اپنی دُبر میں رکھ لی تاکہ لوگوں کے سامنے اُس خاک کا استہزا کرے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جونہی اُس نے وہ مٹی دُبر میں رکھی ویسے ہی پکار اٹھا النّار، النّار، النّار! (ہائے میں جلا، ہائے میں جلا) جلدی طشت لاؤ، جب طشت لایا گیا اور یہ اُس پر بیٹھا تو اس کی آنتیں کٹ کٹ کر نکلنے لگیں۔ یہ سُن کر سابور خادم خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ تم اس کا معائنہ کرو شاید کوئی تدبیر کارگر ہو۔ میں نے ایک شمع منگوائی اور [illegible] کی روشنی میں دیکھا کہ اس کے جگر و طحال اور پھیپھڑے کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ [illegible] کا کوئی علاج نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ جو مُردے زندہ کرتے تھے وہی اگر آئیں تو اس کو [illegible] نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اس کے پاس رہو شاید تمھاری ضرورت ہو۔ یوحنا [illegible] موسیٰ کے پاس رہا، اسی طرح اس کے اعضا کٹ کٹ کر دُبر کے راستہ

باہر آتے رہے، یہاں تک کہ صبح کے قریب وہ داخلِ جہنم ہوا۔ محمد بن موسیٰ (اس واقعہ کے راوی) بیان کرتے ہیں کہ اس معجزے کو دیکھ کر اُس طبیب نصرانی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ ہمیشہ امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کو آیا کرتا تھا، آخر میں وہ مسلمان ہوگیا۔

سُلیمان اعمش سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ شہر کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ ایک شب جمعہ کو میں نے اُس سے پوچھا کہ زیارتِ حسینؑ کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کہنے لگا بدعت وضلالت ہے، اور ہر بدعت کا کرنے والا جہنمی ہے۔ اعمش کہتے ہیں یہ سُن کر مجھ کو غصہ آگیا اور اُس کے پاس سے اُٹھ کر اپنی جگہ پر چلا آیا، رات کو میں نے سوچا کہ کل دوبارہ اس کے پاس جاکر فضائلِ علیؑ بیان کروں گا تاکہ اُس کا دل جلے۔ چنانچہ صبح کے وقت میں پھر اُس کے گھر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ پوچھا کہاں گیا ہے؟ جواب ملا کہ وہ تو کربلا گیا ہے۔ یہ سُن کر مجھ کو بڑا اچنبھہ ہوا اور میں بھی فوراً کربلا روانہ ہوگیا۔ جب حرم میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص رکوع وسجود میں مشغول ہے اور کسی طرح سر نہیں اُٹھاتا۔ مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے اُس سے کہا کہ ابھی کل ہی تم تھے جو کہتے تھے کہ زیارتِ حسینؑ بدعت وضلالت ہے اور ہر بدعت کرنے والا آتشِ جہنم میں جائے گا، اور خود یہاں دکھائی دے رہے ہو۔ اُس نے جواب دیا۔ اے سلیمان! مجھ پر ملامت نہ کرو کیونکہ گذشتہ رات سے پہلے میں اہلبیتؑ کی امامت کا قائل نہ تھا لیکن شبِ گذشتہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس کی وجہ سے تم میری یہ حالت دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہا مجھ سے بھی وہ خواب بیان کرو۔ اُس نے کہا، میں نے خواب میں ایک ایسے انسان کو دیکھا جو نہ تو بہت بلند تھا نہ پستہ قد تھا۔ اتنا خوبصورت ووجیہ تھا کہ میں اس کے وصف پر قادر نہیں ہوں، اُس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے، جدھر وہ جاتا تھا لوگ اُس کے ساتھ جاتے تھے، اُس کے آگے ایک شہسوار تھا، جس کے سر پر ایک تاج تھا جس کے چار گوشے تھے، ہر گوشے میں ایک درخشاں جوہر آویزاں تھا، جس کی روشنی میلوں تک پہنچ رہی تھی، میں نے پوچھا یہ پہلے شخص کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ دوسرا کون ہے؟ کسی نے کہا یہ اُن کے وصی حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان وزمین کے درمیان ایک ناقہ ہے جس پر نور کی عماری کسی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا یہ جناب خدیجۃ الکبریٰؑ وفاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں نے پوچھا یہ صاحبزادہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ حضرت حسنِ مجتبیٰؑ ہیں۔ میں نے پوچھا یہ سب کے سب کہاں جارہے ہیں؟ کسی نے کہا آج شب جمعہ ہے۔ یہ سب مقتول ومظلوم شہیدِ کربلا امام حسینؑ کی زیارت کے لئے کربلا جارہے ہیں۔ پھر

اِس ہودج کے نزدیک گیا تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے کچھ رقعے نچھاور ہو رہے ہیں۔ جن پر لکھا ہوا ہے کہ "یہ اُن لوگوں کے لئے آتشِ جہنم سے برأت نامہ ہے جن کو شبِ جمعہ زیارتِ حسین علیہ السّلام نصیب ہوئی ہے"۔ اُس کے بعد ایک آواز آئی کہ "آگاہ ہو کہ ہم اور ہمارے شیعہ جنت میں سب سے بلند درجہ پر فائز ہوں گے"۔ اتنا بیان کرکے وہ شخص کہنے لگا کہ اے سلمان! قسم بخدا اب میں اس مبارک سرزمین کو جیتے جی نہیں چھوڑوں گا۔ (نفس المہموم)

ابو محمد کوفی نے دعبلِ خزاعی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جب امام رضا علیہ السّلام کو اپنا تائیہ قصیدہ (مدارس آیات خلت عن تلاوۃ الخ) سُنا کر وطن واپس آیا تو ایک رات کو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا شعر کہہ رہا تھا اور لکھ رہا تھا، اسی عالم میں رات کا ایک حصہ گذر گیا، اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا تمھارا ایک بھائی، میں نے جلدی سے دروازہ کھولا تو ایک شخص عجیب صورت اندر داخل ہوا جس کو دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، وہ ایک کونے میں اطمینان سے بیٹھ گیا، نووارد نے مجھ سے کہا کہ ڈرو نہیں، میں تمھارا بھائی جن ہوں جس رات تم پیدا ہوئے اُسی رات میں بھی پیدا ہوا اور تمھارے ساتھ ہی بڑھا، میں تمھارا ہمزاد ہوں، اس وقت تمھاری معرفت اور بصیرت بڑھانے کے لئے ایک واقعہ بیان کرنے آیا ہوں۔

دعبل کہتے ہیں اتنا سننے کے بعد میرے حواس جمع ہوئے، پھر وہ جن گویا ہوا۔ دعبل! میں کچھ عرصہ قبل علی ابن ابیطالبؑ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں جنوں کی ایک سرکش ٹولی کے ساتھ بیابان میں نکلا، رات کے وقت میں نے ایک قافلہ دیکھا، یہ لوگ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جارہے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر ہم نے ان کو آزار پہنچانے کا ارادہ کیا ابھی ہم اس ارادے سے آگے بڑھے ہی تھے کہ ملائکہ آسمان وزمین نے ہم پر حملہ کردیا اور ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔ اِس چیز کو دیکھ کر گویا میری آنکھیں کھُل گئیں اور میں اپنے خوابِ غفلت سے بیدار ہوا اور سمجھ گیا کہ اِن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ہے اور وہ جگہ نہایت محترم ہے جس کی زیارت کو یہ لوگ جارہے ہیں۔ اس کے بعد صدقِ دل سے میں نے توبہ کرلی، اور ان لوگوں کے ساتھ میں بھی زیارت کو روانہ ہوا اور انکے ساتھ دعا اور زیارت میں شریک رہا۔ پھر یہ لوگ حج کو گئے میں نے بھی اُن کے ساتھ حج ادا کیا۔ پھر ان لوگوں کے ہمراہ قبرِ پیغمبر پر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مدینہ پہنچ کر میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جن کو لوگ گھیرے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا، یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتلایا گیا کہ یہ فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ہیں۔ یہ سنکر میں حضرت

کے نزدیک گیا اور میں نے ان پر سلام کیا۔ وہ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے۔ جوابِ سلام دینے کے بعد مجھ کو خوش آمدید کہی۔ پھر آپنے فرمایا: اے عراق کے رہنے والے! تجھ کو کربلا کے قریب رات کا واقعہ یاد ہے؟ تو نے دیکھا کہ ہمارے دوستوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی اور تیری خطا معاف کر دی۔ میں نے کہا: شکر ہے اُس خدا کا جس نے آپ کی ہدایت کے نور سے میرے دل کو آباد کر دیا اور آپ کی ولایت کے ذریعہ مجھ کو تباہی سے بچا لیا۔ بعد ازاں میں نے اُن حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت! کوئی حدیث ارشاد فرمائیں تاکہ میں اپنی قوم میں واپس جاکر بیان کروں۔ حضرت نے فرمایا: سنو! میں نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے انھوں نے اپنے والد سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے انھوں نے اپنے والد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا یا علیؑ! جنت انبیاء علیہم السلام پر حرام ہے جب تک کہ میں اس میں داخل نہ ہوں اور اوصیاء پر حرام ہے جبتک کہ تم داخل نہ ہو اور تمام امتوں پر حرام ہے جبتک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو اور میری امت پر حرام ہے جب تک کہ یا علی تمہاری ولایت کا اقرار نہ کرے اور تمہاری امامت کو نہ مانے اے علی اس کی قسم جس نے مجھ کو مبعوث کیا جنت میں کوئی اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک کہ اس کو تم سے نسب یا سبب کے ذریعہ قربت حاصل نہ ہوگی۔ اتنا بیان کرنے کے بعد اُس جن نے کہا کہ اے دعبل! اس حدیث کو یاد رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا کیونکہ اب کبھی یہ حدیث مجھ سے یا کسی دوسرے سے نہ سنو گے۔ یہ کہہ کر وہ ایسا غائب ہوا جیسے اس کو زمین نگل گئی۔

متوکل کے دور میں جن جانبازوں نے سر کی بازی لگا کر حسینی قبہ پر علم کو نصب کیا، ان میں زید و بہلول کے ناموں کو ہمیشہ سونے کے حروف سے تحریر کیا جائے گا۔ زید بھی بہلول کی طرح اگرچہ سطحی بیں افراد کی زبان پر "مجنون" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ مگر یہ دونوں ایسے تھے کہ اپنی اپنی دیوانگی میں وہ تاریخی کام کر گئے جو ہزار داناؤں سے نہ ہو سکے، چنانچہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متوکل نے جس زمانہ میں قبرِ فرزندِ رسولؐ پر مظالم ڈھانا شروع کئے۔ زید اُس زمانہ میں مصر میں رہتے تھے، اُن کو جب اس سانحہ کی خبر ملی تو فرطِ اندوہ وملال سے تڑپ اُٹھے آخر نہ رہا گیا۔ با حالِ زار و چشمِ اشکبار، سرگشتہ و پریشان عراق کی طرف پیادہ پا روانہ ہو گئے۔ بعد طے منازل و قطعِ مراحل جب سوادِ کوفہ میں پہنچے تو راہ میں عاقلِ دیوانہ نما بہلول سے ملاقات ہوئی۔ زید نے بہلول کو دیکھ کر سلام کیا۔ بہلول نے کہا، تم نے مجھ کو کیونکر پہچانا در آنحالیکہ تم اس شہر کے رہنے والے نہیں ہو؟" زید نے جواب دیا "مومنین کی روحیں چونکہ عالمِ برزخ میں ایک دوسرے سے قریب تھیں۔ اس لئے دارِ دنیا میں وہ جہاں کہیں

بھی ہوں ایک دوسرے سے متحد ہیں۔" بہلول نے کہا: اچھا کس وجہ سے اپنے ملک سے آئے ہو؟ زید بولے:۔ اس بے دین کے عملِ بد سے جو صدمہ مجھ کو لاحق ہوا ہے اُس نے مجھ کو آوارہ وطن کیا ہے کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ اُس بے حیا نے قبرِ مبارک جناب سید الشہداءؑ پر ظلم وجفا کی ہے اور اُس کے نشان کو مٹانے اور اُس کے زوّار کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے میرا دل بیقرار اور میری آنکھیں اشکبار ہیں۔" بہلول نے جواب دیا "میری حالت بھی تم سے الگ نہیں ہے"۔ زید بولے: "تو آؤ ہم دونوں چلکر حسینؑ مظلوم کی قبر کی زیارت تو کر آئیں، شاید اسی بہانہ شہادت کا مرتبہ ہاتھ آجائے"۔ زید یہ کہہ کر بہلول کا ہاتھ پکڑے کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب کربلا پہنچے تو دیکھا روضۂ اقدس منہدم کر دیا گیا ہے لیکن قبرِ اطہر بدستور باقی ہے اور کچھ بھی تغیّر اس میں نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جو نہرِ فرات سے اس غرض سے کاٹ کر لائی گئی ہے کہ اُس کے ذریعہ قبرِ حسینؑ کو بہا دیا جائے اس کا پانی بھی قبرِ مظلوم کا طواف کرنے کے بعد متحیر کھڑا ہو گیا، اور ایک قطرہ بھی قبر پر نہیں پہنچا ہے۔ پانی کے حلقہ سے مرقدِ انور اُبھرا ہوا ہے۔ زید یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہا دیکھو بہلول! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شمعِ حرمِ لم یزلی کو بجھا دیں اور حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے نور کو تمام کرے اگرچہ مشرکین کراہت رکھتے ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ بحکمِ متوکل بیس برس کامل قبرِ امام عالی مقام پر زراعت کرتے تھے لیکن قبرِ مطہر اپنے حال پر تھی، نہ بیل ہی قبر پر جانے کی ہمت کرتے تھے نہ ہی پانی اُس پر رواں ہوتا تھا۔ دہقان ان عجیب وغریب کرامتوں کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میں خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا، میں جنگلوں میں زندگی گذار دوں گا لیکن دخترزادۂ رسول الثقلین حسینؑ غریب کی قبر پر زراعت نہ کروں گا۔ بیس برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ آیاتِ جلیلۂ الٰہی و براہینِ عظیمۂ اہلبیتِ رسالت پناہی کا مشاہدہ کرتا ہوں اور مجھ کو عبرت نہیں ہوتی۔ یہ وہی وقت تھا جب زید و بہلول زیارت کو آئے تھے، اور دُور کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے، چنانچہ دہقان نے بیلوں کی گردن سے جُوا نکال کر پھینک دیا۔ اُس کے بعد زید کے پاس آکر پوچھا کہ "آپ لوگ کیوں آئے ہیں مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کو قتل نہ کر دیا جائے"۔ زید نے جواب دیا "ہم کو قبر کی بربادی کی اطلاع ملی ہے جس کی وجہ سے ہم بحالِ تباہ اپنے وطن سے نکلے ہیں، جو ہو سو ہو"۔ یہ سنکر وہ مزارع زید کے پاؤں پر گر پڑا اور بوسے دینے لگا۔ کہنے لگا "اے شیخ! تو بہت برگزیدہ بندہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ تیرے آتے ہی میرا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا ہے ورنہ بیس برس سے میں اس معصیت کاری میں مبتلا تھا اور میری آنکھیں نہ کھلتی تھیں۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تمہارے قدموں کی برکت سے رحمتِ خدا میری طرف متوجہ ہوئی ہے اور میرا دل نورِ معرفتِ الٰہی سے منور ہوا ہے۔ زید یہ سنکر رونے لگے اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔

تاللہ ان کانت اُمیّۃ قد اتت — قتل ابن بنت بینھا مظلوما
فلقد اتاہ بنو ابیہ بمثلہ — ھٰذا لعمرک قبرہٗ مھدوما
اسفوا علی ان یکونوا شارکوا — فی قتلہ فتتبعوہ رمیما

یعنی خدا کی قسم اگر بنی اُمیّہ نے اپنے نبیؐ کے فرزند کو مظلومی کی حالت میں قتل کر دیا تو ان کے ہم جدّیوں (بنی عباس) نے بھی ویسے ہی مظالم ان پر توڑے۔ اگر یقین نہ ہو تو دیکھو حسینؑ کی قبر منہدم پڑی ہے۔ ان لوگوں کو افسوس تھا کہ آلِ رسولؐ پر مظالم کرنے میں بنی اُمیّہ کے کیوں شریک نہ ہوئے لہٰذا آج اُن کی قبروں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اس کے بعد اس دہقانِ باایمان نے کہا کہ اے زید تم نے مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ اب مجھ میں ضبط کا یارا باقی نہیں۔ میں فوراً متوکل کے پاس جا کر یہ معجزات بیان کرتا ہوں چاہے وہ مجھ کو جیتا چھوڑے یا قتل کر دے۔ زید نے کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں، چنانچہ وہ دہقان متوکل کے دربار میں حاضر ہوا، اور فضائل و معجزات قبرِ اطہر امام حسین علیہ السّلام بیان کرنا شروع کیے مگر اُس شقیٔ ازلی پر اُلٹا اثر ہوا، رگِ عداوتِ اہلبیتؑ حرکت میں آئی اور حکم دیا کہ اس مردِ کسان کے پیروں میں رسّی باندھ کر سامرے کے کوچہ و بازار میں گھسیٹا جائے اُس کے بعد سرِ عام سُولی دی جائے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور پھر کوئی اپنی زبان پر فضائلِ اہلبیتؑ نہ لائے۔ چنانچہ اُس عاشقِ امام کو حضرتِ مسلمؑ کی تاسّی میں پیر میں رسن باندھ کر سڑکوں پر کھینچا گیا اس کے بعد دار پر آویزاں کر دیا گیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن) زید یہ سب ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور خون کے آنسو رو رہے تھے، یہاں تک کہ جب اُس مردِ جانباز کی لاش سولی پر سے اُتار کر مزبلہ پر ڈال دی گئی تو انھوں نے اس کو اُٹھایا اور دریائے دجلہ میں لے جا کر غسل دیا کفن پہنایا نماز پڑھی اور دفن کر دیا اور اس کی قبر پر قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔ ایک روز زید اپنی جائے قیام میں بیٹھے تھے کہ شہر میں ہنگامے کی آوازیں آنا شروع ہوئیں لوگ بآوازِ بلند رو رہے تھے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے شاہی جلوس لاؤ لشکر کے ساتھ آ رہا ہے۔ آگے آگے سیاہ نشان ہیں اُن کے پیچھے ایک جنازہ ہے جس کو اعیانِ سلطنت اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ بہت سی عورتیں بال کھولے ہوئے نوحہ و بکا کرتی ساتھ چل رہی ہیں۔ شہر کی دُکانیں بند ہیں اور تمام لوگ بحالِ تباہ شاہی جنازے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے برآمد ہو رہے ہیں۔ زید کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے متوکل مر گیا ہے۔ یہ گمان کر کے میں اُن میں سے ایک شخص کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ متوکل کی ایک حبشی لونڈی ریحانہ کا جنازہ ہے متوکل اس کو

بہت دوست رکھتا تھا، اس کنیز کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ دفن کیا گیا۔ گلاب کے پھول گلہائے ریحان اس کی قبر پر ڈالے گئے۔ مشک و عنبر چھڑکا گیا اور ایک عالی شان خیمہ بھی اس پر نصب کر دیا گیا۔ یہ حال دیکھ کر زید پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رونے لگے اور بے ساختہ چیخ کر پکارے:-
وَا اَسَفًا عَلَیْکَ یَا حُسَیْنُ الْقَتِیْلُ بِالطَّفِّ غَرِیْبًا وَحِیْدًا ظَلْمًا شَہِیْدًا: ہائے حسینؑ! شہیدِ کربلا، میرے غریب و تنہا امامؑ! ہائے آپ کو بے جرم و خطا قتل کیا، آپ کے اہلِ حرم کو اسیر کر کے دیار بدیار پھرایا، آپ کے بچوں کے سر تن سے اُتارے اور کوئی آپ پر گریہ و ماتم نہ کر سکے۔ آپ کو بے غسل و کفن سپردِ خاک کیا گیا۔ اُس کے بعد یہ ظلم و ستم کہ آپ کے روضۂ مبارک کو کھود ڈالا گیا۔ اس پر ہل چلا دیئے گئے درآنحالیکہ آپ علی مرتضیٰؑ کے فرزند اور فاطمہ زہراؑ کے دلبند ہیں جبکہ ایک کنیزِ سیاہ کے لئے اتنا اہتمام کیا جائے اور انبوہِ کثیر اس کا ماتم کرے۔ لیکن اے فاطمہؑ کے لال آپ کا ماتم بند کر دیا جائے، آپ کے زوّار پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں۔ یہ کہہ کر اتنے روئے کہ غش آگیا۔ ان کی حالت پر بعض نے رحم کھایا اور بعض نے اذیت پہنچائی۔ جب ہوش میں آئے تو یہ اشعار زبان پر جاری کئے۔

اَیُحْرَثُ بِالطَّفِّ قَبْرُ الْحُسَیْنِ — وَیُعْمَرُ قَبْرُ بَنِی الزَّانِیَۃ
لَعَلَّ الزَّمَانَ بِھِمْ قَدْ یَعُوْدُ — وَیَاْتِیْ بِدَوْلَتِھِمْ ثَانِیَۃ
اَلَا لَعَنَ اللّٰہُ اَھْلَ الْفَسَادِ — وَمَنْ یَّاْمَنُ الدُّنْیَا الْفَانِیَۃ

یعنی اطراف کے بخارے حسینؑ کی قبر پر تو ہل چلیں، اور زنازادوں کی قبروں کی تعمیر کی جاتی ہے۔ شاید اہلبیتؑ کا زمانہ پھر پلٹے اور دوبارہ ان کی حکومتِ عادلہ قائم ہو جائے۔ اہلِ فساد اور دنیاداروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ اشعار ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر متوکل کے دروازے پر حاضر ہوئے اور دربان [illegible] متوکل کو دیدیے۔ اس پرچہ کو دیکھ کر متوکل غصّہ سے لرزنے لگا۔ حکم دیا کہ زید کو [illegible] زید اُس کے سامنے پہنچے تو اُس نے پوچھا یہ اشعار تم نے لکھے ہیں؟ جواب دیا [illegible] اے متوکل! خدا سے ڈر اپنے تخت و تاج پر ناز نہ کر کیونکہ خداوندِ عالم نے [illegible] بڑے بڑے بادشاہوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ آلِ رسولؐ سے دشمنی کر کے تو کبھی [illegible] غرض ان کو بہت کچھ وعظ و نصیحت کی مگر اُس پر اُلٹا اثر ہوا اور اس کا غصّہ [illegible] پوچھا ابوتراب کون تھے؟
[illegible] جواب دیا اے متوکل تو ان کو اور اُن کے حسب و نسب کو خوب اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے [illegible] اگر مجھ سے پوچھتا ہے تو سُن۔ قسم ہے خدائے لم یزل کی کہ کوئی شخص ان کے فضائل و مناقب کا

منکر نہیں ہے اِلّا یہ کہ وہ کافر و فاسق ہے اور کوئی بھی ان کا دشمن نہیں اِلّا یہ کہ وہ کذاب و منافق ہے۔ اس کے بعد زید مناقب و فضائل اسد اللہ الغالب علیہ السلام میں رطب اللسان ہو گئے یہاں تک کہ متوکل کا جامِ صبر لبریز ہو گیا اور حکم دیا کہ اس دیوانہ کو قید میں ڈال دو تاکہ میں سوچوں کہ اس کو کس طرح قتل کیا جائے۔ زید قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔ اُدھر متوکل جو رات کو سویا تو ایک نورانی بزرگ خواب گاہ میں داخل ہوئے اور ٹھوکر مار کر کہا: جلد زید کو قید سے آزاد کر ورنہ ابھی ہلاک کر دیا جائے گا۔" متوکل گھبرا کر اٹھا تو کسی کو وہاں نہ پایا۔ خوف سے اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ بالآخر رات ہی کو قید خانے میں آیا اور زید سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ زید نے جواب دیا "سوائے اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ امام حسین علیہ السلام کے روضۂ اقدس کی تعمیر کی اجازت دے اور اُن کے زائروں سے معترض نہ ہو۔ متوکل نے منظور کر لیا اور خلعت ہائے فاخرہ سے زید کو نوازا۔ اب زید کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ قصرِ متوکل سے زید جو برآمد ہوئے تو گلی اور کوچوں میں پکارتے پھرتے تھے؛
مَنْ اَرَادَ زِيَارَةَ الْحُسَيْنِؑ فَلَهُ الْاَمَانُ طُوْلَ الزَّمَانِ ۝ یعنی جو زیارتِ امام حسین علیہ السّلام کرنا چاہے اس کو ہمیشہ کی امان مبارک ہو۔

کتاب کامل الزیارت میں اسحاق بن عمار سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں حائرِ امام حسین علیہ السّلام میں شبِ عرفہ نماز میں مشغول تھا، مَیں نے دیکھا کہ میرے ساتھ پچاس ہزار شخص نماز و دعا میں مشغول ہیں۔ جب نمازِ صبح کے سجدہ سے میں نے سر اٹھایا تو اُن میں سے ایک کو بھی وہاں نہ پایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت امام حسین علیہ السّلام شہید ہو رہے تھے اس وقت پچاس ہزار فرشتے زمین سے آسمان پر گئے۔ خداوندِ عالم نے ان سے خطاب فرمایا کہ میرے حبیبؐ کا فرزند شہید ہو رہا تھا اور تم نے اس کی نصرت نہ کی لہٰذا اب تم زمین پر جاؤ اور تا قیامت اُس کی قبر پر سکونت اختیار کرو اور اُس کے عزادار رہو۔

نیز اسی کتاب میں حسین نواسۂ ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں آخر عہدِ بنی مروان میں اہلِ شام سے چھپ کر زیارتِ امام حسین علیہ السّلام کے لئے گیا یہاں تک کہ کربلائے معلّےٰ میں پہنچا اور گاؤں کے کنارے چھپ رہا۔ جب آدھی رات ہوئی تو قبرِ مطہر کی طرف روانہ ہوا ابھی میں قبر کے پاس نہ پہنچا تھا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا۔ اُس نے کہا: اے شخص پھر جا تو ماجور و مثاب

ہے۔ اس وقت تو بارگاہِ حسینیؑ میں شرفیاب نہیں ہو سکتا۔ میں ڈر کر واپس آ گیا۔ صبح کے قریب میں نے پھر زیارت کرنے کا ارادہ کیا تو پھر اُسی شخص نے راستہ روک لیا اور وہی کلمات کہے۔ میں نے اُس سے کہا خدا تجھ کو جزائے خیر دے۔ میں کیوں شرفیاب نہیں ہو سکتا۔ میں تو دور سے زیارت کے لئے آیا ہوں اس وقت تو مجھ کو زیارت کرنے سے نہ روک۔ ڈرتا ہوں کہ صبح ہو جائے اور اہلِ شام مجھ کو دیکھ پائیں اور قتل کر دیں۔ اُس شخصِ نامعلوم نے کہا: اے شخص تھوڑا صبر کر کیونکہ حضرتِ موسیٰؑ مع ستر ہزار فرشتوں کے قبرِ حسینیؑ پر خدا سے اجازت لے کر آئے ہوئے ہیں۔ وقتِ صبح وہ قبر سے وداع ہو کر رخصت ہوں گے۔ میں نے اُس شخص سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اُن فرشتوں میں سے ایک ہوں جن کو خداوندِ عالم نے قبرِ حسینؑ کی حفاظت و نگرانی کے لئے مامور کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر میں پھر آیا اور بہت پریشان خاطر تھا تیسری مرتبہ طلوعِ صبح کے وقت پھر گیا۔ اب مَیں نے کسی کو وہاں نہ پایا، قبرِ مطہر کے پاس جا کر میں نے زیارت پڑھی اور ظالموں پر لعنت و نفرین کی اور نمازِ صبح کو ادا کیا، پھر اہلِ شام کے خوف سے جلدی نکل آیا۔

کتاب دعواتِ راوندی میں شیخ ابوجعفر نیشاپوری سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتا ہوں کہ میں کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت سیّد الشہداءؑ کی زیارت کو گیا۔ ابھی روضۂ مبارک دو فرسخ کے قریب فاصلہ پر تھا کہ ہم میں سے ایک شخص پر فالج گرا اور اُس کا پورا جسم بیکار ہو گیا۔ اس کو ہم لوگ کسی نہ کسی طرح کربلا لائے، پھر اس کو ایک چادر میں ڈال کر حرمِ اطہر میں لائے، وہ شخص بہت زیادہ تضرع و زاری کر رہا تھا اور خداوندِ عالم کو امام حسین علیہ السّلام کی قسم دے رہا تھا کہ بارالہٰا مجھ کو شفا عطا فرما۔ جس وقت ہم لوگوں نے چادر کو زمین پر رکھا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پوری طاقت و صحت کے ساتھ اپنے پیروں سے اس طرح چلنے لگا گویا اُس کو کوئی عارضہ لاحق نہ ہوا تھا۔

اس کے بعد مصنفِ علّام جناب محمد باقر مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ ماہِ ربیع الاوّل ۱۰۸۹ھ میں خداوندِ عالم کی توفیق سے یہ جلد تمام ہوئی۔ اور اس کا ترجمہ یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ کو بلد لاہور میں اتمام پذیر ہوا۔

مفتی سید طیب آغا الموسوی الحسینی الجزائری

کتاب بحار الانوار

از علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ

(واعظین و ذاکرین کے لیے بے نظیر و بے مثال تحفہ)

جلد اوّل اس جلد میں مکمل حالات سوانح حضرت امام حسینؑ درج ہیں۔ مثلاً معجزات، مناجات، آیات در شانِ امام حسینؑ، شہادت کی پیشگوئی، انبیاء و مرسلین علیہ السلام کی زبانی، مراتب زائرین حسینؑ قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام، مدینہ سے روزِ عاشورہ تک کے حالات، ہر انصار و صحابی اور رُودستار کی شہادت شہادت عظمیٰ پر اعتراضات اور اس کے مدلل جوابات، علاوہ ازیں معتبر و مستند کتب سے واقعات کربلا درج ہیں۔
قیمت قسم اوّل /۳۰ روپے

جلد دوم اس میں اہل حرم کی اسیری، کوفہ و شام کے دردناک واقعات سرِ حسینؑ کے واقعات، اہل حرم کی مدینہ کو واپسی، خروجِ مختارؒ، قبرِ امام حسینؑ پر امت کے انتہائی مظالم، روضۂ مبارک سے معجزات کا ظہور بہت تفصیل سے درج ہے۔ قیمت /۲۴ روپے

جلد سوم اس کتاب میں جناب فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کے حالات مختصر مندرج ہیں۔ قیمت مجلد /۲۰ روپے

جلد چہارم اس جلد میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے حالاتِ زندگی درج ہیں اور معلومات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ قیمت ۲۰ روپے

جلد پنجم اس کتاب میں حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے حالاتِ زندگی نیز آپ کے معجزات، ورودِ خراسان اور حالاتِ شہادت درج ہیں۔ قیمت قسم اوّل ۵۰ روپے قسم دوم ۴۰ روپے

جلد ششم اس کتاب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مفصل حالات درج ہیں مثلاً معجزات، خلق و عبادت شہادت حُسین و دیگر آپکے عہد کے خلفاء بنی امیہ اور ان کے حالات، اقوالِ امامؑ وغیرہ موجود ہیں۔ صفحات ۳۰۰ سائز ۲۰×۳۰

جلد ہفتم اس جلد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، نیز آپ کی دینی خدمات و معجزات و اقوال درج ہیں۔

جلد ہشتم اس کتاب میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سوانح حیاتِ طیبہ بالتفصیل مندرج ہیں۔ علاوہ ازیں آپ سے منسوب کردہ روایات شامل ہیں۔ (زیرِ طبع)

جلد نہم اس کتاب میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی مفصل حیات طیبہ آپ کی کمسنی اور نوجوانی میں علمائے نصاریٰ سے مناظرہ اور شہرِ مدائن وغیرہ کے واقعات درج ہیں۔ (زیرِ طبع) (زیرِ طبع)

انوارِ امامت، ترجمہ حدیقۃ الشیعہ تالیف فقیہہ و محقق ربانی دانشمند بزرگ احمد بن محمد المعروف مقدس اردبیلی ترجمہ مولانا سید علی حسن اختر صاحب امروہوی۔ یہ کتاب اس عابد و زاہد عالم جلیل کی تصنیفات میں سے ہے جن کے تقدس و تقویٰ نے ان کو مقدس اردبیلی بنا دیا ہے۔ آپ ان مقدس ہستیوں میں ہیں جنکو بارہا امام زمانہ علیہ السلام سے شرف ہمکلامی حاصل ہوا ہے اس کتاب میں حقیقتِ امامؑ، ضرورتِ وجودِ امامؑ اور امام اوّل سے تا آخر الزمانؑ اور ستر آیات قرآنی، اتنی ہی احادیث، ائمہ اثنا عشر کی سوانح عمری، ان کے معجزات کا حسین تذکرہ